آج سے 100 سال قبل دسمبر 1905ء میں خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر

سیدنا حضرت مسیح موعود نے وصیت کا انقلابی روحانی نظام جاری فرمایا

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

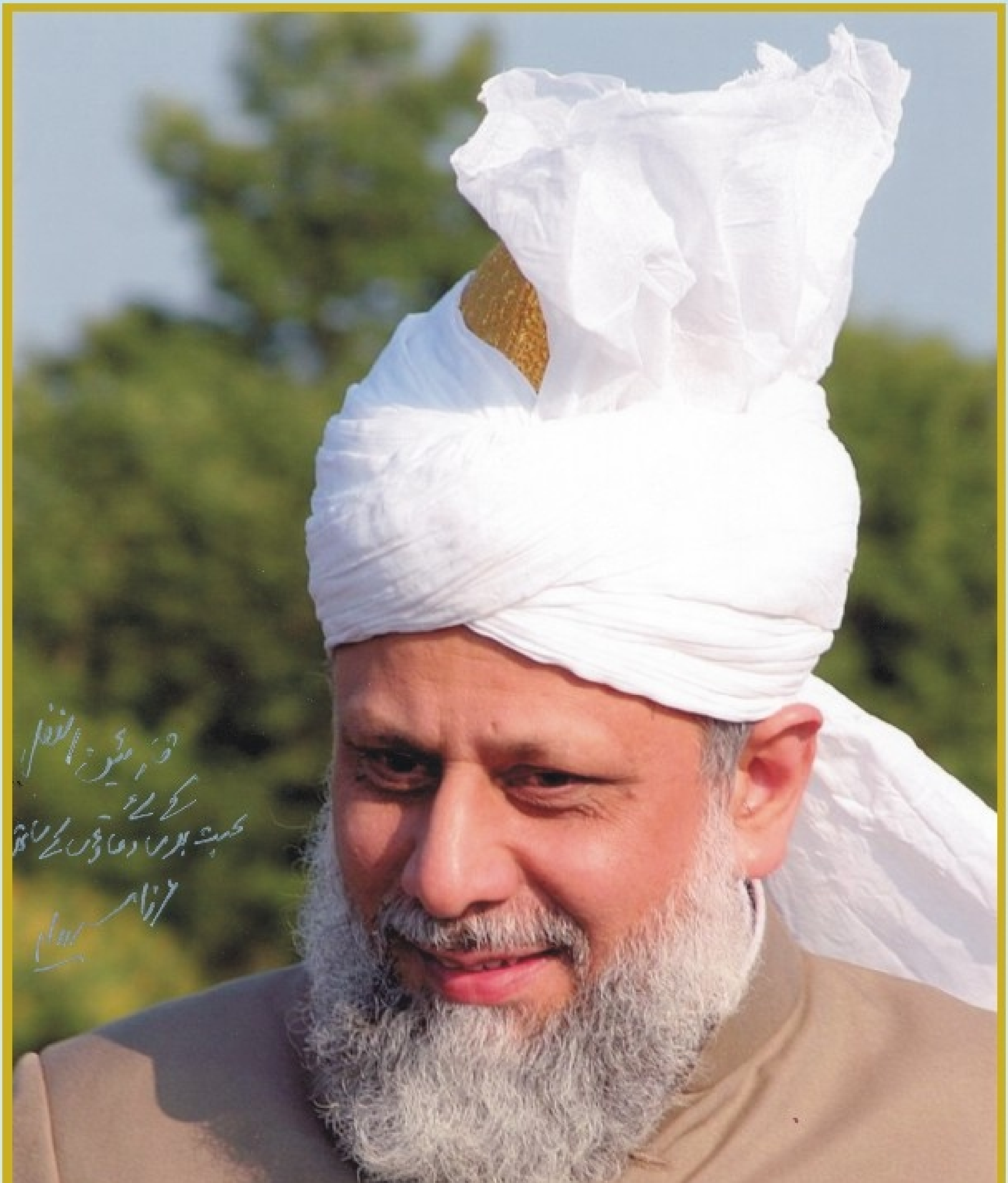

چشمۂ فیض کہ ہر آن رواں رہتا ہے
باغِ احمد میں بہاروں کا سماں رہتا ہے

ہاتھ اٹھتے ہیں ہر اک اپنے پرائے کے لئے
ان کے سینے میں محبت کا جہاں رہتا ہے

الفضل سالانہ نمبر 2005ء

جلد نمبر 55-90
شمارہ نمبر 274

نظام وصیت نمبر

صفحہ	مضمون نگار	فہرست مضامین
1	ایڈیٹر الفضل	☆ اداریہ۔ دنیا کا نیا نظام
2		☆ 1905ء میں تاریخ احمدیت
3		☆ انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق قرآنی ہدایات
5		☆ انفاق فی سبیل اللہ کی برکات اور احادیث نبویہ
7	حضرت مسیح موعود	☆ انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق ارشادات
9	حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ	☆ دور خلافت خامسہ کا تاریخ ساز پیغام
12		☆ الوصیت کی تصنیف و اشاعت اور بہشتی مقبرہ کا قیام
15	عبدالستار خان	☆ بہشتی مقبرہ کے متعلق ارشادات حضرت مسیح موعود
17	محمد محمود طاہر	☆ بہشتی مقبرہ قادیان اور ربوہ کے بارہ میں ضروری معلومات
20	ادارہ	☆ الوصیت کی آڈیو سی ڈی کا تعارف
21	حافظ مظفر احمد	☆ آنحضرت ﷺ کا انفاق فی سبیل اللہ
25	عطاء الوحید باجوہ	☆ نظام وصیت سے متعلق حضرت مصلح موعود کے ارشادات
28	عبدالسمیع خان	☆ صحابہ رسول ﷺ کا انفاق فی سبیل اللہ
34	فیض احمد گجراتی	☆ بہشتی مقبرہ قادیان 1947ء تا 1963ء
36	دوست محمد شاہد	☆ حضرت مسیح موعود کی مالی تحریکات
40	خواجہ عبدالمومن	☆ قطعہ موصیان ناروے
40	عبدالوہاب بن آدم	☆ قطعہ موصیان انڈونیشیا۔ مقبرہ موصیان غانا
41	حضرت مصلح موعود	☆ امریکہ اور انڈونیشیا کے لئے دو تاریخی پیغام
43	سلطان محمود انور	☆ نظام وصیت ۔ پاک روحانی اور اخلاقی تبدیلیوں کا ذریعہ
44	سیکرٹری مجلس کارپرداز	☆ ہدایات برائے موصیان و ورثاء موصیان
45	غلام مصباح بلوچ	☆ رفقاء مسیح موعود کی مالی قربانیاں
47	منیر احمد منور	☆ وصیت کرنے کے لئے مبشر خوابوں کے ذریعہ رہنمائی
48	فخر الحق شمس	☆ انٹرویو مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز
50	عاصم محمد طارق	☆ تاریخ شعبہ وصایا جرمنی
51	غلام مصطفی تبسم	☆ نظام وصیت میں شامل 75 ملکوں کا تعارف
53	ریاض محمود باجوہ	☆ جماعت احمدیہ کا انفاق فی سبیل اللہ اغیار کی نظر میں
55	سیکرٹری مجلس کارپرداز	☆ ابتدائی 300 موصیان کی فہرست
59	محمد رئیس طاہر	☆ بہشتی مقبرہ قادیان کے پہلے تین مدفون
61	انیس احمد ندیم	☆ بہشتی مقبرہ کے چند یادگاری کتبے
62	محمد اشرف کاہلوں	☆ دنیا کے مسائل کا حل نظام نو میں ہے
64	ابوالسلطان	☆ رسالہ الوصیت کے خوش قسمت کاتب
65	وکالت مال ثانی	☆ وصیت کے متعلق ضروری قواعد
68	میاں محمد یامین	☆ بہشتی مقبرہ قادیان کے ابتدائی مدفون

منظومات: حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل، اللہ بخش تسنیم، عبدالسلام اختر، عبدالمنان ناہید،

نقشے: بہشتی مقبرہ قادیان و تفصیل چاردیواری، بہشتی مقبرہ ربوہ

تصاویر: حضرت مسیح موعود۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
بہشتی مقبرہ قادیان۔ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ لوائے احمدیت۔ ممالک عالم کے پرچم

اداریہ

دنیا کا نیا نظام

مذہب کی تاریخ عظیم الشان جانی و مالی قربانیوں سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماموروں کے حکم پر ان کی قیادت اور رہنمائی میں ان کے متبعین نے اخلاص و وفا کے جو نمونے دکھائے وہ ناقابل فراموش ہیں۔ مگر اس زمانہ میں قربانی کی جن چوٹیوں کو جماعت احمدیہ کو سر کرنے کی توفیق ملی ہے وہ تاریخ مذہب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ ان میں ایک بہت ممتاز اور فقید المثال پہلو مالی قربانی کا ہے۔

سو سال سے زیادہ عرصہ سے ایک نظام کے تابع نسلاً بعد نسلٍ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے چلے جانا اور اس کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتے چلے جانا یقیناً ایک نیا باب ہے جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ کھولا گیا ہے۔ جب اپنے گھروں میں کھانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا تب بھی خدا کی راہ میں خرچ جاری تھا اور آج جبکہ خدا نے برکتوں سے بیشتر گھر بھر دیئے ہیں تو انفاق فی سبیل اللہ کا ایک سیلاب ہے جو ہر خطہ ہائے ارض پر بہہ رہا ہے جس سے توحید باری تعالیٰ کے بلند و بالا درخت سیراب ہو رہے ہیں۔ خدا کے گھر تعمیر ہو رہے ہیں۔ خدا کے کلام کے تراجم ہو رہے ہیں الٰہی پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔ دعوت الی اللہ کے مراکز بن رہے ہیں مشن ہاؤسز قائم ہو رہے ہیں اور نئے آنے والوں کیلئے مکان کی وسعتوں کا ایک سلسلہ ترقی پذیر ہے۔

اس انفاق حقہ کا ایک منفرد پہلو نظام وصیت ہے جس کی ماضی کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایک سعید فطرت ساری زندگی قربانی کی مختلف شکلوں میں بقدر استطاعت رنگ بھرتا ہے۔ اپنی بیوی بچوں اور مرحوم بزرگوں کی طرف سے چندوں میں حصہ لیتا ہے اور اس طرح بعض صورتوں میں اپنی آمد کا نصف کے لگ بھگ خدا کی راہ میں پیش کر دیتا ہے۔ پھر اپنی اولاد کو بھی اس انفاق کی ترغیب دیتا ہے۔ ان کے ہاتھ سے چندے پیش کرتا ہے اور پھر جب وہ ایک لمبا عرصہ خدمت دین کے بعد خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے تو یہ وصیت کر جاتا ہے کہ اس کے ترکہ کا کم ازکم 1/10 حصہ خدا کی راہ میں پیش کر دیا جائے اور پھر اس کی اولاد در اولاد اسی پاک نمونہ پر چل رہی ہے تو لازماً چند در جن سالوں میں وہ ساری جائیداد اضافوں کے ساتھ خدا کے دین کی جائیداد بن جاتی ہے۔ کیا اس سے زیادہ مالی قربانی کا کوئی تصور ممکن ہے۔؟

اگر خدا تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کو اپنے کرم اور فضل کے معجزے نہ دکھاتا تو یہ سلسلہ یقیناً رک جاتا مگر نظام وصیت کی سو سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ خدا نے ایسے لوگوں کے گھر برکتوں سے بھر دیئے ہیں۔ ایک ایک بیج سے اتنے بڑے بڑے درخت بن گئے ہیں کہ ان کی اپنے کمزور بیج سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔

عاشق زندگی میں تو اپنے محبوب کے گرد گھومتے ہی ہیں اور محبت کرنے والی قومیں اپنے رہنماؤں کی قبروں کو محفوظ رکھا کرتی ہیں۔ مگر ان محبت کرنے والوں کا جوق در جوق اپنے دلربا کی قبر کے گرد دفن ہونے کا نظام جماعت احمدیہ میں قائم کیا گیا ہے جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود کے وجود میں وہ تاثیر اور کشش تھی کہ مرنے والوں کو بھی اپنی طرف مسلسل کھینچ رہا ہے۔ ہزاروں اس کے قریب پہنچ چکے ہیں اور ہزاروں اس کی تمنا لئے زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

خدا کی راہ میں مسلسل امتیازی مالی قربانی پیش کرنا خود تزکیہ نفس کا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کے دیگر میدانوں میں ترقی کرنا بھی نظام وصیت کی لازمی شرط ہے۔ اس لئے یہ دعویٰ بے جا نہیں کہ دنیا کا نیا نظام اب مغرب میں تشکیل نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کی بنیادیں قادیان کی مقدس سرزمین میں رکھی جا چکی ہیں۔ اب دنیا کو امن اور سکون بخشنے والا نظام، ہر دکھ اور مصیبت سے نجات دلانے والا نظام، ہر امیر اور غریب کے دل میں خوشی اور مسرت پیدا کرنے والا نظام، ہر بیوہ اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے والا نظام وہی ہے جو اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے اس کی کچھ جھلکیاں الفضل کے اس خاص شمارہ کے ذریعہ پیش کی جا رہی ہیں تا کہ جو ابھی تک اس نظام سے باہر ہیں وہ بھی کشاں کشاں چلے آئیں۔

پہلے کبھی ایک یا دو ملک دارالحرب کہلاتے تھے۔ شعلے اٹھتے تھے اور بجھ جاتے تھے مگر دنیا میں آج جو فساد اور نفرت اور بے چینی کا دور دورہ ہے اس نے دنیا کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ آج جماعت احمدیہ ہی دنیا میں امن کا جزیرہ ہے، امن و آشتی کا مکان ہے، محبتوں کا لائٹ ہاؤس ہے۔ جس سے دنیا کے اندھیرے دور ہوں گے اور سب مل کر خدا کی حمد کے ترانے گائیں گے۔

سالانہ نمبر 2005ء بعنوان وصیت نمبر میں انٹرنیٹ ایڈیشن میں اشتہارات شامل میں نہیں کئے گئے۔

آج سے سو سال پہلے 1905ء میں تاریخ احمدیت

نظام وصیت کے قیام سے ایک سال قبل کے حالات، الٰہی تائیدات، آسمانی نشانات اور قرب وفات کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الہامات

7 جنوری — ڈویژنل جج امرتسر نے مقدمہ کرم دین میں حضرت مسیح موعود کو ہر الزام سے بری کر دیا اور جرمانہ کی واپسی کا فیصلہ دیا۔

فروری — تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم اور زلزلہ عظیمہ (جنگ عظیم) کی پیشگوئی۔ یہ کتاب حضور کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

10 مارچ — حضرت منشی عبدالحمید خان کپورتھلوی رفیق حضرت مسیح موعود کی وفات۔

21 مارچ — اخبار ''البدر'' کے مالک و مدیر حضرت بابو محمد افضل صاحب رفیق حضرت مسیح موعود وفات پاگئے۔

30 مارچ — حضرت مسیح موعود نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو اخبار البدر کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔

4 اپریل — حضور کی پیشگوئیوں کے مطابق کانگڑہ اور اس کے گرد سینکڑوں میل کے علاقہ میں زبردست زلزلہ آیا۔

5 اپریل — حضور نے ایک اشتہار بعنوان 'الدعوت' شائع کیا جس میں زلزلہ سے سبق حاصل کرنے کی تاکید کی۔

8 اپریل — حضور کو زلازل کے بارہ میں مزید الہامات ہوئے۔ اسی طرح 9 اور 29 اپریل کو بھی الہامات ہوئے جو آپ نے اشتہارات کے ذریعہ اہل ملک تک پہنچادیئے۔

اپریل — حضور نے پانچ ہزار کے چندہ خاص کی تحریک کرتے ہوئے اشتہار دیا۔

2 مئی — مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالنصر آہ کی قادیان آمد اور حضور سے ملاقات اور بیعت۔

5 مئی — حضور کو الہام ہوا ''آہ نادر شاہ کہاں گیا''۔ یہ پیشگوئی 1933ء میں پوری ہوئی۔

25 مئی — مولانا ابوالکلام آزاد کی قادیان آمد اور حضور سے ملاقات۔

22 جولائی — حضرت مولوی جمال الدین صاحب (سیدوالہ) رفیق حضرت مسیح موعود کی وفات۔

28 جولائی — حضرت مولانا نورالدین صاحب کی اہلیہ فاطمہ صاحبہ کی وفات۔

21 اگست — حضرت مولانا نورالدین صاحب کے بیٹے عبدالقیوم کی وفات۔

12 ستمبر — حضور کو الہام ہوا ''دو شہتیر ٹوٹ گئے''۔ یہ الہام اسی سال حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب کی وفات سے پورا ہوا۔

8 اکتوبر — اشتہار ''تبلیغ الحق'' کی اشاعت جس میں حضور نے حضرت امام حسینؓ اور اہل بیت رسولؐ سے بے انتہا محبت کا اظہار کیا۔

11 اکتوبر — حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی وفات۔ بعمر 47 سال۔

12 اکتوبر — حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی امانتاً تدفین ہوئی۔

18 اکتوبر — حضور نے رؤیا میں دیکھا کہ صرف دو تین گھونٹ پانی رہ گیا ہے۔

22 اکتوبر — حضور دہلی کے سفر پر روانہ ہوئے۔ 23 اکتوبر کو دہلی پہنچے۔

24 اکتوبر — حضور نے دہلی میں 6۔ اولیاء اللہ کی قبور پر دعا کی۔ بعض علماء ملاقات کیلئے آئے۔

25 اکتوبر — حضور چند اولیاء کے مزار پر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ بعض علماء کی آمد اور ملاقات۔

29 اکتوبر — حضور نے دہلی میں مزید چند اولیاء کی قبروں پر دعا کی۔
اسی دن حضور نے نقرس کی تکلیف کی وجہ سے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو قادیان سے دہلی بلوایا اور آپ پیغام ملتے ہی مطب سے چل پڑے اور اطاعت اور توکل کا غیر معمولی مظاہرہ پیش فرمایا۔

یکم نومبر — مرزا حیرت دہلوی کا چیلنج اور حضور کا جواب۔

4 نومبر — حضور کی دہلی سے لدھیانہ روانگی۔

5 نومبر — 11 بجے حضور کی لدھیانہ آمد۔

6 نومبر — حضور کا پرمعارف لیکچر جو لیکچر لدھیانہ کے نام سے شائع ہوا۔

8 نومبر — لدھیانہ سے حضور کی امرتسر آمد۔

9 نومبر — امرتسر میں حضور کا لیکچر

10 نومبر — حضور کی قادیان واپسی

20 نومبر — اہل ایمان کے بین الاقوامی اتحاد کے لئے حضور کو الہام ہوا۔

3 دسمبر — حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی وفات۔ آپ 1830ء میں پیدا ہوئے تھے۔

6 دسمبر — حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی وفات پر حضور نے علماء پیدا کرنے کی تحریک فرمائی اور اس بارہ میں احباب سے مشورہ لیا۔

دسمبر — حضور کو قرب وفات کے متعلق الہامات ہوئے۔

19 دسمبر — امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی پر فالج گرا اور سخت بیماری سے لاچار ہو کر اپنے مرکز صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔

20 دسمبر — رسالہ الوصیت کی اشاعت۔ بہشتی مقبرہ اور نظام وصیت کا اجراء اور نظام خلافت کے قیام کی پیشگوئی۔

26 تا 29 دسمبر — بہشتی مقبرہ کے مالی نظام کی نگرانی کیلئے حضور نے ''انجمن کارپردازان مصالح بہشتی مقبرہ'' قائم فرمائی۔ پہلی وصیت حضرت بابا حسن محمد صاحب اوجلوی نے کی۔
جلسہ سالانہ۔ حضور نے تین خطاب فرمائے۔

27 دسمبر — جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور کا خطاب بعنوان احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟۔

27 دسمبر — حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ گویا آپ کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا افتتاح ہوا۔

متفرق

1905ء کو احمدیت کا باقاعدہ پیغام ماریشس میں پہنچا۔ روز ہل کے ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر نور محمد نوردیا صاحب فرانسیسی زبان میں ایک اخبار ''دی اسلامز'' شائع کرتے تھے انہیں ریویو آف ریلیجنز کے چند پرچے ملے اور تحقیق کے بعد انہوں نے 1912ء میں احمدیت قبول کرلی۔

پبلشر آغا سیف اللہ، پرنٹر سلطان احمد ڈوگر مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/70 روپے

طیب اور پاکیزہ مال میں سے خرچ کرو یہ ایسی تجارت ہے جس کا بدلہ جنت ہے

انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق قرآنی ہدایات و احکامات

انفاق کی ترغیب

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں۔ (البقرہ: 255)

تو میرے ان بندوں سے کہہ دے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے مخفی طور پر بھی اور اعلانیہ طور پر بھی خرچ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی (کام آئے گی)۔ (ابراہیم: 32)

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تمہیں جانشین بنایا۔ پس تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے؟ تم میں سے کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بہت بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور قتال کیا۔ اور ہر ایک سے اللہ نے بہترین (اجر کا) وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (الحدید: 11,8)

قرضہ حسنہ کی جزا

اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضہ حسنہ دو اور اچھی چیزوں میں سے جو بھی تم خود اپنی خاطر آگے بھیجو گے تو وہی ہے جسے تم اللہ کے حضور بہتر اور اجر کے لحاظ سے عظیم تر پاؤ گے۔ پس اللہ سے بخشش طلب کرو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (المزمل: 21)

کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کرلیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ: 246)

کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے پس وہ اسے اس کے لئے بڑھادے اور اس کے لئے ایک بڑی عزت والا اجر بھی ہے۔ (الحدید: 12)

یقیناً صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو قرضہ حسنہ دیا ان کے لئے وہ بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے ایک باعزت اجر ہے۔ (الحدید: 19)

اور اللہ نے کہا یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی مدد کی اور اللہ کو قرضہ حسنہ دیا تو میں ضرور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کردوں گا اور ضرور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ پس تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ (المائدہ: 13)

بخل نہ کرو

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو (یہ) تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اور جو نفس کی کنجوسی سے بچائے جائیں تو یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (التغابن: 17,16)

دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ پھر تم میں سے وہ بھی ہے جو بخل سے کام لیتا ہے حالانکہ جو بخل سے کام لیتا ہے تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس کے خلاف بخل کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔ اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوا ایک متبادل قوم لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔ (محمد: 39)

اور تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (النور: 23)

بخل کے انجام کی تمثیل

ہم نے ان کو آزمایا جیسے گھنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور پو پھٹتے ہی اس کی فصل کاٹ لیں گے۔

اور وہ کوئی استثناء نہیں کرتے تھے (یعنی ان شاء اللہ نہیں کہتے تھے)۔

پس تیرے رب کی طرف سے اس (باغ) پر ایک گھومنے والا (عذاب) پھر گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔

پس وہ (باغ) ایسا ہوگیا جیسے کاٹ دیا گیا ہو۔

پس وہ صبح دم ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔

کہ سویرے سویرے اپنے زرعی رقبہ پر پہنچو اگر تم فصل کاٹنے والے ہو۔

پس وہ روانہ ہوئے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے جاتے تھے۔

کہ آج اس میں تمہارے مفاد کے خلاف ہرگز کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔

وہ کسی کو کچھ نہ دینے کے منصوبے باندھتے ہوئے گئے۔

پس جب انہوں نے اس کو دیکھا (تو) کہا کہ یقیناً ہم تو مارے گئے۔

بلکہ ہم تو محروم (ہوگئے) ہیں۔

ان میں سے بہترین شخص نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟

انہوں نے کہا پاک ہے ہمارا رب یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔

پس وہ ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہوئے چلے۔

کہنے لگے وائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی سرکش تھے۔

بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے۔ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں۔

عذاب اسی طرح ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً سب سے بڑا ہوگا۔ کاش وہ جانتے۔ (القلم 18 تا 34)

کامل نیکی

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ (آل عمران: 73)

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی اسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال دے اس کی محبت رکھتے ہوئے اقرباء کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو نیز گردنوں کو آزاد کرانے کی خاطر اور جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب وہ عہد باندھتے ہیں اور تکلیفوں اور دکھوں کے دوران صبر کرنے والے ہیں اور جنگ کے دوران بھی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صدق اختیار کیا اور یہی ہیں جو متقی ہیں۔ (البقرہ: 178)

مومنوں کی بنیادی صفت

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (البقرہ: 4)

اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔ (الشوریٰ: 39)

یقیناً وہ لوگ جو کتاب اللہ پڑھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے ان کو عطا کیا ہے پوشیدہ بھی خرچ کرتے ہیں اور اعلانیہ بھی وہ ایسی تجارت کی امید لگائے ہوئے ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ وہ ان کو ان کے اجور (ان کی توفیق کے مطابق) بھرپور دے بلکہ اس سے بھی زیادہ انہیں اپنے فضل سے بڑھائے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا (اور) بہت قدردان ہے۔ (فاطر: 31,30)

انفاق میں توازن

اور اپنی مٹھی (بخل کے ساتھ) بھینچتے ہوئے گردن سے نہ لگا لے اور نہ ہی اسے پورے کا پورا کھول دے کہ اس کے نتیجہ میں تو ملامت زدہ (اور) حسرت زدہ ہو کر بیٹھ رہے۔ (بنی اسرائیل: 30)

اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔ (الفرقان: 68)

پاکیزہ مال

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔ اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو سوائے اس کے کہ تم (سبکی کے خیال سے) اس سے صرف نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابل تعریف ہے۔

شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں

فحشاء کا حکم دیتا ہے۔ جبکہ اللہ تمہارے ساتھ اپنی جناب سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

(البقرہ:269,268)

اور جو بھی تم قابل خرچ چیزوں میں سے خرچ کرو یا منتوں میں سے کوئی منت مانو تو یقیناً اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

(البقرہ:271)

آسائش اور تنگی میں خرچ

وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آل عمران:135)

خفیہ اور اعلانیہ خرچ

تم اگر صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی عمدہ بات ہے اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور وہ (اللہ) تمہاری بہت سی برائیاں تم سے دور کردے گا۔ اور اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (البقرہ:272)

وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

(البقرہ:275)

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر صبر کیا اور نماز کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے چھپا کر بھی اور اعلانیہ بھی خرچ کیا اور جو نیکیوں کے ذریعہ برائیوں کو دور کرتے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے گھر کا (بہترین) انجام ہے۔

(الرعد:23)

اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک بندے کی جو کسی کی ملکیت ہو اور وہ کسی چیز پر کوئی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کی بھی جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہو اور وہ اس میں سے خفیہ طور پر بھی خرچ کرتا ہو اور اعلانیہ بھی۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔ (النحل:76)

انفاق اور ایثار

اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔
ہم تمہیں محض اللہ کی رضا کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم ہرگز نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

(الدھر:10,9)

ان درویش مہاجرین کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے اموال سے (الگ کیے گئے)۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو سچے ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ ان سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو ان (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (الحشر:10,9)

احسان نہ جتاؤ

وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

اچھی بات کہنا اور معاف کردینا زیادہ بہتر ہے ایسے صدقہ سے کہ کوئی آزار اس کے پیچھے آرہا ہو۔ اور اللہ بے نیاز (اور) بردبار ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا اذیت دے کر ضائع نہ کیا کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کی خاطر خرچ کرتا ہے اور نہ تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ یوم آخر پر۔ پس اس کی مثال ایک ایسی چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی (کی تہ) ہو۔ پھر اس پر موسلا دھار بارش برسے تو اسے چٹیل چھوڑ جائے۔ جو کچھ وہ کماتے ہیں اس میں سے کسی چیز پر وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

(البقرہ:263 تا265)

سود اور صدقات

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ ہر سخت ناشکرے (اور) بہت گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرہ:277)

اور جو تم سود کے طور پر دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں مل کر وہ بڑھنے لگے تو اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔ اور اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تم جو کچھ زکوٰۃ دیتے ہو تو یہی ہیں وہ لوگ جو (اسے) بڑھانے والے ہیں۔ (الروم:40)

انفاق کی برکات

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی؟

تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کردے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(الصّف:11 تا13)

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں انہیں جنت ملے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس کے ذمہ یہ پختہ وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں (بیان) ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ پس تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ:111)

(یہ باغات ان کے لئے ہیں) جو صبر کرنے والے ہیں اور سچ بولنے والے ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔

(آل عمران:18)

اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو وہ تمہیں بھرپور واپس کردیا جائے گا اور ہرگز تم سے کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ (البقرہ:273)

خرچ کرنے والوں کی مثال

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔ (البقرہ:266)

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

(البقرہ:262)

صدقات کا مقصد

تو ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کرلیا کر، اس ذریعہ سے تو انہیں پاک کرے گا نیز ان کا تزکیہ کرے گا۔ اور ان کے لئے دعا کیا کر یقیناً تیری دعا ان کے لئے سکینت کا موجب ہوگی اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

کیا انہیں علم نہیں ہوا کہ بس اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ منظور کرتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (التوبہ:104,103)

انفاق کے مصارف

وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ تو کہہ دے کہ تم (اپنے) مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اور اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اس کا خوب علم رکھتا ہے۔ (البقرہ:216)

صدقات تو محض محتاجوں اور مسکینوں اور ان (صدقات) کا انتظام کرنے والوں اور جن کی تالیف قلب کی جارہی ہو اور گردنوں کو آزاد کرانے اور چٹی میں مبتلا لوگوں اور اللہ کی راہ میں عمومی خرچ کرنے اور مسافروں کے لئے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔ (التوبہ:60)

اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو بھی اور مسافر کو بھی مگر فضول خرچی نہ کر۔ (بنی اسرائیل:27)

پس جہاں تک یتیم کا تعلق ہے تو اس پر سختی نہ کر۔
اور جہاں تک سوالی کا تعلق ہے تو اسے مت جھڑک۔

(الضحیٰ:11,10)

(یہ خرچ) ان ضرورت مندوں کی خاطر ہے جو خدا کی راہ میں محصور کردیئے گئے (اور) وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک لاعلم (ان کے) سوال سے بچنے (کی عادت) کی وجہ سے انہیں متمول سمجھتا ہے۔ (لیکن) تو ان کے آثار سے ان کو پہچانتا ہے۔ وہ پیچھے پڑ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔ اور جو کچھ بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ (البقرہ:274)

اور وہ لوگ جن کے اموال میں ایک معین حق ہے۔ مانگنے والے کے لئے اور محروم کے لئے۔

(المعارج:26,25)

اور ان کے اموال میں سوال کرنے والوں اور بے سوال ضرورت مندوں کے لئے ایک حق تھا۔

(الذاریات:20)

تا کہ وہ وہاں پر اپنے فوائد کا مشاہدہ کرسکیں اور چند معروف دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر (بلند) کریں اس (احسان) پر کہ اس نے مویشی چوپایوں کے ذریعہ انہیں رزق عطا کیا ہے۔ پس ان میں سے (خود بھی) کھاؤ اور محتاج ناداروں کو بھی کھلاؤ۔ (الحج:29)

پس وہ عقبہ پر نہیں چڑھا۔
اور تجھے کیا سمجھائے کہ عقبہ کیا ہے؟
گردن کا آزاد کرنا۔
یا ایک عام فاقے والے دن میں کھانا کھلانا۔
ایسے یتیم کو جو قرابت والا ہو۔
یا ایسے مسکین کو جو خاک آلودہ ہو۔

(البلد:12 تا17)

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات۔ احادیث نبویہؐ کی روشنی میں

خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا رضائے الٰہی، انشراح صدر، آگ سے نجات اور فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق ہوتا ہے

اللہ اور جنت کے قریب

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ جنت کے قریب ہوتا ہے۔ لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ جنت سے دور ہوتا ہے لوگوں سے دور ہوتا ہے مگر دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور ان پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

(جامع ترمذی کتاب البر والصلہ باب السخاء حدیث نمبر 1884)

رضائے الٰہی

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ سنایا۔ ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ آزمائش کے طور پر ان کی بیماریاں دور کردی گئیں اور منہ مانگے اموال دے دیئے گئے۔ پھر ایک فرشتہ انسانی شکل میں باری باری سب کے پاس گیا اور اللہ کے نام پر مانگا۔ تو سابقہ کوڑھی اور سابقہ گنجے نے اس غریب کو دھتکار دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ پرانی حالت پر واپس چلے گئے مگر سابقہ اندھے نے دل کھول کر دیدیا۔ اس پر فرشتے نے اسے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور تیرے ساتھیوں پر ناراض ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث ابرص حدیث نمبر 3205)

حقوق العباد کی ادائیگی

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے جسم کے ہر عضو پر صبح صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ تکبیر کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ حدیث نمبر 1181)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہم سفر تھے۔ ایک شخص سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا یعنی بڑا ضرورت مند نظر آتا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس شخص کے پاس زائد خوراک ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس کوئی زادراہ نہیں۔ آپؐ نے اسی طرح مال کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ شائد ضرورت سے زیادہ اموال میں کسی کا کوئی ذاتی حق ہی نہیں اور اسے چاہئے کہ وہ اس زائد مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر ہمیشہ تیار رہے۔

(مسلم کتاب اللقطہ باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال حدیث نمبر 3258)

مال میں اضافہ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لئے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب حدیث نمبر 1321)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ ہمیں صدقہ دینے کی تلقین فرماتے تو ہم لوگ بازاروں میں چلے جاتے اور مزدوری کرتے اور جو تھوڑی بہت رقم ملتی اسے پیش کر دیتے۔

ابومسعودؓ کہتے ہیں آج ان میں سے کئی صحابہ لاکھوں کے مالک ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار حدیث نمبر 1327)

حضرت خریم بن فاتک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ خرچ کرتا ہے۔ اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا دیا جاتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الذکوٰۃ باب فضل النفقۃ حدیث نمبر 1550)

حضرت ابوکبشہ انماریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تین باتیں میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں انہیں اچھی طرح یاد رکھو۔ کسی بندے کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔ جب کسی پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔ اور جب کوئی شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ اس کے لئے فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد باب مثل الدنیا حدیث 2247)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کرتا رہ۔ میں تجھے عطا کروں گا۔

(بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقۃ حدیث نمبر 4933)

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کو نصیحت فرمائی لاتحصی فیحصی اللہ علیک

اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔

لاتوکی فیوکی علیک

اپنی روپوں کی تھیلی کا منہ (بخل کی راہ سے) بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا (یعنی اگر کوئی روپیہ اس سے نکلے گا نہیں تو آئے گا کہاں سے؟) جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کیا کرو۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ حدیث نمبر 1344,1343)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو لوگ دنیا میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں آخرت میں وہی نادار ہوں گے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ نے دولت دی ہو پھر وہ دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے (چاروں طرف) اس کو لٹائے (محتاجوں کو دے) اور دولت کو نیک کام میں خرچ کرے وہ آخرت میں نادار نہ ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب المکثرون ھم المقلون حدیث نمبر 5962)

باعث اجر

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال میں سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ نیت فساد کی نہ ہو تو اس عورت کو بھی ثواب ملے گا، خاوند کو بھی ثواب ملے گا اور خازن کو بھی ثواب ملے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اجر المرأۃ حدیث نمبر 1350)

آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا تو جو کچھ بھی رضائے الٰہی کی نیت سے راہ خدا میں خرچ کرے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو اس کا بھی تجھے اجر دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب ان الاعمال بالنیات حدیث نمبر 54)

نیکیوں کی توفیق

حضرت حکیم بن حزامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کفر کے زمانہ میں جو میں نے نیکیاں کی ہیں جیسے خیرات کرنا، غلام آزاد کرنا، صلہ رحمی کرنا۔ کیا ان کا ثواب مجھ کو ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا تو جتنے نیک کام کر چکا ہے انہی کی وجہ سے مسلمان ہوا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من تصدق فی الشرک حدیث نمبر 1346)

کامل نیکی کا حصول

جب سورۃ آل عمران کی آیت 93 نازل ہوئی کہ تم کامل نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنا محبوب گھوڑا شبلہ حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضور نے وہ گھوڑا قبول فرما کر ان کے بیٹے اسامہ کو دے دیا۔ اس بات سے زیدؓ کے چہرے پر اداسی پھیل گئی تو حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس صدقہ کو تمہاری جانب سے قبول فرمالیا ہے۔

(درمنثور جلد 2 ص 260 جلال الدین سیوطی۔ دارالفکر بیروت 1993ء)

فتنوں سے بچاؤ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کو اس کے اہل و عیال اور ہمسایوں کی طرف سے بھی فتنہ پہنچتا ہے۔ جس کو نماز اور صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کر دیتے ہیں۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ تکفر الخطیئۃ حدیث نمبر 1245)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔ اور صدقہ خطاؤں کو بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔ اور نماز مومن کا نور ہے۔ اور روزہ آگ سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب الحسد حدیث نمبر 4200)

اعمال جاریہ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے۔ صدقہ جاریہ۔ ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک اولاد جو میت کے لئے دعا کرے۔

(صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب حدیث نمبر 3084)

رزق حلال کا حصول

ماخوذ

چند بگڑے ناموں کا تذکرہ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ صرف پاک اور طیب مال قبول کرتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة من کسب طیب حدیث نمبر 1321)

انشراح صدر

آنحضرت ﷺ نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی بیان فرمائی۔ جنہوں نے لوہے کے دو جبے سینے سے گلے تک پہن رکھے ہوں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے۔ اس کا جبہ مزید کھلا اور فراخ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام جسم حتیٰ کہ انگلیوں کے پوروں تک کو ڈھانک لیتا ہے۔ (اور اس کا نشان تک مٹ جاتا ہے) اور بخیل ہر دفعہ جب کچھ خرچ نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لوہے کے جبہ کے حلقے تنگ پڑتے جاتے ہیں وہ ان کو کشادہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر نہیں کر پاتا۔ (یعنی سخت تنگی اور گھٹن کی کیفیت میں ہوتا ہے۔)

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب مثل البخیل حدیث نمبر 1352)

حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ کچھ عطا فرماویں حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہیں دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میری طرف سے اپنی ضرورت کی چیز ادھار خرید لو یہ تیرا مجھ پر قرض رہا۔ جب میرے پاس کوئی مال آئے گا تو میں ادا کردوں گا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ اسے دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ ذمہ داری آپؐ پر نہیں ڈالی جو آپؐ کے بس میں نہیں۔

رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کی اس بات کو ناپسند فرمایا۔ اتنے میں ایک انصاری کہنے لگا یا رسول اللہ خوب خرچ کریں اور عرش والے خدا کے بارہ میں یہ کبھی نہ سوچیں کہ وہ آپ کا ہاتھ تنگ رکھے گا۔ انصاری کی یہ بات حضورؐ کو بہت پسند آئی اور آپ کا چہرہ مبارک بشاشت سے کھل گیا اور مسکرا کر فرمایا مجھے سوچ کے اسی انداز کا حکم دیا گیا ہے۔

(شمائل الترمذی باب فی خلق رسول اللہ)

قابل رشک

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقه حدیث نمبر 1320)

زاد آخرت

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کروائی (اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا اور کچھ گھر میں بھی کھانے کے لئے رکھ لیا) اس پر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کس قدر گوشت بچ گیا۔ میں نے جواب دیا دستی بچی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا سارا بچ گیا ہے سوائے اس دستی کے یعنی جس قدر تقسیم کیا گیا۔

(مسند احمد حدیث نمبر 23107)

ایک بار آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کی مجلس میں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جسے (اپنے بعد میں ہونے والے) وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔ آپ نے فرمایا تو پھر یاد رکھو تمہارا اصل مال وہی ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھجوا چکے ہو جو پیچھے باقی رہ گیا وہ وارثوں کا مال ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ماقدم من ماله فهوله حدیث نمبر 5961)

نفع مند مال

جب سورۃ آل عمران کی آیت 93 نازل ہوئی کہ تم کامل نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو تو حضرت ابوطلحہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بیرحاء نامی اپنا باغ سب سے زیادہ محبوب ہے اسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضورؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ مال بہت نفع مند ہے۔ بہت عمدہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر زیر آیت حدیث نمبر 4189)

حضرت صہیبؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ انہوں نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ تم مکہ میں محتاج ہو کر آئے تھے لیکن یہاں آکر دولتمند ہو گئے اب یہ مال لے کر ہم تمہیں یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔ حضرت صہیبؓ نے کہا اگر میں یہ سارا مال تمہیں دے دوں تو پھر جانے دو گے۔ اس پر کفار راضی ہو گئے۔ اور حضرت صہیبؓ سارا مال دے کر متاع ایمان کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ صہیب نے نفع بخش سودا کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 227 دار بیروت۔ بیروت 1957ء)

نجات کا راستہ

حضرت ابوامامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ حضورؐ فرما رہے تھے۔

اللہ سے ڈرو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو، ایک ماہ کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(جامع ترمذی۔ کتاب الجمعہ حدیث نمبر 559)

آگ سے بچاؤ

آنحضرت ﷺ نے ایک لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے کنگن دیکھے تو فرمایا۔ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ خدا تمہیں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے اس نے یہ سن کر فوراً کنگن اتار کر آپ کے سامنے ڈال دیئے اور کہا یہ خدا اور رسول کی خدمت میں پیش ہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز حدیث نمبر 1336)

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خدا کی راہ میں صدقہ دینے کی استطاعت ہو۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار حدیث نمبر 1328)

اوپر والا ہاتھ

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صدقہ دینے اور سوال سے بچنے کی تلقین کی اور فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ حدیث نمبر 1339)

سایہ رحمت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ سات آدمی قیامت کے دن سایہ رحمت الٰہی کے نیچے ہوں گے۔ ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة بالیمین حدیث نمبر 1334)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک آدمی بے آب و گیاہ جنگل میں جا رہا تھا بادل گھرے ہوئے تھے۔ اس نے بادل میں سے آواز سنی کہ اے بادل فلاں نیک انسان کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل اس طرف کو ہٹ گیا۔ پتھریلی سطح مرتفع پر بارش برسی، پانی ایک چھوٹے سے نالے میں بہنے لگا۔ وہ شخص بھی اس نالے کے کنارے کنارے چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ یہ نالہ ایک باغ میں جا داخل ہوا ہے اور باغ کا مالک کدال سے پانی اِدھر اُدھر مختلف کیاریوں میں لگا رہا ہے۔ اس آدمی نے باغ کے مالک سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس مسافر نے اس بادل میں سے سنا تھا پھر باغ کے مالک نے اس مسافر سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں نے اس بادل میں سے جس کی بارش کا تم پانی لگا رہے ہو یہ آواز سنی تھی کہ اے بادل فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ تم نے کون سا ایسا نیک عمل کیا ہے جس کا یہ بدلہ تجھ کو ملا ہے۔ باغ کے مالک نے کہا۔ اگر آپ پوچھتے ہیں تو سنیں۔ میرا طریق کار یہ ہے کہ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے گزارہ کے لئے رکھتا ہوں اور باقی ایک تہائی دوبارہ ان کھیتوں میں بیج کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الزہد باب الصدقة فی المساکین حدیث نمبر 5299)

دعاؤں کے مستحق

حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی قوم صدقات لے کر آتی تو آپ دعا دیتے اللّٰھم صل علیٰ آل فلان کہ اے اللہ فلاں کی آل پر بھی فضل فرما۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب صلوٰۃ الامام و دعائه حدیث نمبر 1402)

حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جمع زکوٰۃ کے لئے ایک محصل روانہ فرمایا اسے ایک شخص نے ایک کمزور اور کم عمر اونٹ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کی اے اللہ اس شخص اور اس کے اونٹ میں برکت نہ ڈال۔ اس شخص کو جب یہ خبر پہنچی تو ایک عمدہ اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا اور کہا میں اللہ کے حضور توبہ کا خواستگار ہوں۔ تو رسول اللہؐ نے دعا کی اے اللہ اسے اور اس کے اونٹ میں برکت عطا فرمانا۔

(سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب الجمع بین متفرق حدیث نمبر 2415)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے پیدا کر۔ اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک رکھنے والے کو ہلاکت دے اور اس کا مال برباد کر دے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللّٰہ فاما من اعطیٰ حدیث نمبر 1351)

انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق حضرت مسیح موعود کے پاکیزہ وپر معارف ارشادات

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار ہے

یہ زمانہ جانیں دینے کا نہیں مالوں کے بقدر استعداد خرچ کرنے کا ہے

محبوب چیزوں کا خرچ کرنا

بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نص صریح ہے (۔) جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے، اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو۔ کیا صحابہ کرامؓ مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کیلئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، تب کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی، ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان ہے، کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟

بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے، حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں، خدا ٹھگا نہیں جا سکتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضا الٰہی کے حصول کیلئے تکلیف کی پروا نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 47)

خدمت میں جان توڑ کوشش کرو

اس وقت کا قدر کرو اور اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے۔ پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ تمام خیالات ادب سے دور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمات میں بھی سست مت ہو۔ بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس طرح پر کہ ایک نیکی میں فتور ڈال کر دوسری نیکی بجا لاتا ہے۔ وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم ان نیکیوں اور خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجا لاؤ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 499)

خدا تمہاری خدمتوں کا محتاج نہیں

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کیلئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلوتہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کرے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 397)

حسب توفیق پیش کرو

ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے۔ اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

سونے کا پہاڑ

جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا، میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آ جائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ: 497)

مال سے محبت مت کرو

اے مخلصو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں کو قوت بخشے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ثواب حاصل کرنے اور امتحان میں صادق نکلنے کا یہ موقع دیا ہے۔ مال سے محبت مت کرو کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کو نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 318)

بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے

میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کیلئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 498)

بخیل ثواب سے محروم رہتا ہے

اے عقلمندو! خدا کے راضی کرنے کا یہ وقت ہے کہ پھر نہیں ملے گا...... خدا کی راہ میں صدق دل سے خدمت کیلئے حاضر ہو جانا ایک ایسا مبارک امر ہے جو درحقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دنیا میں اس کی عنایت کی حاجت ہے اس کو چاہئے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے دق میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کیلئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے کر لے کہ وہ حتی الوسع بلا ناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنی مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کیلئے سعی کرتا رہے گا۔ یہ منافقانہ کام ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آوے تب خدا اور اہل خدا یاد آ جائیں۔ اور جب آرام اور امن دیکھیں تو لاپروا ہو جائیں۔ خدا غنی بے نیاز ہے اس سے ڈرو اور اس کا فضل پانے کیلئے اپنے صدق کو دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 165)

چندوں کی اہمیت

قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاوے مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتا ہی نہیں چاہئے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس وقت اس سلسلہ کو بہت سی امداد کی ضرورت ہے۔ انسان اگر بازار جاتا ہے تو بچے کی کھیلنے والی چیزوں پر ہی کئی کئی پیسے خرچ کر دیتا ہے تو پھر یہاں اگر ایک ایک پیسہ دے دیوے تو کیا حرج ہے؟ خوراک کیلئے خرچ ہوتا ہے، لباس کیلئے خرچ ہوتا ہے۔ اور ضرورتوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا دین کیلئے ہی مال خرچ کرنا گراں گزرتا ہے؟ دیکھا گیا ہے کہ ان چند دنوں میں صدہا آدمیوں نے بیعت کی ہے مگر افسوس ہے کہ کسی نے ان کو کہا بھی نہیں کہ یہاں چندوں کی ضرورت ہے۔ خدمت کرنی بہت مفید ہوتی ہے جس قدر کوئی خدمت کرتا ہے اسی قدر وہ راسخ الایمان ہو جاتا ہے اور جو کبھی خدمت نہیں کرتے۔ ہمیں تو ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 358)

رزق میں برکت

چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس عہد کرے کہ میں اتنا چندہ دیا کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ اس دفعہ (دعوت الی اللہ) کیلئے جو بڑا بھاری سفر کیا جاوے تو اس میں ایک رجسٹر بھی ہمراہ رکھا جاوے۔ جہاں کوئی بیعت کرنا چاہے اس کا نام اور چندہ کا عہد درج رجسٹر کیا جاوے اور ہر ایک آدمی کو چاہئے کہ وہ عہد کرے کہ مدرسہ میں اس قدر چندہ دیوے گا اور لنگر خانہ میں اس قدر۔

بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ نہایت درجہ کا بخیل اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کیلئے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہئے ایک روٹی کی مقدار اس میں سے اس سلسلہ کیلئے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کیلئے اسی طرح سے نکالا کرے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 360)

چندوں کی ابتدا

چندے کی ابتدا اس سلسلہ سے ہی نہیں ہے بلکہ مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانہ میں بھی چندے جمع کئے گئے تھے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ذرا چندے کا اشارہ ہوا تو تمام گھر کا مال لا کر سامنے رکھ دیا پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ حسب مقدور کچھ دینا چاہئے اور آپ کی منشا تھی کہ دیکھا جاوے کہ کون کس قدر لاتا ہے۔ ابوبکرؓ نے سارا مال لا کر سامنے رکھ دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے نصف مال۔ آپ نے فرمایا کہ یہی فرق تمہارے مدارج میں ہے اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ کوئی جانتا ہی نہیں کہ مدد دینی بھی ضروری ہے۔ حالانکہ اپنی گزران عمدہ رکھتے ہیں ان کے برخلاف ہندوؤں وغیرہ کو دیکھو کہ کئی کئی لاکھ چندہ جمع کر کے کارخانہ چلاتے ہیں اور بڑی بڑی مذہبی عمارات بناتے اور دیگر موقعوں پر صرف کرتے ہیں حالانکہ یہاں تو بہت ہلکے چندے ہیں۔ پس اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتا تو اسے خارج کرنا چاہئے وہ منافق ہے اور اس کا دل سیاہ ہے۔ ہم ہرگز نہیں کہتے کہ ماہواری روپے ہی ضرور دو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاہدہ کر کے دو جس میں کبھی فرق نہ آوے......

یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے اس کو نباہنا چاہئے۔ اس کے برخلاف کرنے میں خیانت ہوا کرتی ہے۔ کوئی کسی ادنیٰ درجہ کے نواب کی خیانت کر کے اس کے سامنے نہیں ہوسکتا تو احکم الحاکمین کی خیانت کر کے کس طرح اسے اپنا چہرہ دکھلا سکتا ہے۔ ایک آدمی سے کچھ نہیں ہوتا۔ جمہوری امداد میں برکت ہوا کرتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیوی سلطنتیں زور سے ٹیکس وغیرہ لگا کر وصول کرتے ہیں۔ اور یہاں ہم رضا اور ارادہ پر چھوڑتے ہیں۔ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے۔

پس ضرور ہے کہ ہزار در ہزار آدمی جو بیعت کرتے ہیں ان کو کہا جاوے کہ اپنے نفس پر کچھ مقرر کریں اور اس میں پھر غفلت نہ ہو۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 361)

بقدر استطاعت خرچ کرنے کا زمانہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۔) جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ جل شانہ کے راہ میں خرچ نہ کرو۔ تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔

اس وقت ہماری جماعت قریباً تین لاکھ ہے اگر ایک ایک پیسہ ہی اس سلسلہ کی امداد مثل لنگر و مدرسہ وغیرہ امداد دیں تو لاکھوں پیسے ہوسکتے ہیں۔ قطرہ قطرہ بہم شد دریا ایک ایک بوند پانی سے دریا بن جاتا ہے تو کیا ایک ایک پیسہ سے ہزار ہا روپیہ نہیں بن سکتا اور کیا سلسلہ کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں؟

اگر ایک شخص چار روٹیاں کھاتا ہے آدھی بھی اگر روٹی بچالے تو بھی اس عہد سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اکثر لوگوں کو اب تک کہا بھی نہیں جاتا کہ ہمارے سلسلہ کیلئے کسی چندہ کی ضرورت ہے۔ بہت سے لوگ رو رو کر بیعت کر کے جاتے ہیں۔ اگر ان کو کہا جاوے تو ضرور وہ چندہ دیویں۔ مگر ترغیب دینا ضروری ہے۔ پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو۔ ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقعہ ہاتھ آنے کا نہیں۔ کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے۔

(الحکم 10 جولائی 1903ء ملفوظات جلد سوم صفحہ 360)

سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے

متقی کی شان میں مما رزقنٰھم ینفقون (جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں) آیا ہے۔ یہاں متقی کے لئے مما کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ وہ اس وقت وہ ایک اعمیٰ کی حالت میں ہے اس لئے جو کچھ خدا نے اس کو دیا اس میں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا تو دیکھ لیتا کہ اس کا کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا جو اتقا میں لازمی ہے اس حالت اتقا کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دیئے میں سے کچھ دلوایا۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول کریم ﷺ اتقا کے درجے سے گزر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے اس لئے مما ان کی شان میں نہ آیا کیونکہ وہ شخص اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا۔ لیکن یہ لازمہ متقی تھا۔ کیونکہ خدا کی راہ میں دینے سے بھی اسے نفس کے ساتھ جنگ تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ ہاں رسول اکرم ﷺ نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 19)

اگر مالی عبادت انسان اسی قدر بجا لاوے کہ اپنے اموال محبوبہ مرغوبہ میں سے کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ماسویٰ سے بکلی دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اس کا ہے۔ وہ اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہو جائے یہاں تک کہ جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کیلئے تیار ہو۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 140-139)

دو مقبول گروہ

میں دیکھتا ہوں کہ اگرچہ لاکھوں انسان اس جماعت میں داخل ہوجائیں گے اور ہو رہے ہیں مگر مقبول دو گروہ ہی ہیں۔

1۔ اول وہ گروہ جنہوں نے بعد اس کے جو مجھے پہچان لیا جو میں خدا کی طرف سے ہوں بہت سے نقصان اٹھا کر اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور قادیان میں اپنے گھر بنا لیے اور اس درد کی برداشت کی جو ترک وطن اور ترک احباب وطن میں ہوا کرتی ہے۔ یہ گروہ مہاجرین ہے اور میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کا بڑا قدر ہے۔ کیونکہ خدا کے واسطے اپنے وطنوں کو چھوڑنا اور اپنے چلتے ہوئے کاموں کو خاک میں ملا دینا اور اپنے وطن کی پیاری مٹی کو خدا کے لیے الوداع کہہ دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ فطوبیٰ للغرباء المہاجرین۔ دوسرا گروہ انصار ہے اور وہ اگرچہ اپنے وطنوں میں ہیں، لیکن ہر ایک حرکت اور سکون میں ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور وہ مال سے محض خدا کو راضی کرنے کے لیے مدد دیتے ہیں (۔)

میرا نور قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے جو ایسے مبارک کام کے لیے اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں جو مومن کے لیے جنت کو واجب کرتا ہے۔ (۔) میں خوب جانتا ہوں کہ اگر انسان بیہودہ عذرات کی طرف مائل نہ ہو اس قدر رقم ان لوگوں کے لیے کچھ مشکل نہیں جو چالیس یا پچاس یا اس سے زیادہ آمدنی رکھتے ہیں۔ مثلاً عورتوں کا زیور ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر صدق دل ہو تو اس میں سے کچھ ایسے کام کے لیے آسکتا ہے۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ جب نیک بخت عورتیں اپنے دیندار خاوندوں اور باپوں اور بھائیوں کے منہ سے ایسی باتیں سنتی ہیں تو خود ان کا ایمانی جوش حرکت کرنے لگتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے خاوندوں کے حوصلہ سے زیادہ ایک رقم کثیر پیش کر دیتی ہیں بلکہ بعض عورتیں بعض مردوں سے صدہا درجے اچھی ہوتی اور موت کو یاد رکھتی ہیں۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ جبکہ کبھی کبھی اس زیور کو چور لے جاتے ہیں یا کسی اور طریق سے تباہ ہو جاتا ہے تو پھر اس سے بہتر کیا ہے کہ اس خدا کے لیے جس کی طرف عنقریب کوچ کرنا ہے کوئی حصہ زیور کا خرچ کیا جائے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم 316)

میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو

اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لیے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 33)

دور خلافت خامسہ کا تاریخ ساز پیغام اور وصیت کے آسمانی نظام میں شمولیت کی عظیم الشان تحریک

میری خواہش ہے کہ ایک سال میں کم از کم 15 ہزار نئی وصایا ہو جائیں اور 2008ء میں جب قیام خلافت پر سو سال ہو جائیں گے تو دنیا کے ہر ملک میں ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں جو چندہ دہند ہیں ان میں سے کم از کم پچاس فیصد تو اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یکم اگست **2004**ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر اختتامی خطاب کا آخری حصہ

حضرت اقدس مسیح موعود نے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ سنو اور یاد رکھو کہ میرے آنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت قائم کروں جو صرف دنیا پر ہی نہ ٹوٹی پڑتی ہو بلکہ اُس کو آخرت کی بھی فکر ہو۔ اُس کو یہ بھی فکر ہو کہ ہم نے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اور ہمارے اعمال ایسے ہوں کہ جو خاتمہ بالخیر کی طرف لے جانے والے ہوں۔ اور جب ہم اللہ کے حضور حاضر ہوں تو خالی ہاتھ نہ ہوں۔ فرمایا کہ اعمال کو سجانے کے لئے دو باتوں کا خیال رکھو اگر ان کے مطابق تم نے عمل کر لئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بندوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اور وہ باتیں کیا ہیں؟ حقوق اللہ یعنی اللہ کی عبادت کرنا اُس کی وحدانیت کا اعلان کرنا، اُس کا خوف اور خشیت اپنے پر طاری رکھنا اور اُس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنا۔ دوسری یہ کہ اُس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا اور معاشرے سے فساد کو ختم کرنا۔ اُس کا بھی آخری نتیجہ یہی نکلے گا کہ تم حقوق اللہ ادا کرنے والے ہو گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو گے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے بارے میں تم سنتے بھی ہو جانتے بھی ہو مگر پھر بھی تم کو عمل کرنے کی اس طرح توفیق نہیں ملتی جس طرح کہ ان کو بجا لانے کا حق ہے تو فرمایا کہ اس کے تین طریق ہیں۔ ایک تو یاد رکھو کہ ہر کام کو کرنے کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ دنیاوی امتحانوں کے لئے بھی ایک لمبا عرصہ تیاری کرتے ہو تو پھر کہیں جا کر کامیاب ہوتے ہو۔ اگر پھر کسی خاص شعبہ میں جانے کے لئے مطلوبہ نمبر یا گریڈ نہ ملیں تو پھر کوشش ہوتی ہے تا کہ گریڈ امپروو (improve) ہو جائے۔ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے بھی تمہیں کوشش کرنی ہو گی۔ پھر یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا معاملہ ہے اس لئے صرف تمہاری تدبیروں اور کوششوں سے یہ مقام حاصل نہیں ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہی یہ معیار تمہیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے تمہیں خدا تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہو گا، اُس کے حضور گڑگڑانا ہو گا، اُس سے دعائیں مانگنی ہوں گی۔ اور جب تم کوشش کے ساتھ دعاؤں میں لگو گے تو تم ان لوگوں میں شامل ہونے والوں کی طرف قدم اُٹھانے والے ہو گے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہاں بھی شیطان تمہارے راستے میں روڑے اٹکاتا رہے گا، تمہیں ورغلاتا رہے گا۔ تو تدبیر اور دعا کے ساتھ یہ بھی کوشش کرو کہ تم صحبتِ صالحین سے فائدہ اُٹھاؤ۔ نیک مجالس اور نیک لوگوں میں بیٹھنے کی کوشش کرو جو تمہیں نیکیوں کی تلقین کرنے والے ہوں اور نیک اعمال بجا لانے والے ہوں۔ تو اس طرح تم نیکیوں کے معیار قائم کرتے چلے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو گے۔

یہ ارشادات جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا جن کا خلاصہ میں نے بیان کیا ہے یہ 1904ء میں آپ نے جلسہ سالانہ میں فرمائے تھے اور بڑے درد سے آپ نے جماعت کو انجام بخیر ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ لیکن ٹھیک ایک سال کے بعد جیسا کہ میں نے پہلے ضمناً ذکر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ جماعت کو بتا دو کہ نیکیوں پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور انجام بخیر حاصل کرنے کے لئے ایک اور ذریعہ بھی ہے جو تمہیں نیکیوں پر قائم رہنے اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے میں مددگار ہو گا بلکہ انتہائی اہم نسخہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور حقوق العباد ادا کرنے کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور وہ ہے نظامِ وصیت۔ اس کی اہمیت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اُس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں''۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308 مطبوعہ لندن)

پس آپ نے وصیت کا نظام جاری کرتے ہوئے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ یہ نظام خدا تعالیٰ کا قرب پانے کا ایک ذریعہ ہے اور اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں خدا تعالیٰ سے خاص انعام ملے تو اس نظام میں شامل ہو جاؤ اور اس دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

''دنیا کے کام کسی نے نہ تو کبھی پورے کئے ہیں اور نہ ہی کرے گا۔ دنیا دار لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم کیوں دنیا میں آئے اور کیوں جائیں گے۔ کون سمجھاوے جب کہ خدائے تعالیٰ نے نہ سمجھایا ہو۔ دنیا کے کام کرنا گناہ نہیں مگر مومن وہ ہے جو درحقیقت دین کو مقدم سمجھے اور جس طرح اس ناچیز اور پلید دنیا کی کامیابیوں کے لئے دن رات سوچتا یہاں تک کہ پلنگ پر لیٹے بھی فکر کرتا ہے اور اس کی ناکامی پر سخت رنج اُٹھاتا ہے ایسا ہی دین کی غمخواری میں بھی مشغول رہے۔ دنیا سے دل لگانا بڑا دھوکہ ہے۔ موت کا ذرا اعتبار نہیں''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم مکتوب نمبر 9 صفحہ 73,72)

بعض لوگوں کی صرف دنیا کمانے اور نفس کی خواہشات کی طرف توجہ رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اور دینی معاملات کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ انسان یہ بھول جاتا ہے کہ موت کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ اس لئے انجام بخیر ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں رہتی۔

ایک جگہ آپ نے فرمایا: ''اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اُس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضبِ الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذّات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال

چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اُس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے۔ اور اُن دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اُس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ''۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308-307)

تو یہ وصیت کا جب نظام جاری فرمایا تو اُس وقت کا آپ کا یہ ارشاد ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں اتنی حیثیت ہے جتنی کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر وہ اُسے نکال کر دیکھے کہ اُس پر کتنا پانی لگا ہوا ہے''۔

(ترمذی کتاب الزھد۔ باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللّٰہ)

تو جب دنیا کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہے تو ہمیں کس قدر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس چیز کے ہم پیچھے پڑے ہوئے ہیں اُس کی تو کوئی حیثیت نہیں اور جو اصل مقصود ہونا چاہئے اُس کی طرف توجہ ہی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی ہے جو انجام بخیر کی طرف لے جاتی ہے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود الوصیت میں فرماتے ہیں کہ:۔'' خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم، صدق کا قدم ہے''۔ (الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پس حضرت مسیح موعود کے اس فرمان کے مطابق، آپ کے ارشادات کو سن کر، آپ کی خواہشات کو دیکھ کر جو شخص اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتا آپ فرماتے ہیں کہ اس میں نفاق پایا جاتا ہے کہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ اور اگر کامل اطاعت گزار اور تمام باتوں کو دل سے تسلیم کرنے والا ہے تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف صدق سے قدم اُٹھانے والا ہے اور اس کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے والا ہے۔

پھر اسی رسالہ میں آپ نے خدا کے ایسے پسندیدہ اور کامل الایمان لوگوں کے بارے میں خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر بتایا کہ یہ حقیقت میں بہشتی لوگ ہوں گے۔ جب وصیت کا نظام شروع کیا اُس وقت 1905ء میں آپ نے یہ رسالہ لکھا تھا اور اس کو لکھنے کی وجہ یہ فرمائی تھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میرا وقت قریب ہے اور اب ایک تو نظام خلافت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جو میرے بعد میرے کاموں کی تکمیل کرے گا۔ اور دوسرا اس سلسلہ کو چلانے کے لئے ایسے مخلصین جماعت میں پیدا ہوتے رہیں گے جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے جو روحانیت کے بھی اعلیٰ معیار تک پہنچنے والے ہوں گے اور مالی قربانیوں کو بھی اعلیٰ معیار تک پہنچانے والے ہوں گے۔ اور ایسے مخلصین جو ہوں گے اُن کی انفرادیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بہشتی قرار دیا ہے اور اس وجہ سے اُن کا ایک علیحدہ قبرستان بھی ہوگا جہاں اُن کی تدفین ہوگی۔ اس لئے بہشتی مقبرہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

پس یہ وہ نظام ہے جو اس زمانے میں خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی یقین دہانی کرانے والا نظام ہے۔ یہ وہ نظام ہے جو دین کی خاطر قربانیاں دینے والی جماعت کا نظام ہے۔ اور یہ وہ جماعت ہے جو دنیا میں دکھی انسانیت کی خدمت کرتی ہے۔ پس ہر احمدی ان باتوں کے سننے کے بعد غور کرے اور دیکھے کہ کس قدر فکر سے اور کوشش سے اس نظام میں شامل ہونا چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نیکی کے معیار وہاں تک نہیں پہنچے جو حضرت مسیح موعود کے اس معیار کی شرائط کو پورا کر سکیں۔ تو وہ سن لیں کہ یہ نظام ایک ایسا انقلابی نظام ہے کہ اگر نیک نیتی سے اس میں شامل ہوا جائے اور شامل ہونے کے بعد جیسا کہ آپ نے فرمایا اپنے اندر بہتری کی کوشش بھی کی جائے تو اس نظام کی برکت سے روحانی تبدیلی جو کئی سالوں کی مسافت ہے وہ دنوں میں اور دنوں کی گھنٹوں میں طے ہو جائے گی۔ پس اپنی اصلاح کی خاطر بھی اس نظام میں احمدیوں کو شامل ہونا چاہئے اور حضرت اقدس مسیح موعود کی اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے جو دعائیں ہیں اُن سے حصہ لینا چاہئے۔

آپ 1905ء میں فرماتے ہیں کہ:

'' مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ مَیں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر اُس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں''۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ''مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اِس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین۔

اور پھر فرمایا کہ: '' میں تیسری دفعہ دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف اُن لوگوں کو اِس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تُو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے۔ اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین۔

فرمایا: ''اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ (۔) یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجا لانا ہوگا''۔

''پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے اُن مصارف کے لئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض اُنہی لوگوں سے طلب کیا گیا ہے، نہ دوسروں سے''۔ ''ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمۂ (۔) اور اشاعتِ توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں''۔

''دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیّت کرے جو اُس کی موت کے بعد دسواں حصہ اُس کے تمام ترکہ کا حسبِ ہدایت اس سلسلہ کے اشاعتِ (۔) اور (۔) احکامِ قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا

کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا''۔

فرمایا:'' خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت (۔) کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ (۔) میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔''

اب زمانہ ایسا آرہا ہے جب کہ یہ باتیں ظاہر بھی ہونا شروع ہوگئی ہیں اُن باتوں کے علاوہ جو حضرت مسیح موعود نے درج کی ہیں۔ پتہ لگتا ہے کہ مزید کہاں کہاں خرچ کئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے فرمایا اشاعت (۔) کے ساتھ ساتھ خدمت انسانیت کے لئے بھی یہ خرچ ہوسکتے ہیں۔

پھر فرمایا:'' یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیوں کر ہوں گے اور ایسی جماعت کیوں کر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے''۔

تو آپ سے حضرت اقدس نے یہ توقع رکھی ہے کہ ایسی جماعت پیدا ہوگی اور ضرور پیدا ہوگی جو یہ مردانہ کام دکھائے اور اس جوش اور جذبے کے ساتھ نظام میں شامل ہو اور قربانیوں کی مثالیں قائم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی ہوگی۔

پھر فرمایا:'' تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف (۔) ہو''۔

اور پھر چوتھی شرط ہے جو اصل میں اس کا ضمنی نوٹ ہی ہے کہ:'' ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے''۔

(رسالہ الوصیت ۔روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ نمبر 316 تا 320)

اس نظام کو قائم کئے 2005ء میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک سَو سال ہو جائیں گے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ 1905ء میں آپ نے اسے جاری فرمایا تھا لیکن جیسا کہ متعدد جگہ حضرت اقدس مسیح موعود (۔) اس نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کو خوشخبریاں دے چکے ہیں۔ آپ نے جماعت پر حسن ظن فرمایا ہے کہ ایسے مومنین ملتے رہیں گے اور ضرور ملتے رہیں گے جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی مالی قربانیاں پیش کرنے والے ہوں گے اور روحانیت میں بھی ترقی کرنے والے ہوں گے۔ لیکن جس رفتار سے جماعت کے افراد کو اس نظام میں شامل ہونا چاہئے تھا، نہیں ہو رہے۔ جس سے مجھے فکر بھی پیدا ہوئی ہے اور میں نے سوچا ہے کہ آپ کے سامنے اعداد و شمار بھی رکھوں تو آپ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ اعداد و شمار یہ ہیں کہ آج ننانوے سال پورے ہونے کے بعد بھی تقریباً

1905ء سے لے کر آج تک صرف اڑتیس ہزار کے قریب احمدیوں نے وصیت کی ہے۔ اگلے سال انشاء اللہ تعالیٰ وصیت کے نظام کو قائم ہوئے سَو سال ہو جائیں گے۔ میری یہ خواہش ہے اور میں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسمانی نظام میں اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے اپنی نسلوں کی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے شامل ہوں۔ آگے آئیں اور اس ایک سال میں کم از کم پندرہ ہزار نئی وصایا ہو جائیں تا کہ کم از کم پچاس ہزار وصایا تو ایسی ہوں کہ جو ہم کہہ سکیں کہ سو سال میں ہوئیں۔ تو ایسے مومن نکلیں کہ کہا جاسکے کہ انہوں نے خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔

پھر بہت سے لوگوں کی طرف سے یہ تجویزیں بھی آئی ہیں کہ 2008ء میں خلافت کو بھی سَو سال پورے ہو جائیں گے اس وقت خلافت کی بھی سَو سالہ جوبلی منانی چاہئے تو بہرحال وہ تو ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں، رپورٹس دیں گے تو پتہ لگے گا۔ لیکن میری یہ خواہش ہے کہ 2008ء میں جو خلافت کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ سَو سال ہو جائیں گے تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، جو چندہ دہند ہیں اُن میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعود کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں۔ اور روحانیت کو بڑھانے کے اور قربانیوں کے یہ اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں۔ اور یہ بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سَو سال پورے ہونے پر شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوگی اور اس میں جیسا حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا ہے ایسے لوگ شامل ہونے چاہئیں جو انجام بالخیر کی فکر کرنے والے اور عبادات بجالانے والے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس لئے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ صف دوم جو ہے اور لجنہ اماء اللہ کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ کیونکہ ستر پچھتر سال کی عمر میں پہنچ کر جب قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہوں تو اُس وقت وصیت تو بچا کھچا ہی ہے جو پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ احمدی نوجوان بھی اور خواتین بھی اس میں بھرپور کوشش کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو خاص طور پر مَیں کہہ رہا ہوں کہ اپنے ساتھ اپنے خاوندوں اور بچوں کو بھی اس عظیم انقلابی نظام میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ دنیاوی لحاظ سے بھی اگر اس نظام کی اہمیت کا اندازہ لگانا ہے تو آج سے ساٹھ سال پہلے حضرت مصلح موعود نے ایک تقریر فرمائی جلسے کے موقع پر 'نظام نو' کے نام سے چھپی ہوئی کتاب ہے۔ اُسے پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہو کہ آج کل دنیا کے ازموں اور مختلف نظاموں کے جو نعرے لگائے جا رہے ہیں وہ سب کھوکھلے ہیں اور اگر اس زمانے میں کوئی انقلابی نظام ہے جو دنیا کی تسکین کا باعث بن سکتا ہے، جو روح کی تسکین کا باعث بن سکتا ہے، جو انسانیت کی خدمت کرنے کا دعویٰ حقیقت میں کرسکتا ہے تو وہ حضرت اقدس مسیح موعود کا پیش کردہ نظام وصیت ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس نظام کی قدر نہ کرنے والوں کو انذار بھی بہت فرمایا ہے، ڈرایا بھی بہت ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:'' بلاشبہ اُس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کُل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿......﴾ (العنکبوت: 2-3) کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے اور ابھی اُن کا امتحان نہ کیا جائے؟ اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں۔ صحابہؓ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے۔ پھر ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے کہ وہ اس قبرستان میں دفن کیا جائے کس قدر دُور از حقیقت ہے۔ اگر یہی روا ہو تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنیاد ڈالی؟ وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیّب میں فرق کر کے دکھلاوے اس لئے اب بھی اُس نے ایسا ہی کیا''۔

(الوصیت ۔ روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 327، 328)

فرمایا:'' یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دے گا قریب ہے۔ پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے اور نیز یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اُس کے دفتر میں سابقین اوّلین لکھے جائیں گے۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اِس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش مَیں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔ یاد رکھو! کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سُود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث۔ دیکھو! مَیں بہت قریب عذاب کی تمہیں خبر دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کرلوں۔ بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں کہیں گے هٰذَا مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ (۔)''۔

(رسالہ الوصیت ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 328، 329)

پس غور کریں، فکر کریں۔ جو سستیاں، کوتاہیاں ہو چکی ہیں اُن پر استغفار کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد اس نظامِ وصیت میں شامل ہو جائیں۔ اور اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی حصہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 3، 10 دسمبر 2004ء)

ٹارگٹ کی تکمیل

حضور انور نے جلسہ سالانہ یو۔کے 2005ء کے دوسرے دن 30 جولائی کے خطاب میں فرمایا:۔

نظام وصیت کی جو میں نے تحریک کی تھی شامل ہونے کی گزشتہ سال کہ پندرہ ہزار شامل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک 16148 نے درخواستیں جمع کروا دی ہیں۔ ان پہ پراسس ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو جائیں گی۔ اس میں سب سے زیادہ پاکستان سے شامل ہوئے ہیں۔ 10200 سے اوپر۔ انڈونیشیا میں 1100 قریباً 1200 جرمنی میں کینیڈا میں 1000 انڈیا میں، اور میرا خیال ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں۔ امریکہ سے بھی کافی تعداد آئی تھی۔

تاریخ عالم میں 1905ء کا انقلاب آفریں واقعہ

الوصیت کی تصنیف واشاعت، بہشتی مقبرہ کا قیام اور قدرت ثانیہ کے ابدی نظام کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے 1905ء میں حضرت مسیح موعود پر ظاہر فرمایا کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گزر رہا ہے۔ چنانچہ 18 /اکتوبر 1905ء کو حضور نے رویا میں دیکھا کہ ''ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّی اور مقطر پانی ہے''۔ اس کے ساتھ ہی الہام ہوا ''آب زندگی'' پھر الہام ہوا ''خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی''۔ دسمبر 1905ء میں صاف بتایا گیا قرب اجلك المقدر (یعنی تیری اجل مقدر آگئی ہے) بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔

دسمبر 1907ء میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مزید اس حادثہ کی تعیین میں یہ الہام ہوا ''ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقٰی''۔

''الوصیت'' کی تصنیف

ان الٰہی خبروں کی بنا پر حضور نے 20 دسمبر 1905ء کو ''الوصیت'' کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں ان الہامات کا تذکرہ کرکے حضور نے جماعت کو نہایت شفقت بھرے الفاظ میں اپنے اندر روحانی انقلاب برپا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کے ظہور کی خوشخبری دی۔

وجہ تالیف

حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے۔ فرمایا:

''چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کو جو میرے کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں''۔

نظام قدرت ثانیہ کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو اس زمین میں پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے...... (خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) اول۔ خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور (دین) کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ...... یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔

ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ ؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدے کے موافق منزل مقصود تک پہنچادیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ ؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

پھر فرمایا:۔

''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جاویں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدے کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے''۔

دین واحد پر جمع کرنے کی وصیت

''الوصیت'' میں حضور نے جماعت کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے''۔

بہشتی مقبرہ کا قیام

یہ پیشگوئی تھی کہ یحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ یعنی وہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کے جنت کے درجات کے بارے میں اطلاع دے گا۔

حضرت بانی سلسلہ کو 1898ء کے قریب ایک کشف ہوا جس کی تفصیل آپ کے الفاظ میں یہ تھی ''مجھے ایک جگہ دکھلائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں''۔

حضور نے حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے نام 6 /اگست 1898ء کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:۔

''میرے دل میں خیال ہے کہ اپنے اور اپنی جماعت کے لیے خاص طور پر ایک قبرستان بنایا جائے جس طرح مدینہ میں بنایا گیا تھا۔ بقول شیخ سعدیؒ کہ ''بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم'' یہ بھی ایک وسیلہ مغفرت ہوتا ہے جس کو شریعت میں معتبر سمجھا گیا ہے۔ اس قبرستان کی فکر میں ہوں کہ کہاں بنایا جائے۔ امید ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی جگہ میسر کر دے گا اور اس کے ارد گرد ایک دیوار چاہئے''۔ اس لحاظ سے آپ 1898ء سے ایک خاص قبرستان کی بنیاد کے لیے کوشاں تھے مگر چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لیے یہ غرض مدت دراز تک معرض التواء میں رہی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کے ماتحت اس کا قیام دسمبر 1905ء کے آخر میں عمل میں آیا جس کا فوری موجب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا انتقال اور خود حضور کے قرب وصال کے الہامات تھے۔

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی شرائط

حضور نے اپنی ملکیتی زمین الٰہی حکم کی تعمیل میں مقبرہ کے لیے وقف فرمادی اور رسالہ الوصیت میں اس میں دفن ہونے والوں کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا اعلان فرمایا۔

"چونکہ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتار دی گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لیے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لیے ایسے شرائط لگا دیے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجا لانا ہوگا"۔

1۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لیے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنے کے لیے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائے گا۔ اور اس قبرستان سے شمال کی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گزرگاہ ہے اس لیے وہاں ایک پل تیار کیا جائے گا اور ان متفرق مصارف کے لیے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لیے خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لیے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض ان لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہئے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ (دین) اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

2۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت (دین) اور...... احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔ اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی (دین) اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لیے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔ اس لیے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت (دین) کے لیے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت (دین) میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔ اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو...... کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانے کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کیے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لیے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گزارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ ان میں سے دیا جائے۔

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف...... ہو۔

4۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لیے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے"۔

الوصیت میں حضور نے یہ بھی لکھا کہ "میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا"۔

نیز تحریر فرمایا "یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہ ہوں گے"۔

مقبرہ کی غرض

"الوصیت" میں حضور نے اس مقبرہ کی غرض یہ لکھی کہ "خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لیے انہوں نے دینی کام کیے ہمیشہ کے لیے قوم پر ظاہر ہوں"۔

ایک عظیم الشان پیشگوئی

حضور نے الوصیت میں ہی پیشگوئی فرمائی "یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کیے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لیے کام کریں"۔

نظام نو کی بنیاد

تحریک الوصیت دراصل دنیا کے نظام نو کی بنیاد ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے نائب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1942ء میں اس کی وضاحت میں فرمایا تھا "جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف (دعوت الی اللہ) ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ (دین) کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ یہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی، جوانوں کی باپ ہوگی، عورتوں کا سہاگ ہوگی اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا"۔

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد

"بہشتی مقبرہ" کی آمد کی حفاظت اسے فروغ دینے اور خرچ کرنے کے لیے حضور نے ایک انجمن بنائی جس کا نام "انجمن کارپرداز ان مصالح بہشتی مقبرہ" تجویز فرمایا اور اس سلسلہ میں بعض خاص ہدایات دے کر الوصیت کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کر کے لکھا کہ "یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے"۔ یہ انجمن کوئی دنیوی یا جمہوری طرز کی کوئی انجمن نہیں تھی بلکہ ان اموال کی حفاظت اور توسیع اور اشاعت (دین) کی غرض سے بنائی گئی تھی جو نظام وصیت کے نتیجہ میں جماعت کو عطا ہونے والے تھے۔

خواجہ کمال الدین صاحب نے مشورہ دیا کہ بہشتی مقبرہ والی انجمن کو قانونی وسعت دے کر دوسرے جماعتی اداروں (مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور مدرسہ تعلیم الاسلام وغیرہ) کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ رکھا جائے۔ جماعتی تنظیم کے اعتبار سے یہ ایک معقول اور مفید تجویز تھی اس لیے حضور نے اسے قبول بھی فرمایا اور 31 جنوری 1906ء تک اس کے قواعد و ضوابط تجویز کر لیے گئے جو 10 فروری 1906ء کی "الحکم" اور 16 فروری 1906ء کے "بدر" میں جماعت کی اطلاع کے لیے شائع بھی کر دیے گئے۔ اس طرح اصل "انجمن کارپرداز مصالح قبرستان" میں ہی دوسرے تمام جماعتی ادارے مدغم کر کے موجودہ صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد پڑی اور قواعد و ضوابط کے مطابق پہلی وصیت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی کی منظور کی گئی۔

انجمن کا نظم و نسق

صدر انجمن احمدیہ کے زیر انتظام چار مجالس انتظامیہ قواعد میں شامل کی گئیں مجلس اشاعت اسلام، مجلس کارپردازان مصالح قبرستان، مجلس تعلیم، مجلس انتظام امور متفرقہ۔

مجلس معتمدین کے ارکان

حضرت مسیح موعود نے مجلس معتمدین کے مندرجہ ذیل عہدیداران نامزد فرمائے۔

1۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی (پریذیڈنٹ) 2۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے، ایل ایل بی (سیکرٹری) 3۔ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب (قانونی مشیر) 4۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (رکن) 5۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی (رکن) 6۔ خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ (رکن) 7۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس (رکن) 8۔ مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور (رکن) 9۔ میر حامد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ عدالت ضلع سیالکوٹ (رکن) 10۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس لاہور (رکن) 11۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور (رکن) 12۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن) 13۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن) 14۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن)

جماعت کا انتظامی ادارہ

المختصر "صدر انجمن احمدیہ" جماعت کا محض انتظامیہ ادارہ تھا جس کے ذمہ بہشتی مقبرہ اور دوسرے صیغوں کے اموال کی حفاظت کا کام کیا گیا۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے پہلے جنرل سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب نے انجمن کی پہلی سالانہ رپورٹ میں یہ واضح کرتے ہوئے لکھا تھا "اس مجلس کے چودہ ممبر ہیں جن کو حضرت صاحب نے خود مقرر فرمایا اور ان کے امیر یعنی میر مجلس اپنی فراست سے اس عظیم الشان انسان کو قرار دیا جو علم الٰہی میں آپ کے بعد آپ کا خلیفہ ہونے والا تھا اور جو اس وقت ہم سب کے امیر اور مقتدر ہیں۔ اس مجلس کے سپرد حضرت اقدس نے اس سلسلہ کے کل انتظامی

کاروبار کو کیا۔

چند اثر انگیز اقتباسات

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لیے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لیے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدأ ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال کا اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام روح اور ان کی طاقتیں اور تمام ذرات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے“۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 310,309)

☆ ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔

☆ تو اس حالت میں فوت ہوگا جو میں تجھ سے راضی ہوں گا۔

☆ اپنے رب کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر۔

☆ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

☆ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے۔ اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ وبالا کر دیں گے۔ اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا ان پر رحم کرے گا۔

☆ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔

☆ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔ میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

☆ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

☆ اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہو گا مجھے خبر دی اور فرمایا۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی اس لئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں۔

☆ سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو! تا بچ جاؤ آج خدا سے ڈرو تا اس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کر لے۔ لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔

☆ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔

اپنی موت کو قریب سمجھو۔ تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائے گی۔

☆ اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔...... اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

☆ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

☆ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔

☆ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔

☆ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو نا معلوم کس راہ سے تم قبول کیے جاؤ۔

☆ تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔

عجیب مؤثر نظارہ ہوگا، جو زندگی میں ایک جماعت تھے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت نظر آئے گی

صلحاء کے پہلو میں دفن ہونا بھی ایک نعمت ہے

یہ رحمت کے نزول کی جگہ ہے اس سے کوئی نعمت اور رحمت باہر نہیں رہتی

بہشتی مقبرہ اور وصیت کے بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود کے ارشادات

مرتبہ: عبدالستار خان صاحب

مثالی قبرستان

8 دسمبر 1905ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے لیے ایک زمین تلاش کی جاوے جو قبرستان ہو۔ یادگار رہو اور عبرت کا مقام ہو۔

قبروں پر جانے کی ابتداءً آنحضرت ﷺ نے مخالفت کی تھی۔ جب بت پرستی کا زور تھا۔ آخر میں اجازت دے دی مگر عام قبروں پر جا کر کیا اثر ہوگا جن کو جانتے ہی نہیں لیکن جو دوست ہیں اور پارسا طبع ہیں ان کی قبریں دیکھ کر دل نرم ہوتا ہے۔ اس لیے اس قبرستان میں ہمارا ہر دوست جو فوت ہو اس کی قبر ہو۔ میرے دل میں خدا تعالیٰ نے پختہ طور پر ڈال دیا ہے کہ ایسا ہی ہو جو خارجاً مخلص ہو اور وہ فوت ہو جاوے اور اس کا ارادہ ہو کہ اس قبرستان میں دفن ہو وہ صندوق میں دفن کر کے یہاں لایا جاوے۔ اس جماعت کو بہ ہیئت مجموعی دیکھنا مفید ہوگا۔ اس کے لیے اول کوئی زمین لینی چاہئے اور میں چاہتا ہوں کہ باغ کے قریب ہو۔

عجیب مؤثر نظارہ ہوگا جو زندگی میں ایک جماعت تھے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے ماتدری نفس (-) (لقمان:35) مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بای ارض تدفن نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت ﷺ کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ...... سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا:

ما بقی لی هم بعد ذالك

یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت ﷺ کے روضہ میں مدفون ہوں۔ مجاورت بھی خوشحالی کا موجب ہوتی ہے۔ میں اس کو پسند کرتا ہوں اور یہ بدعت نہیں کہ قبروں پر کتبے لگائے جاویں۔ اس سے عبرت ہوتی ہے اور ہر کتبہ جماعت کی تاریخ ہوتی ہے۔ ہماری نصیحت یہ ہے کہ ایک طرح سے ہر شخص گور کے کنارے ہے کسی کو موت کی اطلاع مل گئی اور کسی کو اچانک آجاتی ہے یہ گھر ہے بے بنیاد۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے گھر بالکل ویران ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کو انسان دیکھتا ہے جب تک مٹی ڈالتا ہے دل نرم ہوتا ہے، پھر دل سخت ہو جاتا ہے یہ بدقسمتی ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 586)

اللہ کے حکم سے قبرستان کی تجویز

26 دسمبر 1905ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

اب جو بار بار اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تیری اجل کے دن قریب ہیں جیسا کہ یہ الہام ہے۔......

ایسا ہی اردو زبان میں بھی فرمایا:

بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔

غرض جب خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ اب تھوڑے دن باقی ہیں تو اسی لیے میں نے وہ تجویز سوچی جو قبرستان کی ہے اور یہ تجویز میں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور وحی سے کی ہے اور اسی کے امر سے اس کی بنا ڈالی ہے کیونکہ اس کے متعلق عرصہ سے مجھے خبر دی گئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تجویز بھی بہت سے لوگوں کے لیے ابتلا کا موجب ہوگی لیکن اس بنا سے غرض یہی ہے کہ تا آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسی قوم کا نمونہ ہو...... تا لوگ جانیں کہ وہ (دین) اور اس کی اشاعت کے لیے فدا شدہ تھے۔ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (العنکبوت:3) یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے اور وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ ابھی امتحان میں نہیں ڈالے گئے اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے (آل عمران:93) یعنی اس وقت تک تم حقیقی نیکی کو حاصل ہی نہیں کر سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو گے جو تم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔

اب غور کرو جبکہ حقیقی نیکی اور رضاء الٰہی کا حصول ان باتوں کے بغیر ممکن ہی نہیں تو پھر نری لاف گزاف سے کیا ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ ان میں سے مثلاً ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قدم اور صدق تھا کہ سارا مال ہی آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ کہ خدا تعالیٰ کے لیے زندگی وقف کر چکے تھے اور انہوں نے اپنا کچھ بھی نہ رکھا تھا۔ مومن کی بھلائی کے دن بھلے آتے ہیں تو ایسے موقعوں پر جبکہ اس کو کچھ خرچ کرنا پڑے خوش ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ جوہر صدق وصفا کے جو اب تک چھپے ہوئے تھے ظاہر ہوں گے۔ برخلاف اس کے منافق ڈرتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اب اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ (ملفوظات جلد چہارم ص 592)

مومن اور منافق میں امتیاز کا ذریعہ

یہ قبرستان کا امر بھی اسی قسم کا ہے مومن اس سے خوش ہوں گے اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے اس امر کو جب تک تواتر سے مجھ پر نہ کھلا پیش نہیں کیا۔ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ آخر سب مرنے والے ہیں۔ اب غور کرو کہ جو لوگ اپنے بعد اموال چھوڑ جاتے ہیں وہ اموال ان کی اولاد کے قبضہ میں آتے ہیں۔ مرنے کے بعد انہیں کیا معلوم کہ اولاد کیسی ہو؟ بعض اوقات اولاد ایسی شریر اور فاسق فاجر نکلتی ہے کہ وہ سارا مال شراب خانوں اور زناکاری میں اور ہر قسم کے فسق وفجور میں تباہ کیا جاتا ہے اور اس طرح پر وہ مال بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے اور چھوڑنے والے پر عذاب کا موجب ہو جاتا ہے جبکہ یہ حالت ہے تو پھر کیوں تم اپنے اموال کو ایسے موقع پر خرچ نہ کرو جو تمہارے لیے ثواب اور فائدہ کا باعث ہو اور وہ یہی صورت ہے کہ تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہو۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہے تو اس بدی کا تدارک ہو جائے گا جو اس مال کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یعنی جو بدی اولاد کرتی ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 593)

اشتہار الوصیت کی غرض

یہ سچ ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لیے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کے لیے وقف کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مومن اور بیعت میں داخل ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لے جیسا کہ وہ بیعت کرتے وقت کہتا ہے۔ اگر دنیا کی اغراض کو مقدم کرتا ہے تو وہ اس اقرار کو توڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مجرم ٹھہرتا ہے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار (الوصیت) میں نے خدا تعالیٰ کے اذن سے دیا ہے۔ سچی بات یہی ہے۔ سال دیگر را کہ مے داند حساب لیکن جبکہ خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے مجھ پر کھولا کہ وقت قریب ہے اور اجل مقدر کا الہام ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ ہی کے اشارہ سے یہ اشتہار دیا کہ آئندہ کے لیے اشاعت دین کا سامان ہو اور تا لوگوں کو معلوم ہو کہ آمنا و صدقنا کہنے والوں کی عملی حالت کیا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جب تک انسان کی عملی حالت درست نہ ہو زبان کچھ چیز نہیں۔ یہ نری لاف گزاف ہے۔ زبان تک جو ایمان رہتا ہے اور دل میں داخل ہو کر اپنا اثر عملی حالت پر نہیں ڈالتا وہ منافق کا ایمان ہے۔ سچا ایمان وہی ہے جو دل میں داخل ہو اور اس کے اعمال کو اپنے اثر سے رنگین کر دے۔ سچا ایمان ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کیونکہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال تو مال جان تک کو دے دیا اور اس کی پروا بھی نہ کی۔ جان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوتی مگر صحابہؓ نے اسے بھی آنحضرت ﷺ پر قربان کر دیا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی پروا بھی نہیں کی کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی یا بچے یتیم رہ جائیں گے بلکہ وہ ہمیشہ اسی آرزو میں رہتے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہماری زندگیاں قربان ہوں۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 594)

دین کو دنیا پر مقدم کرو

پس یہ ضروری امر ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کر لو۔

یاد رکھو اب جس کا اصول دنیا ہے اور پھر وہ اس جماعت میں شامل ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اس جماعت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی اس جماعت میں داخل اور شامل ہے جو دنیا سے دستبردار ہے۔ یہ کوئی مت خیال کرے کہ میں ایسے خیال سے تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ خداشناسی کی راہ سے دور لے جانے والا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کبھی اس شخص کو جو محض اسی کا ہو جاتا ہے۔ ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوتا ہے وہی کچھ پاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو پیار کرتا ہے اور انہیں کی اولاد بابرکت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے اور یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا سچا فرمانبردار ہو وہ یا اس کی اولاد تباہ و برباد

ہوجاوے۔ دنیا ان لوگوں ہی کی برباد ہوتی ہے جو خداتعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور دنیا پر جھکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہر امر کی طناب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بغیر کوئی مقدمہ فتح نہیں ہوسکتا۔ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اور کسی قسم کی آسائش اور راحت میسر نہیں آسکتی دولت ہوسکتی ہے۔ مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرنے کے بعد یہ بیوی یا بچوں کے ضرور کام آئے گی۔ ان باتوں پر غور کرو اور اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرو۔ (ملفوظات جلد چہارم ص 595)

موت یقینی امر ہے

یقیناً یاد رکھو کہ خدا ہے اور مر کر اس کے حضور ہی جانا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سال آئندہ کے انہیں دنوں میں ہم میں سے یہاں کون ہوگا اور کون آگے چلا جائے گا جبکہ یہ حالت ہے اور یہ یقینی امر ہے پھر کس قدر بدقسمتی ہوگی۔ اگر اپنی زندگی میں قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے اس اصل مقصد کے لیے سعی نہ کریں۔ (دین) تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئے گا کیونکہ خداتعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہوں گے وہ لوگ جو اس اشاعت میں حصہ لیں گے۔ یہ خداتعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو اس نے تمہیں موقعہ دیا ہے۔ یہ زندگی جس پر فخر کیا جاتا ہے، ہیچ ہے اور ہمیشہ کی خوشی کی وہی زندگی ہے جو مرنے کے بعد عطا ہوگی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ اسی دنیا اور اسی زندگی سے شروع ہوجاتی ہے اور اس کی تیاری بھی یہاں ہی ہوتی ہے۔

رحمت کے نزول کی جگہ

عرصہ ہوا کہ خداتعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا تھا کہ ایک بہشتی مقبرہ ہوگا۔ گویا اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جنتی ہیں۔ پھر اس کے متعلق الہام ہوا۔ انزل فیھا کل رحمۃ۔ اس سے کوئی نعمت اور رحمت باہر نہیں رہتی۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ایسی رحمت کے نزول کی جگہ میں دفن ہو۔ کیا عمدہ موقعہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرلے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم کرلے۔ یہ صدی جس کے 23 سال گزرنے کو ہیں گزر جائے گی اور اس کے آخر تک موجودہ نسل میں سے کوئی نہ رہے گا اور اگر نکما ہو کر رہا تو کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا صدق پہلے بھیجو۔ یہ لفظ صدقہ کا صدق سے لیا گیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کامل نمونہ اپنے صدق اور اخلاص کا نہیں دکھاتا۔ لاف زنی سے کچھ بن نہیں سکتا۔

وصیت کی تلقین

الوصیت اشتہار میں جو میں نے حصہ جائیداد کی اشاعت (دین) کے لیے وصیت کرنے کی قید لگائی ہے میں نے دیکھا کہ کل بعض نے 1/6 کی کردی ہے۔ یہ صدق ہے جو ان سے کراتا ہے اور جب تک صدق ظاہر نہ ہو کوئی مومن نہیں کہلا سکتا۔

تم اس بات کو کبھی مت بھولو کہ خداتعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر جی ہی نہیں سکتے چہ جائیکہ موت سر پر ہو۔ طاعون کا موسم پھر آ رہا ہے۔ زلزلہ کا خوف الگ دامنگیر ہے۔ وہ تو بڑا ہی بے وقوف ہے جو اپنے آپ کو امن میں سمجھتا ہے۔ امن میں تو وہی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار اور اس کی رضا کا جویاں ہے۔ ایسی حالت میں بے بنیاد زندگی کے ساتھ دل لگانا کیا فائدہ؟

سلسلہ کے قیام اور وصیت کی غرض

دوسری طرف (دین) سخت اور خطرناک ضعف کی حالت میں ہے۔ اس پر یہی آفت اور مصیبت نہیں کہ باہر والے اس پر حملے کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ بالکل سچ ہے کہ مخالف سب کے سب مل کر ایک ہی کمان سے تیر مار رہے ہیں اور جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے وہ اس کو مٹا دینے کی سعی اور فکر کرتے ہیں لیکن اس مصیبت کے علاوہ بڑی بھاری مصیبت یہ ہے کہ اندرونی غلطیوں نے (دین) کے درخشاں چہرہ پر ایک نہایت ہی تاریک حجاب ڈال دیا ہے اور سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں روحانیت نہیں رہی۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ان لوگوں میں (-) روحانیت موجود نہیں ہے اور اس پر دوسری بدقسمتی یہ کہ وہ انکار کر بیٹھے ہیں کہ اب کوئی ہو ہی نہیں سکتا جس سے خداتعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہو اور وہ خداتعالیٰ پر زندہ اور تازہ یقین پیدا کرسکے۔ ایسی حالت اور صورت میں اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ (دین) کے چہرہ پر سے وہ تاریک حجاب ہٹا دے اور اس کی روشنی سے دلوں کو منور کرے اور ان بے جا اتہامات اور حملوں سے جو آئے دن مخالف اس پر لگاتے اور کرتے ہیں اسے محفوظ کیا جاوے۔ اس غرض سے یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ...... اپنا نمونہ دکھاویں۔ یہی وجہ ہے جو میں نے پسند کیا ہے کہ ایسے لوگ جو اشاعت (دین) کا جوش دل میں رکھتے ہیں اور جو اپنے صدق اور اخلاص کا نمونہ دکھا کر فوت ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں ان کی قبروں پر ایک کتبہ لگا دیا جاوے جس میں اس کے مختصر سوانح ہوں اور اس اخلاص و وفا کا بھی کچھ ذکر ہو جو اس نے اپنی زندگی میں دکھایا تا جو لوگ اس قبرستان میں آویں اور ان کتبوں کو پڑھیں ان پر ایک اثر ہو اور مخالف قوموں پر بھی ایسے صادقوں اور راستبازوں کے نمونے دیکھ کر ایک خاص اثر پیدا ہو۔ اگر یہ بھی اسی قدر کرتے ہیں جس قدر مخالف قومیں کر رہی ہیں اور وہ لوگ کر رہے ہیں جن کے پاس حق اور حقیقت نہیں تو انہوں نے کیا کیا۔ پھر انہیں تو ایسی حالت میں شرمندہ ہونا چاہئے۔ (ملفوظات جلد چہارم ص 616)

تم اس وصیت کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹاؤ

29 دسمبر 1905ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

اب میں پھر یہ ذکر کرکے اس کو ختم کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے جہاں میری وفات کی خبر دی ہے یہ بھی فرمایا ہے لانبقی لك (-) جو مامور ہو کر آتا ہے۔ بڑا اعتراض عقلمندوں کا یہ ہوتا ہے کہ وہ مر گیا کام کیا کیا؟ یہ مہذب لوگ کہتے ہیں کہ اتنا بڑا دعویٰ کیا تھا کہ کسر صلیب ہوگا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ مگر اب خامی کی حالت میں چلے گئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ پیشگوئی فرماتا ہے۔ لانبقی لك من المخزیات ذکراً۔ اور سچے آدمی کو غم بھی یہی ہوتا ہے۔...... غرض اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں بشارت دی ہے گویا اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب سنو! جبکہ خداتعالیٰ کا یہ وعدہ ہے تو یہ ہو کر رہے گا۔ تمہیں مفت کا ثواب ہے پس تم اس وصیت کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ وہ قادر خدا جس نے پیدا کیا ہے دنیا اور آخرت کی مرادیں دے دے گا۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 673)

دسمبر 1905ء میں حضرت مسیح موعود کے باغ سے متصل جگہ میں بہشتی مقبرہ کا آغاز حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی کی تدفین سے ہوا

بہشتی مقبرہ قادیان، ربوہ اور موصیان کے بارہ بعض ضروری معلومات

تقسیم ملک کے بعد 1949ء میں ربوہ میں بہشتی مقبرہ قائم ہوا۔ دنیا کے کئی ممالک میں قطعات موصیان بن چکے ہیں

تحریر و ترتیب: محمد محمود طاہر صاحب

حضرت مسیح موعود نے 1905ء میں نظام وصیت جاری فرمایا۔ اس کی تفصیلات آپ نے رسالہ الوصیت میں بیان فرمائیں۔ اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے ایک علیحدہ قبرستان کا قیام فرمایا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارتیں عطا فرمائیں۔ بہشتی مقبرہ قادیان، بہشتی مقبرہ ربوہ اور موصیان کے بارہ میں بعض ضروری معلومات اور کوائف ذیل کی سطور میں دیئے جا رہے ہیں۔

اول مدفون بہشتی مقبرہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی 11/اکتوبر 1905ء کو سینتالیس سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ حضرت اقدس کے حکم پر 12/اکتوبر 1905ء کو آپ کی نعش کو صندوق میں امانتاً سپرد خاک کیا گیا کیونکہ حضور کا منشا اللہ کے حکم پر بہشتی مقبرہ کے قیام کا تھا اور حضور سب سے پہلے حضرت مولوی صاحب کو ہی اس میں سپرد خاک کرنا چاہتے تھے۔ اس سال جلسہ سالانہ پر جب احباب بیرون جات سے بھی تشریف لائے تو 27 دسمبر 1905ء کو آپ کی نماز جنازہ حضرت اقدس نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اس طرح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا افتتاح ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے حضرت مولوی صاحب کے کتبہ کے لئے ایک درد انگیز مرثیہ لکھا جو آپ کے مزار مبارک کی لوح پر آج تک کندہ ہے۔

مجلس معتمدین صدر انجمن

احمدیہ قادیان کا قیام

سیدنا حضرت مسیح موعود نے رسالہ الوصیت کے تحریر فرمانے کے بعد مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان کا قیام فرمایا۔ مجلس معتمدین کا پہلا اجلاس 29 جنوری 1906ء کو ہوا۔ اس اجلاس کی روداد رسالہ الوصیت کے ضمیمہ کے طور پر شامل اشاعت ہے۔ مجلس معتمدین کے صدر اور سیکرٹری کے علاوہ بارہ اراکین تھے۔ ان کے اسماء ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین بھیروی پریذیڈنٹ

2۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے ایل ایل بی جنرل سیکرٹری

3۔ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ مشیر قانون

4۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

5۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی

6۔ خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

7۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس

8۔ مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور

9۔ میر حامد شاہ صاحب۔ سیالکوٹ

10۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ لاہور

11۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن

12۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن

13۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن

14۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن

بہشتی مقبرہ قادیان کے مقدس مقامات

حضور کا باغ

حضور نے بہشتی مقبرہ کا قیام اپنے باغ کے متصل اپنی ملکیتی زمین میں قائم فرمایا۔ حضور باغ میں اکثر اپنے رفقاء کے ہمراہ جایا کرتے تھے اور باغ کے پھلوں سے اپنے مہمانوں کی تواضع بھی فرماتے اور علمی و تربیتی مجالس کا انعقاد ہوتا۔

اپریل 1905ء کے زلزلہ کے ایام میں جو کہ ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ اس موقع پر حضور اپنے رفقاء کے ہمراہ اس باغ میں منتقل ہو گئے۔ اس باغ میں ایک چھوٹی بستی بن گئی۔ اخبارات اور دوسرے بعض دفاتر بھی یہاں آ گئے۔ آپ اپنے احباب کے ہمراہ تین ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔ براہین احمدیہ جلد پنجم اسی باغ میں تصنیف فرمائی۔ حضور نے حضرت اماں جان کے لئے اس باغ میں مکان بھی تعمیر کروایا۔

جنازہ گاہ

حضرت مسیح موعود کی وفات 26 مئی 1908ء کو لاہور میں ہوئی۔ لاہور سے آپ کا جنازہ بہشتی مقبرہ سے متصل باغ میں حضرت اماں جان کے مکان میں لایا گیا۔ شمال مغرب بہشتی مقبرہ قادیان میں ''جنازہ گاہ'' واقع ہے۔ اسی جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے انتخاب خلافت کے بعد آپ کا جنازہ پڑھایا اور 27 مئی 1908ء کو بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

مقام ظہور قدرت ثانیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا انتخاب 27 مئی 1908ء کو بہشتی مقبرہ سے متصل باغ میں ہوا۔ اس مقام کی تعیین کر کے یہاں سنگ مرمر کی پلیٹ پر مقام ظہور قدرت ثانیہ کندہ کر کے نصب کیا گیا ہے۔

شہ نشین

باغ میں جس جگہ پر حضرت مسیح موعود نشست فرمایا کرتے تھے وہ پختہ چبوترے کی شکل کی بنی ہوئی تھی۔ یہ چبوترہ گھنے درختوں کے سایہ میں بنا تھا۔ اسے شہ نشین حضرت مسیح موعود کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب شہ نشین کو باقاعدہ پختہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔

موصی نمبر 1

حضرت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی

نمبر شمار میں وصیت نمبر 1 کے حامل حضرت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی رفیق حضرت مسیح موعود ہیں۔ آپ سابق مربی انڈونیشیا حضرت مولانا رحمت علی صاحب کے والد ماجد تھے۔ آپ بابا حسن محمد کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔

حضرت بابا محمد حسن صاحب کی ولادت 11 جولائی 1870ء کی ہے۔ آپ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں اوجلہ کے رہنے والے تھے جو قادیان سے 17 میل دور تھا۔ اس گاؤں سے حضرت مسیح موعود کے ممتاز رفقاء پیدا ہوئے ہیں۔ آپ نے 1895ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور 1902ء میں مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان سکونت پذیر ہو گئے۔ قادیان میں آپ دفتر ریویو آف ریلیجنز میں کام کیا کرتے تھے اور آپ نے جلد بندی کا ٹھیکہ لیا تھا۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے رسالہ الوصیت تحریر کیا تو کاپی نویسوں کو حکم دیا کہ باقی کام چھوڑ کر فوراً اس کو تیار کرو اور یہ مضمون فوراً چھپ جائے۔ چنانچہ میں نے اس رات اس کی کاپی پڑھی اور صبح حضور اقدس کی خدمت میں وصیت لکھ کر بھیج دی اور ساتھ ہی کچھ رقم ارسال کی جو میرا طریق تھا کہ آپ کی خدمت میں عریضہ لکھتا تو کچھ رقم بھی ارسال کیا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے میری وصیت قبول فرمائی اور رقم کو شرط اول کے طور پر داخل کر لیا اور رجسٹر پر میری وصیت نمبر ایک درج ہوئی۔

حضرت بابا محمد حسن صاحب نے اپنے اکلوتے فرزند حضرت مولوی رحمت علی صاحب کو 10,9 سال کی عمر میں حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں مدرسہ احمدیہ میں داخل کروانے کے لئے پیش کر دیا۔ چنانچہ حضور اقدس نے اس بچے کو قبول فرمایا اور مدرسہ میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بچے کو غیر معمولی خدمت دین کی توفیق ملی اور انڈونیشیا کے رئیس المربیان رہے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

حضرت بابا محمد حسن صاحب قیام پاکستان کے بعد چنیوٹ آ گئے اور 20 جولائی 1950ء کو یہیں وفات پائی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودہ خاک ہیں۔ وصیت نمبر 1 کے حامل ہونا آپ کا تاریخی اور منفرد اعزاز ہے۔

بہشتی مقبرہ کے کتبوں کی اہمیت

بہشتی مقبرہ قادیان و ربوہ میں موجود تمام قبروں پر کتبے لگائے جاتے ہیں جو ان موصیان کو تاریخی حوالے سے بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان کتبوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''میں نے پسند کیا ہے کہ ایسے لوگ جو اشاعت (دین) کا جوش دل میں رکھتے ہیں اور جو اپنے صدق و صفا کا نمونہ دکھا کر فوت ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں ان کی قبروں پر ایک کتبہ لگایا جاوے جس میں اس کے مختصر سوانح ہوں اور اس اخلاص و وفا کا بھی کچھ ذکر ہو جو اس نے اپنی زندگی میں دکھایا تا جو لوگ اس قبرستان میں آویں اور ان کتبوں کو پڑھیں ان پر ایک اثر ہو اور مخالف قوموں پر بھی ایسے صادقوں اور راستبازوں کے نمونے دیکھ کر ایک خاص اثر پیدا ہو''۔

(ملفوظات جلد 4 ص 617)

بہشتی مقبرہ ربوہ کا قیام

تقسیم پاک و ہند کے بعد جماعت نے ہجرت کی اور نئے مرکز کے لئے جگہ کی تلاش ہوئی۔ 20 ستمبر 1948ء کو دعاؤں سے سرزمین ربوہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ ربوہ کا نقشہ 1949ء میں تیار ہوا۔ ربوہ کے

نقشہ میں شمالی جانب پہاڑیوں کے دامن میں مستطیل شکل میں بہشتی مقبرہ کے لئے جگہ مختص کی گئی۔ بہشتی مقبرہ کا رقبہ 75 کنال پر مشتمل تھا۔ تاہم 1989ء میں اس میں توسیع کی گئی اور مزید 24 کنال اس میں شامل کئے گئے۔ یوں بہشتی مقبرہ ربوہ 99 کنال رقبہ پر مشتمل ہے۔ اس میں کل 30 قطعات ہیں۔ بہشتی مقبرہ میں خوبصورت پختہ سڑکیں، پودے، درخت اور ٹھنڈے پانی کا انتظام ہے۔ استقبالیہ کمرہ میں مدفون احباب کی فہرست بھی موجود ہے جہاں سے آپ کسی بھی قبر کے بارہ میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ میں موجودہ بلاکس اور قطعات کی تقسیم 1952ء میں کی گئی تھی۔

بہشتی مقبرہ ربوہ میں اول تدفین

1949ء میں بہشتی مقبرہ کے قیام سے قبل بھی موصیان کی وفات ہوچکی تھی جن کو امانتاً دفن کیا گیا۔ مثلاً حضرت مولانا شیر علی صاحب نے 13 نومبر 1947ء کو لاہور میں وفات پائی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے 17 ستمبر 1948ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی۔ حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحب نے 17 راکتوبر 1947ء میں وفات پائی۔ ان احباب کو قیام بہشتی مقبرہ ربوہ کے بعد یہاں منتقل کردیا گیا۔

ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں پہلی تدفین کی سعادت ایک موصیہ خاتون نے حاصل کی۔ یہ خوش نصیب محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری برکت علی صاحب وکیل المال اول تحریک جدید تھیں۔ آپ کی وفات 27 اپریل 1949ء کو ہوئی اور آپ کا وصیت نمبر 4538 ہے۔

چاردیواری۔ بہشتی مقبرہ ربوہ

بہشتی مقبرہ کے تقریباً درمیان میں شرقی جانب حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ حرم حضرت اقدس مسیح موعود کی وفات 20 اپریل 1952ء کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم پر موجودہ چاردیواری کا قیام عمل میں آیا۔ یہ اس طرح جگہ مختص کی گئی کہ اس کے اردگرد رفقاء حضرت مسیح موعود کی قبریں ہوں جن کو قطعہ رفقاء کہا جاتا ہے۔ چنانچہ چاردیواری میں سب سے پہلے حضرت اماں جان کی تدفین ہوئی۔ اس بابرکت مقام میں دو خلفاء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی مدفون ہیں۔ نیز حضرت مسیح موعود کی مبشر اولاد کے پانچوں افراد یہاں دفن ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور آپ کی حرم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ (مدفون اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، برطانیہ) کے یادگاری کتبات بھی چاردیواری میں نصب شدہ ہیں۔

اس چاردیواری کی پہلی دفعہ توسیع حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی وفات (6 مئی 1987ء) کے وقت ہوئی اس وقت چاردیواری کی شرقی جانب ایک قبر جتنی جگہ کی بیرونی جانب توسیع کی گئی۔ بعد میں جنوبی جانب بھی توسیع کردی گئی۔ جیسا کہ اب چاردیواری کی موجودہ صورت ہے۔ یہاں حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے تدفین ہوتی ہے۔ اس چاردیواری میں مدفون خوش قسمت احباب کے اسماء درج ذیل ہیں۔ یہ ترتیب شرقاً غرباً لائنوں کے حساب سے ہے۔

1۔حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
2۔حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث
3۔حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی
4۔حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (اماں جان)
5۔حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
6۔حضرت سیدہ ام وسیم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
7۔حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مہر آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
8۔حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ چھوٹی آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
9۔حضرت مرزا منصور احمد صاحب
10۔حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ
11۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
12۔حضرت سرور جہاں صاحبہ بیگم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
13۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
14۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب
15۔حضرت نواب عبداللہ خان صاحب
16۔حضرت مرزا عزیز احمد صاحب
17۔حضرت مرزا مبارک احمد صاحب
18۔صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب
19۔صاحبزادی امۃ الصمد طلعت صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
20۔صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد
21۔محترم مرزا شمیم احمد صاحب
22۔محترمہ صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ
23۔محترم نواب محمد احمد خان صاحب
24۔محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب
25۔محترم سید میر داؤد احمد صاحب
26۔محترم سید میر مسعود احمد صاحب
27۔حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد)
28۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
29۔محترمہ صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ
30۔محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ
31۔محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب

چاردیواری میں موجود مغربی جانب مندرجہ ذیل قبریں ہیں:۔

32۔محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب
33۔محترمہ سیدہ شوکت جہاں صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب
34۔محترمہ سیدہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب
35۔محترم مولوی عبدالسلام عمر صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاول
36۔حضرت صغریٰ بیگم المعروف اماں جی حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاول
37۔حضرت صالحہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب
38۔حضرت بوزینب بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب
39۔محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
40۔محترم سید احمد ناصر صاحب
41۔محترم صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب
42۔محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
43۔محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ
44۔محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب
45۔محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم میجر سعید احمد صاحب

قطعہ رفقاء ربوہ

بہشتی مقبرہ ربوہ میں چاردیواری کے اردگرد چاروں اطراف میں حضرت مسیح موعود کے رفقاء کی قبریں ہیں اور اس کو قطعہ رفقاء کہتے ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعود کے جید، جلیل القدر اور ممتاز رفقاء بھی شامل ہیں جنہیں مقبول خدمت دینیہ کی غیر معمولی توفیق بھی حاصل ہوئی۔ چند جید رفقاء کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت مولانا شیر علی صاحب، حضرت بابا محمد حسن صاحب، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر، حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بقاپوری، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب، حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، حضرت پیر افتخار احمد صاحب، حضرت پیر منظور محمد صاحب، حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحب، حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے، حضرت مولوی محمد دین صاحب، حضرت مولانا رحمت علی صاحب، حضرت حکیم فضل الرحمان صاحب، حضرت نواب محمد الدین صاحب، حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب، حضرت بابو فقیر علی صاحب وغیرہ۔

قطعہ خاص ربوہ

بہشتی مقبرہ کے درمیان میں چاردیواری کے تقریباً سامنے مغربی سمت ایک مخصوص قطعہ ہے اس کو قطعہ خاص کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب کی وفات (5 راگست 1983ء) کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد پر یہ قطعہ مخصوص ہوا کہ یہاں وہ بزرگ شخصیات دفن ہوں جن کی جماعتی خدمات نمایاں ہوں۔ گویا اس قطعہ کا آغاز حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب کی تدفین سے ہوا۔ نمایاں جماعتی خدمات کرنے والے جو خوش نصیب احباب اس میں تادم تحریر دفن ہیں ان کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

1۔حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب
2۔حضرت چوہدری عبدالحمید خان صاحب کاٹھگڑھی
3۔حضرت صوفی غلام محمد صاحب سابق ناظر اعلیٰ ثانی
4۔مکرم قریشی محمد اسلم شاہد صاحب شہید مربی سلسلہ
5۔مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب شہید سکھر
6۔مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر لاہور
7۔حضرت بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ
8۔حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ
9۔مکرم چوہدری شاہنواز صاحب شیزان انٹرنیشنل
10۔مکرم مولانا قمر الدین صاحب اول صدر خدام الاحمدیہ
11۔مکرم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب مربی بلاد عربیہ و گیمبیا
12۔مکرم میاں عبدالحئی صاحب مربی انڈونیشیا
13۔مکرم سید مسعود مبارک شاہ صاحب ناظر مال خرچ
14۔مکرم چوہدری فتح محمد صاحب آف لاہور
15۔مکرم پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب
16۔مکرم حکیم شیخ خورشید احمد صاحب صدر عمومی ربوہ
17۔محترمہ مجیدہ شاہنواز صاحبہ
18۔محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ
19۔محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مربی سلسلہ
20۔محترم مولانا نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل
21۔محترم مولانا نذیر احمد مبشر صاحب مربی سلسلہ
22۔محترم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر شیخوپورہ
23۔محترم چوہدری محمد مختار صاحب امیر کراچی
24۔محترم مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب
25۔محترم مولانا محمد احمد جلیل صاحب مفتی سلسلہ
26۔محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ
27۔محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب مربی سلسلہ
28۔محترم چوہدری عبدالرحمان صاحب ایڈووکیٹ صدر قضاء بورڈ
29۔محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب مربی سلسلہ
30۔محترم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ
31۔محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ایڈووکیٹ کراچی
32۔محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب ابن حضرت

مرزا بشیر احمد صاحب

عالمی شہرت یافتہ سائنسدان نوبیل لارئیٹ **پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب** بھی خدا کے فضل سے نظام وصیت سے منسلک تھے۔ آپ کی تدفین اس قطعہ میں ہوئی جہاں آپ کے والدین مدفون ہیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے درخواست کر کے اس قطعہ میں دفن کئے جانے کے لئے منظوری لی تھی کہ مجھے میرے والدین والے قطعہ میں دفن کیا جائے۔ گویا یہ آپ کے لئے خصوصی اجازت تھی۔

یادگاری کتبے

جو موصی بیرونی ممالک میں وفات پاتے ہیں ان میں سے پاکستانی شہریت یا پاکستانی نژاد موصیان کے یادگاری کتبات بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگائے جاتے ہیں جبکہ دیگر اقوام کے موصیان کے یادگاری کتبات بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب کئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی جو موصیان کسی وجہ سے بہشتی مقبرہ میں دفن نہیں ہو سکے۔ ان کے یادگاری کتبات بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی قربانی کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

شرط نمبر 4 کے تحت تدفین

حضرت مسیح موعود نے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے خوش قسمت لوگوں کے لئے چار شرائط بیان فرمائیں جو کہ رسالہ الوصیت میں شائع شدہ ہیں۔ شرط نمبر 4 کے الفاظ یہ ہیں۔

”ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے“۔

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 ص 320)

اس شرط کے تحت حضرت مسیح موعود نے بعض صالحین کے لئے بغیر وصیت کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا راستہ کھولا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے زمانہ میں بعض جید رفقاء کو وصیت کے بغیر بھی بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کابل، حضرت عبدالرحمان صاحب شہید کابل کے کتبات نصب فرمائے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی تدفین کے ذریعہ بہشتی مقبرہ کا آغاز حضور نے فرمایا۔

اب یہ اختیار خلیفۃ المسیح کو ہے کہ وہ جس کو چاہیں اس شرط کے تحت بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کا ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر بعض احباب کی تدفین ہوئی جیسے حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی بھی حضور کے ارشاد کے تحت دفن ہوئے۔

☆ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب وفات کے بعد حضرت خلیفہ ثانی کے حکم پر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ انہوں نے مرض الموت میں وصیت فارم پر کیا جسے قواعد کے مطابق کارپرداز نے منظور نہ کیا تھا۔

☆ مکرم عبدالرحمان صاحب سماٹری انڈونیشیا سے تحصیل علم کے لئے قادیان آئے۔ 13 راگست 1941ء کو علالت کے باعث صرف 24 سال کی عمر میں قادیان میں وفات پا گئے۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر آپ کی تدفین غیر موصی ہونے کے باوجود بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔

☆ مکرم میاں جمال احمد صاحب ابن مستری نذر محمد صاحب بھاٹی گیٹ لاہور جو کہ ٹی آئی کالج لاہور میں F.Sc کے طالب علم تھے اور مستعد فعال خادم تھے۔ 6 مارچ 1953ء میں فسادات کے دوران صرف 17 سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔ شہادت سے پہلے آپ کو لالچ دیا گیا کہ اگر تم کہہ دو کہ تم مرزائی نہیں ہو تو بچ جاؤ گے مگر آپ نے یہ گوارا نہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ انہیں بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا۔

☆ مکرم سید رضوان عبداللہ صاحب ابن سید عمر ابو بکر آفندی آف خرطوم سوڈان۔ آپ 1950ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ 26 راگست 1953ء کو طلباء کے ساتھ دریائے چناب گئے۔ وضو کرتے ہوئے پاؤں پھسل گیا اور آپ دریا میں ڈوب کر وفات پا گئے۔ حضرت مصلح موعود کی اجازت سے بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ رفقاء میں غیر موصی ہونے کے باوجود دفن ہوئے۔

مقبرہ ہائے موصیان بیرون ممالک

نظام وصیت میں وسعت اور بیرون ممالک میں موصیان کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر 1993ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بیرون ممالک میں مقبرہ موصیان بنانے کی ہدایت فرمائی۔ ان ممالک کے مقبروں کو بہشتی مقبرہ کا نام نہیں دیا گیا بلکہ مقبرہ موصیان کہا جاتا ہے یعنی ایسا قطعہ جہاں موصیان کی تدفین عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حضور کی اس ہدایت کے پیش نظر مختلف ممالک میں قطعات موصیان بنائے گئے ہیں اور مزید ممالک میں کوشش جاری ہے۔ جن ممالک میں مقبرہ ہائے موصیان بن چکے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں۔ برطانیہ، امریکہ (امریکہ میں چار مقامات پر قطعات موصیان بن چکے ہیں)، انڈونیشیا، آسٹریلیا، بنگلہ دیش، غانا، نائیجیریا، سویڈن، ناروے، سیرالیون، ماریشس اور کینیا۔

قطعہ موصیان انڈونیشیا

انڈونیشیا جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیان کی ایک خاصی تعداد ہے اور ذوق و شوق کے ساتھ نظام وصیت سے احباب منسلک ہوتے ہیں۔ یہاں 1996ء میں قطعہ موصیان قائم ہوا۔ اس کی وسعت 2014 مربع میٹر ہے۔ اکتوبر 2004ء تک اس قطعہ میں 49 موصیان دفن ہو چکے تھے۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 21 دسمبر 2004ء)

موصیان کے اعداد و شمار

حضرت مسیح موعود کی تحریک وصیت کے بعد اس میں والہانہ انداز میں خوش قسمت احمدیوں نے لبیک کہا۔ حضرت مسیح موعود سے اب تک کے اعداد و شمار حسب ذیل ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود کے وقت میں اس نظام میں 303 رفقاء نے شمولیت اختیار فرمائی۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مبارک دور (1908ء-1914ء) میں نظام وصیت میں چار صد بانوے (492) نئے مخلصین کو اس مبارک نظام میں شمولیت کی توفیق ملی۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دور خلافت (1914ء-1965ء) میں سترہ ہزار دو صد چورانوے (17294) مخلصین نظام وصیت میں شامل ہوئے۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے عہد خلافت (1965ء-1982ء) میں سات ہزار ایک صد چار (7104) مزید افراد وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہوئے۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے عہد خلافت (1982ء-2003ء) میں دس ہزار دو صد ترانوے (10293) مزید افراد کو وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(ماخوذ از مجلّہ ’النور‘ امریکہ جنوری 2005ء)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے جلسہ سالانہ 2004ء کے موقع پر نظام وصیت میں شمولیت کی خصوصی تحریک کے بعد سے 13 جولائی 2005ء تک (یعنی قریباً صرف گیارہ ماہ میں) کل (ماسوا بھارت) گیارہ ہزار دو صد بیاسی (11282) نئی وصایا کی درخواستیں مجلس کارپرداز ربوہ کو موصول ہوئیں۔ جن میں سے 9455 درخواستیں پاکستان سے اور 1762 درخواستیں دیگر ممالک سے آئیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر روز نئی درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔

دس سال کا گوشوارہ

☆ گزشتہ دس سالوں 95-1994ء تا 7 نومبر 2005ء نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کا گوشوارہ درج ذیل ہے۔

دوران سال	تعداد وصایا
1994-95ء	562
1995-96ء	565
1996-97ء	580
1997-98ء	512
1998-99ء	544
1999-2000ء	554
2000-2001ء	599
2001-2002ء	859
2002-2003ء	920
2003-2004ء	2734
2004ء-7 نومبر 2005ء	☆15200

نوٹ: ☆ جن کو باقاعدہ مسل نمبر الاٹ کر دیا گیا ہے۔

صدران مجلس کارپرداز ربوہ

1۔ مکرم عبدالباری صاحب
(1948-49ء تا 1953-54ء)
2۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس
(1954-55ء تا 1965-66ء)
3۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب
(1966-67ء-تا 1975-76ء)
4۔ مکرم صوفی بشارت الرحمان صاحب
(1976-77ء تا 1981-82ء)
5۔ حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب
(1982-83ء)
6۔ مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب
(1983-84ء تا 1996-97ء)
7۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ (1997-98ء تا 2002-03ء)
8۔ مکرم ملک خالد مسعود صاحب
(2003-04ء تا حال)

سیکرٹریان مجلس کارپرداز ربوہ

1۔ مکرم عبدالعزیز صاحب
(1948ء تا 1955ء)
2۔ مکرم قاضی عبدالرحمان صاحب
(1956ء تا 1969ء)
3۔ مکرم سید مسعود مبارک شاہ صاحب
(1969ء تا 1980ء)
4۔ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
(1980ء تا 1982ء)
5۔ مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب
(1982ء تا 1983ء)
6۔ مکرم مبارک احمد صاحب (1983ء)
7۔ مکرم محمد بشیر شاد صاحب
(1984ء تا 1987ء)
8۔ مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب
(1987ء تا حال)

مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ پاکستان 2005ء

مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ پاکستان 2005ء کے اراکین حسب ذیل ہیں۔

1۔محترم ملک خالد مسعود صاحب۔صدر مجلس
2۔محترم مرزا عبدالصمد احمد صاحب۔سیکرٹری مجلس
3۔محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب۔ممبر
4۔محترم ملک جمیل الرحمان رفیق صاحب۔ممبر
5۔محترم سید خالد احمد شاہ صاحب۔ممبر
6۔محترم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب۔ممبر
7۔محترم سید قمر سلیمان احمد صاحب۔ممبر
8۔محترم سید محمود احمد شاہ صاحب۔ممبر
9۔محترم مرزا فضل احمد صاحب۔ممبر

سیکرٹریان مجلس کارپرداز قادیان

تقسیم ملک کے بعد مجلس کارپرداز قادیان کے لئے 1950ء تک محترم حضرت عبدالرحمان جٹ صاحب ناظر اعلیٰ قادیان ہی یہ فرائض سرانجام دیتے رہے اور الگ سے سیکرٹری کا تقرر نہ ہوا آپ کے بعد سے اب تک کے سیکرٹریان مجلس کارپرداز کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

1۔مکرم ملک صلاح الدین صاحب درویش
2۔مکرم منشی عطاء الرحمٰن صاحب درویش
3۔مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش
4۔مکرم چوہدری فیض احمد گجراتی صاحب
5۔مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی درویش
6۔مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش
7۔مکرم ممتاز احمد ہاشمی صاحب درویش
8۔مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب
9۔مکرم ادریس احمد صاحب اسلم
10۔مکرم خالد حسین صاحب
11۔مکرم جاوید اقبال اختر چیمہ صاحب (موجودہ سیکرٹری)

تعارف

الوصیت کی آڈیو سی ڈی

آڈیو سی ڈی: الوصیت
باآواز: مکرم فرید احمد نوید صاحب
کل وقت: ایک گھنٹہ 7 منٹ 53 سیکنڈ
پیش کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

زیادہ سے زیادہ احباب تک حضرت مسیح موعود کے روحانی خزائن پہنچانے کا کام جماعتی سطح پر مسلسل جاری ہے۔ کتب کی اشاعت اور مطالعہ کرنے کی طرف مائل کرنا ان کوششوں کا حصہ ہے۔ ان میں مزید تیزی پیدا کرنے اور حضرت مسیح موعود کی کتب کو ہر احمدی طبقہ فکر تک پہنچانے کیلئے اب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے روحانی خزائن کو آڈیو کیسٹس اور سی ڈی کی شکل میں ریکارڈ کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس سے بہت سے احمدی احباب خاص طور پر نوجوان آسانی سے استفادہ کرسکیں گے۔ اس سلسلہ میں تیار کی جانے والی پہلی کتاب ''رسالہ الوصیت'' کی آڈیو سی ڈی مہیا کی گئی ہے۔

تین آڈیو ٹریکس پر مشتمل یہ آڈیو سی ڈی مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی پیشکش ہے۔ حضرت مسیح موعود کی کتب کو خوبصورت آواز میں ریکارڈ کرکے پیش کرنے کا یہ پہلا موقع ہے جس سے ہر احمدی شخص بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر کوئی احمدی نوجوان کمپیوٹر پر اپنا کام کررہا ہو۔ اس دوران بڑی آسانی سے یہ سی ڈی سن سکتا ہے اور روحانی علوم سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ وہ لوگ جو اردو پڑھ نہیں سکتے مگر سمجھ سکتے ہیں ان کیلئے بے حد مفید ہے۔

جونہی آپ اس سی ڈی کو کمپیوٹر کے ذریعہ چلائیں گے چند سیکنڈ کے وقفہ کے بعد یہ کمپیوٹر کے آڈیو پلیئر کے ذریعہ چلنا شروع ہوجائے گی۔ اس سی ڈی کو تین حصوں (Tracks) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ 16 منٹ 54 سیکنڈ، دوسرا حصہ 28 منٹ 53 سیکنڈ اور تیسرا حصہ 22 منٹ 6 سیکنڈ دورانیہ کا ہے۔ اس طرح تینوں حصوں کا کل وقت ایک گھنٹہ 7 منٹ اور 53 سیکنڈ ہے اور ان تینوں حصوں کی کل جگہ 596MB ہے۔ یقیناً یہ کاوش احمدی احباب کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس نیک کام کو سرانجام دینے والی ٹیم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بہشتی مقبرہ میں جا کر ہجوم جذبات

''جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا''
جان و دل اور مال و زر سب کچھ تمہارا ہو گیا
شکر للہ مل گئی ہم کو جہنم سے نجات
قبر کی کھڑکی سے جنت کا نظارا ہو گیا
فکر بس اتنی ہی تھی دل کو نہ ہوں مہجور ہم
تیرے صدقے جانِ من اس کا تو چارا ہو گیا
کوئے جاناں میں رہیں گے اب مزے سے تا بہ حشر
پار پھر بیڑا ہے جب تیرا اشارہ ہو گیا
جو جوانی میں دبا رکھی تھی آتش عشق کی
وقت پیری وہ بھڑک کر اک شرارا ہو گیا
ایک طوفان محبت تھا کہ جس کے زور میں
راز میرا دوستوں میں آشکارا ہو گیا
یوں نظر آتی ہے اب اپنی گزشتہ زندگی
''جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا''
شاذو و نادر خواب میں آتے تھے عزرائیل یاں
اب تو معمول ان کا روزانہ نظارا ہو گیا
کاش اپنی موت ہی ہو جاذبِ غفرانِ یار
کہتے ہیں مردے کو سب حق کا پیارا ہو گیا
ایک پل بھی اب گزر سکتا نہیں تیرے بغیر
اب تلک تو ہو سکا جیسے گزارا ہو گیا
بعد مُردن قبر کے کتبے پہ یہ لکھنا مرے
''آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا''

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل

آنحضرت ﷺ کا بے مثال انفاق فی سبیل اللہ اور اس کے دلکش نمونے

اپنے پاکیزہ اموال میں سے خدا تعالیٰ کی محبت کی خاطر خرچ کرو

اگر میرے پاس احد کے برابر بھی سونا آجائے تو مجھے خوشی ہوگی کہ اسے خرچ کردوں (حدیث نبویؐ)

محترم حافظ مظفر احمد صاحب

دین کی بنیادی غرض دو ہی امر ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔ انفاق کے معنے خرچ کرنے اور لٹانے کے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق زیادہ تر حقوق انسانی کی ادائیگی سے ہے۔ تاہم اللہ کی راہ میں مالی جہاد کرنے کے قرآنی حکم کی ذیل میں فقراء و مساکین کی دیگر ضروریات کے علاوہ تعلیم و تربیت اور اشاعت حق کے خرچ نیز ملک و قوم کے دفاع کی خاطر جہاد بالسیف کی تیاری اور اس کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ جن کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہو جاتا ہے۔

دینی تعلیم میں زکوٰۃ اور صدقات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن شریف نے مومنوں کی بنیادی صفت یہ ہی بیان فرمائی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (البقرہ:4) نیز فرمایا کہ اے مومنو! تم وہ قوم ہو جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے گئے ہو۔ تم میں سے بعض بخل سے کام لیتے ہیں اور پھر ان بخل کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم پھر جاؤ تو اللہ تمہاری جگہ ایک اور قوم لے کر آئے گا جو تمہاری طرح نہ ہوں گے۔ (محمد:39)

انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں قرآن شریف کی خوبصورت تفصیلی اور جامع تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی اور مالک ہے۔ اس کے پاس بے شمار خزانے ہیں۔ اسے اموال کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسان اس کے مقابل پر فقیر اور محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے فائدے کے لیے انہیں خرچ کرنے کی تحریک فرماتا ہے گویا ایک قسم کا قرض ہے جو بطور تجارت ان سے مانگا جاتا ہے اور اس کا اجر اور منافع اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک بڑھا کر عطا فرماتا ہے اور خدا کی رضامندی اس کے علاوہ ہے۔ جبکہ استطاعت کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اللہ کی ناراضگی مول لینے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

قرآن شریف میں انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اپنے پاکیزہ اموال اور بہترین کمائی میں سے خدا کی محبت کی خاطر وہ خرچ کرو جو تمہیں بہت پسند ہو۔ پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو یعنی والدین اولاد بیوی بچوں بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلوک کرتے ہوئے خرچ کرو۔ یتامیٰ اور مساکین کے حقوق ادا کرو۔ خاموشی اور رازداری سے اور غرباء کی عزت نفس قائم رکھتے ہوئے انہیں دو۔ تاہم جہاں ضرورت ہو دوسروں کو تحریک کے لیے اعلانیہ بھی خرچ کرو۔ خدا کی راہ میں کسی کو دے کر اور احسان جتا کر اپنی مالی قربانی برباد نہ کردو۔

سنت رسول اور ارشادات نبویؐ

آنحضرت ﷺ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ اپنے اموال خرچ کرنے کا بہترین نمونہ دیا ہے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق عین قرآن شریف کے مطابق تھے۔ اور بلاشبہ آپ کی پاکیزہ سیرت انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں قرآنی تعلیم کی بہترین عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تنگی اور فراخی کے دونوں زمانے دیکھے جن میں آپ کے اخلاق کھل کر دنیا کے سامنے آئے دونوں زمانوں میں ہی ہمیشہ آپ کی کیفیت ایسے مسافر کی طرح رہی جو کچھ دیر کسی درخت کے نیچے آرام کرنے اور ستانے کے لیے ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔ عارضی دنیا اور اس کے اموال سے آپ کو چنداں رغبت نہ تھی۔

(بخاری کتاب الرقاق)

نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ اور صحابہ کی بھی اسی انداز میں تربیت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہؓ کی مجلس میں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جسے (اپنے بعد میں ہونے والے) وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر یاد رکھو تمہارا اصل مال وہی ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھجوا چکے ہو جو پیچھے باقی رہ گیا وہ وارثوں کا مال ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک بکری ذبح کروائی اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کروایا اور بعد میں پوچھا کہ کیا اس گوشت میں سے کچھ باقی بچا ہے۔ گھر والوں نے جواب دیا کہ سارا تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اپنے لیے تھوڑا سا بچا ہے۔ فرمایا جو تقسیم کر دیا دراصل وہ بچ گیا ہے (کہ اس کا اجر تمہارے لیے محفوظ ہو گیا) اور جو بچ گیا ہے سمجھو کہ یہ ضائع گیا۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامہ)

مال سے بے رغبتی کے بارہ میں رسول کریم ﷺ کے رجحان اور قلبی کیفیت کا اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے فرمایا:۔

اگر میرے پاس احد کے برابر بھی سونا آجائے تو مجھے خوشی اس میں ہوگی کہ اس پر تیسرا دن چڑھنے سے پیشتر اللہ کی راہ میں اسے خرچ کردوں اور ضرورت سے زائد ایک دینار بھی بچا کے نہ رکھوں اور سارا مال خدا کی راہ میں دل کھول کر یوں خرچ کردوں اور لٹا دوں۔ آپ نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہاتھوں کے اشارے کر کے بتایا پھر فرمایا کہ جو لوگ زیادہ مالدار ہیں قیامت کے دن وہ گھاٹے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جو اس طرح دائیں بائیں آگے اور پیچھے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مگر یہ بہت تھوڑے لوگ ہیں۔

(بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی مایسرنی ان عندی ......)

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں بھی یہی روح پیدا فرمانا چاہتے تھے آپؐ فرماتے تھے کہ قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی توفیق اور ہمت بخشی۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقہ)

حضرت نبی کریم ﷺ نے بہترین صدقہ کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ صدقہ جو صحت کی حالت میں ذاتی ضرورت کے باوجود ایسے وقت میں دیا جائے جب افلاس کا اندیشہ ہو اور غنا کی امید۔ ایسا صدقہ اجر میں سب سے بڑھ کر ہے۔

آپؐ نے اپنے سچے غلاموں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے اس لمحے کا انتظار کرتے رہو۔ جب جان کنی کا وقت آجائے اور پھر یہ فیصلے کرنے بیٹھو کہ اچھا اب اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کو۔ آخری لمحوں کی اس دریادلی کا کیا ثواب؟ جبکہ وہ مال پہلے ہی کسی اور کی ملکیت ہونے والا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ افضل)

رسول کریم ﷺ یہ حدیث قدسی بھی سنایا کرتے تھے کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کرتا رہ۔ میں تجھے عطا کروں گا۔

(بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقہ)

اور فرماتے تھے کہ غنا یا امارت دولت کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل امارت تو دل کا غنا ہے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب الغنیٰ غنی النفس)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ اپنی روپوں کی تھیلی کا منہ (بخل کی راہ سے) بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا (یعنی اگر کوئی روپیہ اس سے نکلے گا نہیں تو آئے گا کہاں سے؟) جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کیا کرو۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقہ)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی دلی خوشی اور انشراح صدر کا جو عالم تھا وہ اس مثال سے خوب عیاں ہے جو آپ نے بخیل اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی بیان فرمائی جنہوں نے لوہے کے دو جبے سینے سے گلے تک پہن رکھے ہوں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے، اس کا جبہ مزید کھلتا اور فراخ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام جسم حتیٰ کہ انگلیوں کے پوروں تک کو ڈھانک لیتا ہے۔ (اور اس کا نشان تک مٹ جاتا ہے) اور بخیل ہر دفعہ جب کچھ خرچ نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لوہے کے جبہ کے حلقے تنگ پڑتے جاتے ہیں۔ وہ ان کو کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کر پاتا۔ (یعنی سخت تنگی اور گھٹن کی کیفیت میں ہوتا ہے)۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب مثل البخیل)

آداب انفاق

نبی کریم ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی اپنے صحابہ کو سکھائے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت دکھاوے یا ریاء سے کام نہیں لینا چاہئے جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا یعنی اسے شہرت اور مقبولیت تو حاصل ہو جائے گی مگر اجر سے محروم ہوگا اور خدا کی رضا نہ پا سکے گا۔

رازداری سے صدقہ دینے والے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب خدا کی پناہ اور سائے کے سوا کسی کی پناہ کوئی کام نہ دے گی تو وہ صدقہ دینے والا خدا کی پناہ میں ہوگا جس نے اتنی رازداری سے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ تک کو خبر نہ ہوئی۔ (یعنی اس نے مکمل رازداری سے کام لیا)۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ صدقۃ السر)

نبی کریم ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترجیحات بھی بیان فرمائیں اور اسی کے مطابق آپ خود بھی خرچ فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ بہترین خرچ وہ مال ہے جو ایک شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اسی طرح وہ مال جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ مال جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقہ علی العیال)

بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے حق میں صدقہ (یعنی مالی قربانی) شمار ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وہ ایک لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے تو وہ بھی اس کے حق میں نیکی شمار ہوتی ہے۔

(بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقہ)

انفاق کی خاطر قناعت کا نمونہ

انفاق فی سبیل اللہ کی اس پاکیزہ تعلیم پر ہر پہلو سے ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰؐ نے عمل کر کے دکھایا۔ رحمان خدا کے اس عظیم بندے میں سب سے بڑھ کر یہ شان جھلکتی تھی کہ نہ اسراف کی طرف میلان تھا نہ بخل کی طرف رجحان بلکہ ایک کمال شان اعتدال تھی۔ چنانچہ گھریلو زندگی میں رسول کریم ﷺ حسب حال سادگی اور قناعت کا طریق اختیار فرماتے تھے۔ اور یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ایک گوناں تیاری ہوتی تھی کہ خود تکلیف اٹھا کر اور قربانی کر کے بھی دینی ضروریات مقدم رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سے مدینہ تشریف لائے آپ کے خاندان نے مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔ نیز آپ نے بیان کیا کہ ہمارا پورا پورا مہینہ اس حال میں گزر جاتا تھا کہ جس میں ہم آگ نہیں جلاتے تھے۔ کھجور اور پانی پر گزر بسر ہوتی تھی سوائے اس کے کہ کچھ گوشت (بطور تحفہ) کہیں سے آجائے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی)

انسانوں میں سب سے بڑا سخی

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا سوال ہے۔ آپ سے بڑھ کر کوئی شاہ دل اور سخی نہ تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں سب سخیوں سے بڑے سخی کے بارہ میں نہ بتاؤں؟

اللہ تمام سخاوت کرنے والوں سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا ہے۔ پھر تمام انسانوں میں سے میں سب سے بڑا سخی ہوں۔

(مجمع الزوائد منبع الفوائد علامہ ھیثمی جلد 9 ص 13 بیروت)

یہ محض آپؐ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ جس نے بھی آپ کی سخاوتوں اور فیاضیوں کے جلوے دیکھے۔ وہ یہی رائے دینے پر مجبور ہوا۔ آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ (جنہیں بہت قریب سے آپ کے احوال مشاہدہ کرنے کا موقع ملا) نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان کو اپنے انتہائی عروج پر پہنچ جاتی تھی جبکہ جبریلؑ آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ اس وقت آپ کی سخاوت اپنی شدت میں تیز آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

(بخاری کتاب الصوم باب اجود ما یکون)

نبی کریم ﷺ کے انفاق سبیل اللہ اور سخاوت کے انداز بھی بیشمار تھے۔ ہر چند کہ آپ دینی وقومی ضروریات کو مقدم رکھتے تھے تاہم ابتدائی زمانہ میں کثرت سے کمزور اور غریب لوگوں کے قبول اسلام کے باعث ان کی امداد اور حاجت روائی بھی ایک نہایت ضروری شعبہ تھا۔ جس پر نبی کریم ﷺ ذاتی اور جماعتی دونوں لحاظ سے بہت توجہ دیتے تھے اور ایک بہت بڑا حصہ اموال کا اس پر خرچ ہوتا تھا۔

اسی طرح اس زمانہ میں مہمان نوازی کے لیے کوئی علیحدہ مرکزی انتظام نہیں تھا۔ اس لیے آنے والے مہمانوں کی اولین ذمہ داری آپ کے اہل خانہ پر ہی ہوتی تھی اور گھریلو اخراجات کا ایک بہت بڑا حصہ آپ اس پر صرف فرما دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ ضرورت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ لوگوں کی ضرورتوں کا خود خیال رکھتے اور سوال سے پہلے ازخود مدد کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی سوالی آپ کے در پر آہی گیا تو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ آپ بطور ھبہ بھی عطا فرماتے اور بطور صدقہ بھی۔ گویا امیر وغریب آپ کی عطا سے فیضیاب ہوتے۔ ازخود تحائف دے کر یا تحائف کا بہتر بدلہ بھی عطا فرماتے تھے اور مختلف حیلوں سے بھی دیتے تھے۔ کبھی قرضہ لیا تو بوقت ادائیگی زیادہ دے دیا۔ کبھی کسی سے کوئی چیز خریدی تو قیمت زیادہ عطا فرمادی۔

نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے کی یہ کیفیت آغاز جوانی سے ہی تھی۔ آپؐ خود حالت یتیمی سے گزرے تھے اور کمزوری کا زمانہ دیکھا تھا اس لیے جونہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے آپ نے حسب توفیق غرباء کی مدد اور ہمدردی کا ایک سلسلہ شروع فرمادیا۔ مکہ کے ابتدائی دور میں دعویٰ نبوت سے پہلے کفار قریش کے ساتھ آپ معاہدہ حلف الفضول کے بھی اسی لیے رکن بنے تا غرباء کی حق تلفیوں کے ازالے میں معاون ہوں۔

مکی دور میں مالی جہاد اور حضرت خدیجہؓ کی گواہی

شادی سے قبل حضرت خدیجہؓ کے اموال تجارت سے بھاری منافع پایا تو اس سے بھی کوئی جائیداد نہیں بنائی نہ اپنی تجارت بڑھائی بلکہ اللہ کی راہ میں غرباء پر خرچ کر دیا۔ پھر حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی انہوں نے اپنے تمام اموال اور غلام آپؐ کے سپرد کر دیے۔ آپؐ نے غلام زید بن حارثہؓ کو آزاد کر دیا تو اموال خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کیے۔ چنانچہ جب پہلی وحی کے نئے بوجھل تجربے پر آپ کو طبعاً گھبراہٹ ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے جو کلمات کہے ان سے نہ صرف اس زمانہ میں آپ کے انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ خدا کی راہ میں آپ کے خرچ کے طریقے بھی کھل کر سامنے آتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے پاکیزہ اخلاق پر یہ بے لاگ تبصرہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ غریبوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، جو نیکیاں مٹ چکی ہیں وہ آپؐ بجالاتے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے اور حقیقی مصائب میں لوگوں کی امداد کرتے ہیں۔

(بخاری بدء الوحی)

بعض روایات میں ہے کہ ورقہ بن نوفل نے بھی پہلی وحی کا حال سن کر یہی گواہی دی تھی۔ اس سے خوب اندازہ ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے آپؐ کن کن راہوں میں خرچ کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد آپؐ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آگئے تھے۔ ابتداءً آپ کا کوئی ذاتی ذریعہ آمد نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی جملہ ضروریات معاش کا ذمہ خود اٹھایا ہوا تھا۔ جیسے فرمایا کہ تمہارے رزق کا انتظام ہم خود کریں گے۔

(طٰہٰ 133)

مدنی دور اور انفاق فی سبیل اللہ

چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو انصار مدینہ نہایت اخلاص اور ایثار سے ہدایا اور تحائف پیش کرتے رہے۔ کسی نے دودھ دینے والے جانور پیش کیے تو بعض نے کھجور کے درخت آپ کے لیے وقف کر دیے۔ آنحضور ﷺ ان کو حسب ضرورت اپنے استعمال میں بھی لاتے اور ضرورت مند صحابہ کی حاجت روائی بھی اس سے فرماتے رہے۔

بعد میں جب 4ھ میں یہود بنی نضیر اپنی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن ہوئے اور ان کے کھجوروں کے باغات بطور خمس آنحضرت ﷺ کے تصرف میں آئے۔ آپؐ ان کے پھلوں کو فروخت کر کے اہل خانہ کے سال بھر کے (بہت محدود) اخراجات خوراک اور غلہ وغیرہ کا انتظام فرما لیتے تھے اور باقی مال جو ضرورت سے زائد ہوتا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔

(بخاری کتاب النفقات)

ہر چند کہ خمس یعنی اموال غنیمت کا پانچواں حصہ مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے صوابدیدی اختیار پر چھوڑا گیا تھا کہ اسے جیسے چاہیں دینی مقاصد کے لیے اپنی ذات اور اہل وعیال پر نیز رشتہ داروں، یتامیٰ مساکین اور مسافروں پر خرچ کریں۔ مگر آنحضور ﷺ نے کمال احتیاط سے اپنے لیے صرف ضروری سامان معاش پر ہی اکتفا کیا اور جو ضرورت سے بچ جاتا تھا خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اگلے دن کے لیے بھی بچا کے نہیں رکھتے تھے۔

(ترمذی کتاب الزھد)

الغرض آپ نے اپنے لیے قناعت کا طریق ہی پسند فرمایا اور فراخی کے زمانہ میں جب ازواج مطہرات نے بعض مطالبات کیے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اختیار دیا گیا کہ اگر وہ دنیا اور اس کی زینت کی خواہاں ہیں اور آپؐ کی طرح سادگی اور قناعت اختیار نہیں کر سکتیں تو بے شک مال ومتاع لے کر آپؐ سے الگ ہو جائیں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کو مقدم کرتی ہیں تو ایسی نیک عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہترین اجر تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب 29)

بیشک ازواج النبیؐ نے اپنے مقام کے مطابق اللہ اور رسول کو ہی ترجیح دی مگر اس تنبیہ سے یہ مقصد کھل کر سامنے آگیا کہ اموال کی کثرت کے نتیجہ میں اسراف نہ ہونے پائے۔ ورنہ بعد میں ازواج مطہرات کے معقول وظائف بھی مقرر ہوئے اور انہوں نے بھی اسوہ رسولؐ کی روشنی میں اپنے اموال بے دریغ خدا کی راہ میں خرچ کیے۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے ہر حال عسر و یسر میں انفاق فی سبیل اللہ کی تمام مدات میں دل کھول کر خرچ کر کے دکھادیا۔

حاجت مندوں کا خود خیال رکھنا

رسول اللہ ﷺ حاجت مندوں کی ضروریات کا خود خیال رکھتے تھے۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں بیان ہے کہ آپؐ چہرہ کے آثار سے ہی ایسے لوگوں کو بھانپ لیتے تھے اور پھر ان کے سوال کرنے سے پہلے ہی ازخود ان کی ضروریات ذاتی ایثار کر کے بھی پوری فرماتے تھے۔ اصحاب صفہ اکثر آپ کے احسان وتلطف سے مستفیض ہوتے تھے۔ اصحاب صفہ اور حضرت ابوھریرہؓ کی مہمان نوازی کی وہ مثال کیسی ایمان افروز ہے جب فاقہ مست ابوھریرہؓ بھوک سے بدحال ایک قرآنی آیت کی تفسیر ابوبکرؓ عمرؓ سے دریافت کرتے پھرتے تھے اور مقصود یہ تھا کہ شاید وہ اس آیت کی عملی تفسیر کے طور پر کچھ کھانے پینے کا سامان کر دیں۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے ابوھریرہؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور چہرہ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ ابوھریرہؓ فاقہ سے ہے آپؐ نے فرمایا ابوھریرہ بھوک لگی ہے چلو میرے ساتھ چلو ابوھریرہؓ ساتھ ہو لیے آپؐ دودھ کا ایک پیالہ لائے اور فرمایا کہ جا کر اہل صفہ کو بھی بلا لاؤ۔ اصحاب صفہ وہ مستحق اور غریب لوگ تھے جو مسجد نبوی میں اقامت پذیر ہو کر قرآن وسنت کی تعلیم پاتے تھے۔ رسول اللہؐ اکثر ان کے لیے صدقات بھجوا دیتے اور تحائف میں بھی انہیں شریک کرتے۔ اس موقعہ پر بھی آپؐ ان اصحاب صفہ کو نہیں بھولے۔ پہلے انہیں دودھ پیش کیا پھر ابوھریرہؓ کو خوب سیر کر کے آخر میں خود نوش فرمایا۔

(بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبیؐ)

معذوروں کا خیال

نبی کریم ﷺ خدا کی راہ میں اموال کی تقسیم کے وقت معذور محتاجوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کہیں سے کچھ کپڑے آئے جو آپؐ نے تقسیم فرمائے۔ مدینہ میں ایک نابینا ضرورت مند صحابی حضرت مخرمہؓ بھی ہوتے تھے۔ انہیں خبر ہوئی تو سخت ناراضگی کے عالم میں آکر رسول اللہ ﷺ کو گھر کے باہر سے ہی پکارنے لگے کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ نبی کریم ﷺ مخرمہؓ کی آواز سنتے ہی پہچان گئے اور گھر سے ایک قمیص اٹھائے باہر تشریف لائے اور فرمایا اے مخرمہؓ! ہم نے تو پہلے ہی آپ کے لیے ایک قمیص سنبھال کر رکھ لی تھی۔

(بخاری کتاب اللباس باب القبا)

مختلف حیلوں سے امداد

نبی کریم ﷺ ازراہ شفقت اپنے صحابہ کی ضروریات پر خود نظر رکھتے تھے۔ اور امداد کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کا احساس خودداری بھی مجروح نہ ہونے پائے اور دست سوال دراز کرنے کی بھی نوبت نہ آئے۔

ایک جاں نثار صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کے ساتھ بھی ایسا ہی محبت بھرا معاملہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جابرؓ کے والد عبداللہؓ احد میں شہید ہوئے تو سات بہنوں کی پرورش کا بوجھ ان کے سر پر تھا۔ دوسری طرف والد کے ذمہ یہود مدینہ کا خاصا قرضہ بھی واجب الادا تھا۔ اسی دوران امور خانہ داری سنبھالنے کے لیے جابرؓ کو جلد اپنی شادی کا فیصلہ بھی کرنا پڑا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی ان جملہ حالات پر نظر تھی۔ آپ ان کی مدد بھی کرنا چاہتے ہوں گے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ جابر غیور اور خوددار نوجوان ہے۔ جلد ہی ایک غزوہ سے واپسی پر آپ نے اس کا موقع پیدا کرلیا۔ جابرؓ کا اونٹ اچانک اڑ کر رک گیا۔ آنحضرت ﷺ نے جابرؓ سے فوراً اس اونٹ کا سودا طے کرلیا اور مدینہ آکر رسول کریم ﷺ نے اپنے خزانچی حضرت بلالؓ کو اونٹ کی قیمت ادا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جب جابرؓ وہ قیمت وصول کر کے جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ قیمت کے ساتھ اپنا اونٹ بھی واپس لیتے جاؤ۔ اس طرح اپنے ایک پیارے صحابی کی ضرورت کے وقت امداد بھی فرمادی اور اس کی عزت نفس بھی قائم رکھی۔

(بخاری کتاب الجہاد)

نبی کریم ﷺ ضرورت مند کی حاجت دیکھ کر پریشان ہوجاتے تھے اور جب تک حاجت روائی نہ فرمالیتے چین نہ آتا۔

مضر قبیلے کا وفد آیا تو انہیں ننگے پاؤں اور جانوروں کی کھالیں اوڑھے دیکھ کر اور ان کے چہروں پر فاقہ کے آثار محسوس کر کے آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ آپؐ بے چینی میں اندر تشریف لے گئے پھر باہر آئے اور بلالؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں۔ بلالؓ کی منادی پر لوگ اکٹھے ہوگئے۔ آپؐ نے نہایت مؤثر وعظ فرمایا اور اس وفد کی امداد کی تحریک کی۔ صحابہ نے مالی قربانی کی اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا اور حسب توفیق ضرورت کا ہر قسم کا سامان حاضر کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے جب دل کی مراد پورے ہوتے دیکھی تو مسرت سے آپ کا چہرہ تمتمانے لگا۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ)

ابو اسیدؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی آپؐ نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ اس کی مزید وضاحت فرماتے تھے کہ جب آپ ﷺ کسی سائل کا سوال پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو جواب میں ہاں فرماتے اور جب آپ کا جواب نفی میں ہوتا تو خاموش رہتے۔ چنانچہ کبھی کسی کے لیے نہ کا کلمہ آپ کی زبان پر جاری نہیں ہوا۔

(مجمع الزوائد ہیثمی جلد 9 ص 13 بیروت)

کبھی کوئی ضرورت مند آتا جس کی آپؐ ضرور مدد کرنا چاہتے اور پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اسے فرماتے کہ میرے وعدے پر اتنا قرض لے لو جب ہمارے پاس مال آئے گا تو ہم ادا کردیں گے۔ ایک دفعہ کسی ایسے موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم تو نہیں دیا جس کی آپ کو طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات پسند نہیں فرمائی۔ وہاں موجود ایک انصاری صحابی کہنے لگے کہ یارسول اللہ آپ دل کھول کر خرچ کریں اور خدائے ذوالعرش سے افلاس سے نہ ڈریں۔ رسول اللہؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (ترمذی شمائل النبویہ)

فراخدلی

آپؐ اس طرح فراخدلی سے عطا کرتے تھے کہ ضرورت مند بعض دفعہ اپنا حق سمجھ کر مانگتے تھے۔ مگر آپؐ کبھی برا نہ مناتے۔ ایک دفعہ ایک بدو نے آپؐ سے دست سوال دراز کرتے ہوئے عجیب گستاخانہ طریق اختیار کیا۔ جو چادر آپؐ نے اوپر لی ہوئی تھی۔ اسے اس نے اتنے زور سے کھینچا کہ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے اور پھر بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا مجھے اللہ کے اس مال میں سے عطا کریں جو آپؐ کے پاس (امانت) ہے۔ آپؐ نے اس دیہاتی کے اس رویہ پر نہ صرف صبر وضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا بلکہ نہایت فراخدلی سے مسکراتے ہوئے اس کی امداد کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔

(بخاری کتاب الادب وکتاب اللباس)

بدی کے بدلہ میں نیکی

ایک دفعہ ایک اور دیہاتی نے جب آپؐ کے گلے کا پٹکا کھینچ کر آپؐ کو تکلیف پہنچا کر سخت کلامی کرتے ہوئے مانگا اور کہا یہ مال نہ آپؐ کا ہے نہ آپؐ کے باپ دادا کا۔ اللہ کے اس مال میں جو ہمارا حق ہے وہ ہمیں دے دو۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اے اعرابی! تم نے جو چادر کھینچ کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس کا بدلہ تو تم سے لیا جائے گا۔ وہ بے اختیار بول اٹھا۔ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا آخر کیوں تم سے بدلہ نہ لیا جائے۔ اس نے کیسی صاف گوئی اور سادگی سے کہا۔ بدلہ اس لیے نہیں ہوگا کہ آپؐ ہمیشہ بدی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ مسکرائے اور اسے بھی کچھ عطا فرما کر رخصت کیا۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر اپنی ضرورت سے متعلق سوال کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حسب حال جو میسر تھا عطا کردیا۔ وہ اس پر سخت چیں بجبیں ہوا اور رسول کریم ﷺ کی شان میں بھی بے ادبی کے کچھ کلمات کہہ گیا صحابہ کرام نے سرزنش کرنا چاہی مگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا۔ آپؐ اس بدو کو اپنے ساتھ گھر لے کر گئے اسے کھانا کھلایا اور مزید انعام واکرام سے نوازا پھر پوچھا کیا اب راضی ہو؟ وہ خوش ہوکر بولا اب تو میں کیا میرے قبیلے والے بھی آپؐ سے راضی اور خوش ہیں رسول کریم ﷺ نے اسے فرمایا کہ میرے صحابہ کے سامنے بھی جا کر یہ اظہار کردینا کیونکہ تم نے ان کے سامنے سخت کلامی کر کے ان کی دلآزاری کی تھی۔ جب اس نے صحابہ کے سامنے بھی اسی طرح اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ میری مثال اس اونٹنی کے مالک کی طرح ہے جو اپنے اڑیل اونٹ کو بھی قابو کرلیتا ہے۔ میں بھی سخت مزاج لوگوں کو محبت سے سدھا لیتا ہوں۔

(مجمع الزوائد ہیثمی جلد 9 ص 15 بیروت)

نبی کریم ﷺ فتح حنین کے بعد بیشمار غنائم تقسیم فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ بدوؤں نے گھیر لیا اور آپؐ سے اصرار کر کے مانگنے لگے۔ ان کے ہجوم کے باعث پیچھے ہٹتے ہٹتے آپ کی چادر کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی۔ آپؐ کمال معصومیت سے ان سے اپنی چادر واپس طلب فرما رہے تھے پھر فرمایا اگر مویشیوں سے بھری ہوئی یہ وادی بھی میرے پاس ہوتی تو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے ہرگز بزدل اور بخیل نہ پاتے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب الشجاعۃ فی الحرب)

اپنی ضروریات پر دوسرے کو ترجیح

نبی کریم ﷺ انفاق فی سبیل اللہ میں ہمیشہ ضرورت مند کی خاطر اپنی ضرورت قربان کر کے بھی خدا کی راہ میں دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ کے لباس کی ضرورت دیکھ کر ایک خاتون آپؐ کے لیے ایک خوبصورت چادر لے کر آئیں۔ آپؐ کو پسند آئی اور چونکہ ضرورت بھی تھی آپؐ اندر تشریف لے گئے اور وہ چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ ایک صحابی نے اس چادر کی بہت تعریف کی کہ آپؐ کو بہت سجتی ہے اور خوبصورت لگ رہی ہے۔ آپؐ نے اسی وقت پھر پرانی چادر پہن لی اور نئی اس صحابی کو عطا فرمادی۔

(بخاری کتاب الجنائز)

اس ایثار اور انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں آپؐ کے اموال میں برکت بھی بہت عطا ہوتی تھی۔ جس کے نتیجہ میں مزید قربانی کی توفیق ملتی تھی۔ آپؐ اموال کی تقسیم میں اہل خانہ پر بھی دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ قیدی آئے۔ حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو ایک خادم مانگنے حاضر ہوئیں اور رسول اللہؐ کو موجود نہ پا کر حضرت عائشہؓ کو اپنی ضرورت بتا کر چلی گئیں۔ رسول اللہؐ تشریف لائے حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی لخت جگر کا پیغام دیا کہ فاطمہ کی کمر خود پانی بھر بھر کر اور مشکیزے اٹھا کر خم ہونے کو آئی ہے اور چکی پیس کر ہاتھ میں گٹے پڑ گئے ہیں ان کو ایک خادم کی ضرورت ہے۔ آپؐ اسی وقت صاحبزادی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قیدی تو زیادہ ضرورت مندوں میں تقسیم ہو چکے۔ آپ لوگوں کو جو ملا ہے اس پر خدا کی تسبیح اور حمد کرو۔ اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب النفقات)

ایثار اور انفاق کی برکت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کپڑا فروخت کرنے والا آیا اور رسول کریم ﷺ نے اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدا، وہ چلا گیا تو آپؐ نے وہ قمیص زیب تن فرمالیا۔ اچانک ایک انصاری آیا اس نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ مجھے کوئی قمیص عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت کے لباس میں سے کپڑے پہنائے۔ حضور ﷺ نے وہی نیا قمیص اتار کر اسے دے دیا۔ پھر آپؐ دکاندار کے پاس گئے اور اس سے ایک اور قمیص چار درہم میں خرید لیا۔ آپؐ کے پاس ابھی دو درہم باقی تھے۔ راستہ میں اچانک آپؐ کی نظر ایک لونڈی پر پڑی جو بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ! مجھے گھر والوں نے دو درہم دے کر آٹا خریدنے بھیجا تھا، درہم گم ہوگئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے باقی دو درہم اسے دے دیئے جب وہ واپس لوٹی تو پھر بھی روتی جارہی تھی۔ آپؐ نے اسے بلا کر پوچھا کہ اب کیوں روتی ہو۔ وہ کہنے لگی اس خوف سے کہ گھر والے (تاخیر ہو جانے کے سبب) سزا دیں گے۔ آپؐ اس بچی کے ساتھ ہو لیے اور اس کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر والے تو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ کہنے لگے ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ نے کیسے قدم رنجہ فرمائے۔ آپ ﷺ نے (تفصیل بتا کر) فرمایا یہ آپ کی لونڈی ڈرتی تھی کہ آپ لوگ اسے سزا دو گے۔ اس کی مالکہ بولی کہ خدا کی خاطر اور آپؐ کے ہمارے گھر چل کر آنے کے سبب میں اسے آزاد کرتی ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت عطا فرمائی اور فرمانے لگے دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دس درہموں میں کیسی برکت ڈالی؟ اللہ نے ان درہموں میں اپنے نبیؐ کو قمیص بھی عطا کردی، ایک انصاری کے لیے بھی قمیص کا انتظام کیا اور ایک لونڈی کی گردن بھی اس سے آزاد کردی اور میں اللہ کی حمد اور تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ عطا فرمایا۔

(مجمع الزوائد ہیثمی جلد 9 ص 14 بیروت)

جودوسخا کے حیرت انگیز نظارے

فتوحات کے زمانہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس بہت کثرت سے اموال آئے مگر جیسا کہ آپؐ کی دلی خواہش تھی۔ آپؐ نے دونوں ہاتھوں سے وہ مال خدا کی راہ میں لٹایا اور ایک درہم بھی اپنی ذات کے لیے بچا کر رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر آپؐ کا کامل توکل تھا اور وہی ہر ضرورت میں آپؐ کا متکفل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ عصر کی نماز پڑھا کر خلاف معمول تیزی سے گھر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ہاتھ میں سونے کی ایک ڈلی تھی۔ فرمانے لگے مجھے نماز میں خیال آیا کہ سونے کا ایک ٹکڑا تقسیم ہونے سے رہ گیا ہے۔ میں جلدی سے وہ تقسیم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے یہ بات گوارا نہ تھی کہ وہ ایک دن کے لیے بھی ہمارے گھر میں پڑا رہ جاتا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من احب تعجیل الصدقۃ)

اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے آپؐ کامل ایمان رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں اور وہ خرچ کرنے پر عطا کرتا اور مال کو اور بڑھاتا ہے۔ ایک دفعہ آپؐ اپنے خادم اور خزانچی بلالؓ کے پاس تشریف لائے اور کھجور کا ایک ڈھیر دیکھ کر استفسار فرمایا بلال! یہ کھجوریں کیسی ہیں۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ آئندہ کے لیے ذخیرہ کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر آپؐ نے بلالؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بلالؓ خدا کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاؤ اور افلاس سے مت ڈرو۔

(معجم الطبرانی جلد 1 ص 325 بیروت)

حضرت موسیٰ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کبھی اسلام کے نام پر کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا گیا مگر آپؐ نے وہ عطا فرمادی۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپؐ نے بکریوں سے بھری دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی اسے عطا فرمادی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نومسلم عرب سردار نے آپؐ سے وادی کے درمیان زمین کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ آپؐ نے زمین کی چراگاہیں اور بکریوں کے ریوڑ سمیت سب کچھ اسے ھبہ کردیا تھا۔ وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا تو اس حیرت انگیز تاثر کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے لیے یہ معجزے سے کم نہ تھا۔ اے میری قوم تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ محمد مصطفیٰ ﷺ تو اتنا دیتے ہیں کہ فقر وفاقہ سے بھی نہیں ڈرتے۔

(مسلم کتاب الفضائل، مجمع الزوائد ھیثمی جلد 9 ص 13 بیروت)

فتح مکہ اور فتح حنین کے بعد بھی رسول کریم ﷺ کے جودوکرم کے حیرت انگیز نظارے مفتوح قوم نے آپ سے دیکھے۔ یہ انعام واکرام تالیف قلبی کی خاطر تھا۔ ابن شہاب زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حنین کے معرکہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے، پھر سو اونٹ دیے پھر سو اونٹ دیے۔ (گویا تین صد اونٹ عطا فرمائے) صفوان خود کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جب یہ عظیم الشان انعام عطا فرمایا۔ اس سے پہلے آپؐ میری نظر میں سب دنیا سے زیادہ قابل نفرت وجود تھے لیکن جوں جوں آپؐ مجھے عطا فرماتے چلے گئے۔ آپؐ مجھے محبوب ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ مجھے سب دنیا سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ (مسلم کتاب الفضائل 4277)

اسی طرح سردار مکہ ابوسفیان ان کے بیٹے معاویہ اور ایک اور قریشی سردار حارث بن ھشام کو بھی آپؐ نے سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ بعض روایات کے مطابق یہ کل ساٹھ افراد تھے جن کو آپؐ نے تالیف قلبی کی خاطر انعام واکرام سے نوازا۔

(الشفاء للقاضی عیاض ج 1 ص 145)

غزوہ حنین میں بنو ہوازن کے چھ ہزار لوگ اسیر ہوئے تھے۔ اہل حنین یہ درخواست لے کر آئے کہ ان کو آزاد کردیا جائے۔ یہ غلام تقسیم ہو چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور انہیں تحریک فرمائی کہ ان غلاموں کو آزاد کردیا جائے اور وعدہ فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام کے عوض آئندہ اپنا حق لینا چاہے وہ اسے ادا کردیا جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش پر تمام مسلمانوں نے بخوشی ان چھ ہزار غلاموں کو آزاد کردیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب یوم حنین ......)

غلاموں کی آزادی کا وہ نظارہ بھی کیا عجیب تھا۔ جب وہ آزاد ہوکر گلیوں میں دوڑتے پھرتے تھے۔

ہارون بن رئابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس ستر ہزار درہم آئے اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو کبھی آپؐ کے پاس آیا۔ یہ درہم آپؐ نے ایک چٹائی پر رکھوائے۔ پھر آپؐ وہ بانٹنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ان کو تقسیم کرکے دم لیا۔ اس دوران جو سوالی بھی آیا اسے آپؐ نے عطا کیا۔ یہاں تک کہ وہ چٹائی خالی ہوگئی۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ص 447 للجوزی بیروت)

دوسری روایت میں نوے ہزار درہم تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

(الشفاء للقاضی عیاض جلد 1 ص 146 مطبوعہ مصر)

عبداللہ ھوزنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریمؐ کے اخراجات کیسے ہوتے تھے۔ بلالؓ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو مبعوث کیا اس وقت آپؐ کے پاس کوئی مال نہیں تھا اور میں وفات تک آپؐ کے ساتھ رہا۔ آپؐ کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو مجھے حکم دیتے۔ میں اس کے لیے قرض لے کر کپڑے وغیرہ خرید دیتا اور کھانا وغیرہ کھلاتا۔ ایک دفعہ ایک مشرک نے کہا کہ کسی اور کی بجائے مجھ سے ہی قرض لے لیا کرو اور جب اس کا قرض زیادہ ہوا تو بہت سختی سے وہ تقاضا کرنے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے وہاں سے بھاگ جانے کا قصد کرلیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کہیں جاتے۔ اگلے دن حضور ﷺ کی طرف سے علی الصبح بلاوا آگیا۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں حاضر ہوا اور کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹ سامان طعام اور لباس سے لدے بیٹھے ہیں جو فدک کے سردار نے آپؐ کو بھجوائے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اے بلال اللہ تعالیٰ نے تمہاری ادائیگی کا انتظام کردیا۔ اب قرض ادا کردو۔ چنانچہ قرض ادا ہوا اور پھر بھی بچ رہا۔ آپؐ نے فرمایا میں گھر نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ تم یہ مال بھی تقسیم کردو۔ لیکن جب رات تک کوئی سائل نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزاری۔ اگلے دن جب بلالؓ نے بتایا کہ اب مال تقسیم ہو چکا ہے تو آپؐ اطمینان سے اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین)

حضرت مسیح موعود نے اس پر بہت خوبصورت تبصرہ فرمایا ہے۔

”رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول اکرم ﷺ اتقا کے درجہ سے گزر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔ اس لیے مماثلت ان کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ شخص اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا لیکن یہ لازمہ متقی تھا کیونکہ خدا کی راہ میں دینے سے بھی اسے نفس کے ساتھ جنگ تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا ہاں رسول اکرم ﷺ نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا“۔

(ملفوظات جلد اول ص 20)

بخشش وعطا کے مواقع کی تلاش

رسول کریم ﷺ کی قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق تحفہ قبول کرکے جواب میں حسب حال بہتر تحفہ دینے کی کوشش فرماتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک خوبصورت واقعہ ربیعہ بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے مجھے تازہ کھجوروں کا ایک طشت اور کچھ ککڑیاں دے کر حضورؐ کی خدمت میں تحفہ پیش کرنے کے لیے بھجوایا۔ نبی کریم ﷺ کو چھوٹی ککڑیاں بہت پسند تھیں۔ اس زمانہ میں آنحضور ﷺ کے پاس بحرین کے علاقے سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے مٹھی بھر زیور ربیعہؓ کو عطا فرمایا۔ دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دونوں ہاتھ بھر کر سونے کا زیور ربیعہؓ کو دیا اور فرمایا یہ زیور پہن لو۔

(مجمع الزوائد ھیثمی ج 9 ص 13 بیروت)

حسن ادائیگی

ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ایک اونٹ کسی سے بطور قرض لیا واپس کرتے وقت اس سے اچھا اونٹ لوٹایا اور فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ادائیگی میں بہتر طریق اختیار کرتے ہیں۔

(ترمذی ابواب البیوع باب استقراض البعیر)

اسی طرح حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے قرض لیا اور واپس کرتے ہوئے بڑھا کر عطا فرمایا۔

(بخاری کتاب الاستقراض باب حسن القضاء)

رسول کریم ﷺ جب کسی سے قرض لیتے تو واپس کرتے ہوئے زیادہ عطا فرماتے ایک دفعہ ایک یہودی نے واپسی قرض کا تقاضا ذرا سختی اور گستاخی سے کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواباً کچھ سخت سست کہا تو آپؐ نے منع فرمادیا اور انہیں حکم دیا کہ قرض بھی ادا کریں اور کچھ زیادہ بھی دے دیں۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر اسلام زید بن سعنہ جلد 3 ص 404 مکتبۃ النصر الحدیثۃ الریاض)

عطاء نبویؐ کی نرالی شان

رسول اللہ ﷺ کی عطا اور بخشش کی ایک نرالی شان جو اور کہیں نظر نہیں آتی یہ ہے کہ آپؐ کی عطا کے سلسلے آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہے جس کی ایک مثال جابرؓ بن عبداللہؓ کا یہ واقعہ ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں آپ کو ایسے، ایسے اور ایسے دوں گا (یعنی بہت دوں گا) پھر نبی کریم ﷺ بحرین کا مال آنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں وہ مال آیا۔ انہوں نے اعلان کروایا کہ کسی کا نبی کریم ﷺ کے ذمہ قرض یا وعدہ ہو تو وہ آکر لے۔ میں نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ مجھ سے رسول کریم ﷺ نے مال بحرین آنے پر اس اس طرح دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے دونوں ہاتھ بھر کر مجھے درہم عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اب ان کو شمار کرو۔ وہ پانچ سو درہم نکلے۔ آپ نے فرمایا اس سے دگنے (یعنی ایک ہزار) مزید لے لو (تا کہ رسول اللہؐ کا وعدہ تین مرتبہ دینے کا پورا ہوجائے)۔

(مسلم کتاب الفضائل)

حضرت مسیح موعود حضرت نبی کریم ﷺ کے انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

”اور جو اخلاق، کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرتؐ کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہوگئے ہوں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بیشمار خزائن کے دروازے آنحضرت ﷺ پر کھول دیے سو آنجنابؐ نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ سونے کے لیے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لیے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لیے نان جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرت ﷺ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 ص 289)

شکریہ کے طور پر

نظام وصیت کے متعلق حضرت مصلح موعود کے پُر معارف ارشادات

وصیت ۔ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ نظام جو ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہے

خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ ہم مالی قربانیوں میں پورا حصہ لیں، جماعتی ترقی میں ان قربانیوں کی بہت ضرورت ہے

مرتبہ: عطاء الوحید باجوہ صاحب

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت جو کتاب لکھی۔ اس میں ہمیں وصیت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ میرے دل میں ہمیشہ ایک خلش سی رہتی تھی کہ ہمیں قربانی کے ایک موقع سے محروم کر دیا گیا مگر پھر خیال آیا کہ رسول کریمؐ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے، یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب گناہ معاف کر دیئے تو آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (-) یعنی کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ ایسے مقام پر پہنچ کر فرضاً اور وجوباً نہیں تو شکریہ کے طور پر عمل ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے ایسا طریق اختیار کیا کہ میرا چندہ موصیوں کے چندوں سے زیادہ ہی ہو۔ پھر مجھے یاد آیا میرا ایک الہام بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد مجھے الہام ہوا (-) یعنی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے مشقت اٹھا دیتا ہے مگر ان کا فرض ہوتا ہے کہ شکریہ کے طور پر بھی عمل کریں۔

(خطبات محمود جلد 1 ص 220)

مالی قربانی کا نظام

سلسلہ کی آمد میں آج تک ایک خطرناک نقص رہا ہے اور میں اس کا مخالف رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔ اور میری یہ رائے کبھی نہیں بدل سکتی کہ وصیت کے معاملے کو غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ جن لوگوں کی جائیدادیں نہیں تھیں وہ وصیتیں کرتے چلے گئے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود نے وصیت کو مالی قربانی قرار دیا ہے۔ مگر 60 فیصدی وصیتیں ایسی تھیں کہ عام لوگ شب برات اور محرم میں جتنا خرچ کرتے ہیں اس سے بھی کم انہوں نے وصیت میں دیا ہوگا۔ میں اس کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہا ہوں اور میں سمجھ نہیں سکتا میری یہ رائے کبھی بدل سکتی ہے کہ ایسے لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا حضرت مسیح موعود کے مدنظر نہ تھا۔ میرے نزدیک ہر وہ جائیداد جس سے کسی کا گزارہ نہیں چلتا اس کی اگر وصیت کرتا ہے تو وہ وصیت نہیں ہے اس لئے میں نے کارکنوں کو توجہ دلائی ہے کہ اس قسم کی وصیتیں فضول ہیں۔ ان حالات میں چونکہ صاحب جائیداد لوگوں نے وصیتیں کرنی چھوڑ دی ہیں اس لئے آمد میں کمی آگئی ہے۔

دوسرے یہ کہ وصایا موت کے وقت نہ کرنی چاہئیں۔ اس وقت تو ہر شخص کر دے گا۔ وصیت شوق سے اس وقت کرنی چاہئے جبکہ سامنے موت کا خوف نہ ہو۔

تیسرے وصایا کرنے کی تحریک کرنی چاہئے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا تھا کہ ایک آدمی کو دو تین آدمی یہ کہہ کر وصیت کرنے کے لئے مجبور کر رہے تھے کہ اگر نہ کرو گے تو منافق ہو گے۔ اس پر میں نے منع کیا تھا کہ اس طرح مجبور نہیں کرنا چاہئے نہ یہ کہ تحریک ہی نہیں کرنی چاہئے۔ ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ان سے وصیتیں کرائی جائیں تو انہیں سے کم از کم ایک کروڑ روپیہ وصول ہو سکتا ہے۔

میں نے جماعت کے مال کا اندازہ لگایا تو دیکھا کہ پنجاب کے تین ضلعوں منٹگمری، لائل پور اور سرگودھا کے احمدی اگر اپنی جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت کریں تو دس لاکھ اور اگر زیادہ وصیت کریں تو 33 لاکھ تک رقم مل سکتی ہے۔ اور سارے ہندوستان میں جماعت کی جائداد کا اندازہ لگایا جائے تو کم از کم دس کروڑ کی ہوگی۔ جس میں سے ایک کروڑ مل سکتا ہے۔ جن لوگوں کی جائدادیں نہیں ان کی ماہوار آمدنی وصیت میں رکھی گئی ہے۔ اور خواہ کوئی کتنی قلیل تنخواہ کا ملازم ہو اگر وہ اس تنخواہ کا دسواں حصہ دیتا ہے تو واقعی قربانی کرتا ہے۔ اس طرح تین لاکھ کے قریب آمد ہو سکتی ہے۔ پھر ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کی کوئی آمد نہیں یا جائداد نہیں وہ (دعوت الی اللہ) میں کوشش کریں تو یہی خدمت ان کی طرف سے وصیت میں سمجھی جا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کثرت سے مال آئیں گے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں نہیں آئے۔ وجہ یہ کہ وصیتوں کے متعلق غلط راستہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ دراصل ایسے رنگ میں اس کی تعمیل ہونی چاہئے کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوں جو واقعہ میں قربانی کرنے والے ہوں اور اس کے لئے جائدادیں رکھنے والوں کو عام تحریک کرتے رہنا چاہئے۔

(انوار العلوم جلد 9 ص 144)

وصیت ایمان کا معیار ہے

بے شک ہماری جماعت پر بہت بوجھ ہے اور وہ بہت کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتی ہے۔ مگر جماعت نے ہی سارا بوجھ اٹھانا ہے غیروں سے تو ہم نے کچھ لینا نہیں۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ ہماری جماعت نے بہت بوجھ اٹھایا ہوا ہے لیکن جماعت کی مجموعی حالت کو دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جماعت نے ابھی اتنی مالی قربانی نہیں کی جتنی پہلی جماعتیں قربانی کرتی رہی ہیں۔ میں نے روم میں وہ مقام دیکھا ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والے اپنے دشمنوں کی سختیوں اور ظلموں سے بچنے کے لئے رہے۔ بیس میل کے قریب وہ مقام لمبا ہے۔ وہاں عیسائی اپنے گھر بار مال واموال چھوڑ کر چلے گئے تھے اور وہ فاقے پر فاقے اٹھاتے تھے۔ سورہ کہف میں ان کا نام اصحاب کہف والرقیم رکھا گیا ہے۔ ہم چند گھنٹے کے لئے وہاں گئے۔ مگر کئی دوست وہاں ٹھہرنا برداشت نہ کر سکے حالانکہ وہ لوگ وہاں کئی سال تک دقیانوس کے وقت رہے۔ وہ نہایت تنگ و تاریک گیلی مٹی کے غار ہیں سرکاری فوجوں نے ان میں سے جن کو وہاں مارا ان کی قبریں بھی وہیں بنی ہوئی ہیں اور ان پر کتبے لگے ہیں کہ یہ فلاں وقت مارا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خدا کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور ایسی ایسی تکلیفیں برداشت کی تھیں جن کا خیال کر کے اب بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔...... حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے اور وصیت کا کم از کم چندہ 1/10 حصہ مال کا رکھا ہے جس میں عام چندہ جو وقتاً فوقتاً کرنا پڑے شامل نہیں۔ مگر ہماری جماعت اس وقت اپنی آمد کا 1/16 حصہ چندہ میں دیتی ہے اور بعض یہ بھی نہیں دیتے بلکہ اس سے کم شرح سے دیتے ہیں اور بعض بالکل ہی نہیں دیتے مگر باوجود اس کے کہا جاتا ہے ہم پر بڑا بوجھ پڑا ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جو کام کرنے کا ہم نے تہیہ کیا ہے وہ کتنا بڑا ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر بڑا بوجھ پڑ گیا ان کی حالت اس شخص کی سی ہے جو ہاتھی اٹھانے کے لئے جائے اور جب اٹھانے لگے تو کہے یہ تو بڑا بوجھ ہے یا اس شخص کی سی ہے جو اپنے ہاتھ میں آگ کا انگارا پکڑنا چاہے اور پھر کہے اس سے تو ہاتھ جلتا ہے۔ پس جو قوم یہ کہتی ہے کہ وہ دنیا کو اس طرح اڑا دینے کی کوشش کر رہی ہے جس طرح ڈائنامیٹ پہاڑ کو اڑا دیتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ڈائنامیٹ کی طرح پھٹ کر اپنے آپ کو تباہ کر لے۔ کیا کبھی بارود خود قائم رہ کر کسی چیز کو اڑا سکتا ہے؟ یا ڈائنامیٹ اپنے آپ کو تباہ کئے بغیر کوئی تغیر پیدا کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تمہیں اسی طرح کرنا پڑے گا۔ اگر تم تھوڑے سے ہو کر دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو تو ڈائنامیٹ بن کر ہی فتح کر سکتے ہو کیونکہ تھوڑا سا ڈائنامیٹ ہی ہوتا ہے جو ایک بڑے خطہ کو تہ و بالا کر دیتا ہے اور اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم دنیا کو اڑانے سے پہلے آپ اڑ جائیں گے۔ کیا یہ حالت تم میں پیدا ہو گئی ہے اور اس درجہ تک تم پہنچ گئے ہو؟ اگر نہیں تو ساری دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ تم پر بہت بوجھ پڑ گیا تم میں سے ہر ایک کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس نے اس مدعا اور مقصد کے پورا کرنے میں کس قدر سعی اور کوشش کی ہے جو ہر ایک احمدی کا اولین فرض ہے اور جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔ اگر اس بات کو مدنظر رکھ کر تم اس بوجھ کو دیکھو گے جسے تم نے اس وقت تک اٹھایا ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے سارے کے سارے ایسے ہیں جنہیں اس بات کا احساس نہیں کہ وہ کس مقصد اور مدعا کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں اور اس کے لئے کس قدر سعی اور کوشش کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے مخلص بھی ہیں۔ ایک دوست جن کی تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار ہے انہوں نے اپنی آمدنی کے 1/3 حصہ کی وصیت کی ہوئی ہے یعنی بیس روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ جب چندہ خاص کی تحریک ہوئی تو اس میں انہوں نے تین ماہ کی تنخواہ دے دی اور اس طرح وہ مقروض ہو گئے۔ اس پر انہوں نے خط لکھا کہ کیا میں قرضہ ادا ہونے تک 1/10 حصہ آمد کا چندہ میں دے سکتا ہوں مگر اس سے 6,5 دن بعد ان کا خط آ گیا کہ مجھے پہلا خط لکھنے پر بہت افسوس ہوا۔ میں اپنی آمد کا 1/3 حصہ ہی چندہ میں دیا کروں گا۔ تو ایک حصہ جماعت کا ایسے مخلصین کا بھی ہے اور یہ بڑا حصہ ہے مگر میں باقیوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی ایسے ہی بنیں اور ہماری تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ ایک قطرہ بھی ہمارے اپنے لئے نہ ہو بلکہ ہمارے لئے وہی رہنا چاہئے جو ہمارا نہیں رہا۔ یعنی جان بچانے، ستر ڈھانکنے کے لئے جو خرچ ہو وہ کیا جائے باقی سب کچھ خدا کے لئے سمجھا جائے۔ دیکھیں آپ لوگ جماعت میں داخل ہو کر جو وعدہ کرتے ہیں وہ کتنا بڑا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری جان، ہمارا مال، ہماری عزت، ہماری آبرو، ہمارا آرام، ہماری آسائش، ہماری دولت، ہماری جائداد غرضیکہ ہمارا سب کچھ خدا کا ہو گیا۔ یہ بیعت کے معنے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ میرا ہے وہ میرا نہیں بلکہ خدا ہی کا ہے۔

(انوارالعلوم جلد9 ص166)

نہایت اہم چیز

میں دوستوں کو وصیت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔ وصیت ہماری جماعت کے لئے نہایت اہم اور اصل چیز ہے۔حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جو شخص وصیت نہیں کرتا اس کے ایمان میں نفاق کا حصہ ہے۔ پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ وصیت کی طرف خاص توجہ کریں۔ جماعت کا کثیر حصہ ابھی تک وصیتوں سے خالی ہے۔اس وقت ہماری جماعت کی ترقی کے لئے مالی قربانیوں کی بہت ضرورت ہے۔خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ ہم مالی قربانیوں میں پورا حصہ لیں۔ چنانچہ ایک دوست نے خواب دیکھا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ہماری جماعت بے نظیر کامیابی اور ترقی دیکھنا چاہتی ہے تو ہر احمدی اپنے مال کا چوتھائی حصہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے قربان کرے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ میں اب سے ایسا ہی ادا کیا کروں گا۔

(انوارالعلوم جلد9 ص443)

مالی قربانی کی اہمیت

برادران! مجھ سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض دوست چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں میں ان دوستوں کی رائے کو بالکل غلط سمجھتا ہوں۔ وہ جو تھک گیا وہ ہمارا دوست نہیں۔ ہم چندہ دے کر خدا تعالیٰ پر احسان نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ ہم پر احسان کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود نے اپنی اولاد کو وصیت سے آزاد رکھا ہے۔اس لئے میں وصیت کرنا خلاف شریعت سمجھتا ہوں لیکن اس شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے اوسطاً پانچواں حصہ اپنی آمد کا چندوں اور للّٰہی کاموں میں خرچ کرتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ بلکہ میں تو گھر کے خرچ کے لئے جو قرض لیتا ہوں اس میں سے بھی چندہ ادا کرتا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی ضرورتوں کے لئے قرض لیتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے لئے قرض کیوں نہ لیں۔حق یہی ہے کہ اگر ہم مالی قربانی جو سب سے ادنیٰ قربانی ہے پوری طرح نہیں کر سکتے تو دوسری قربانیاں جو اس سے زیادہ ہیں کب کر سکیں گے۔

(انوارالعلوم جلد12 ص306)

وصیت جزو ایمان ہے

مالی حالت کو درست کرنے کی ایک صورت وہ ہے جو حضرت مسیح موعود نے الہام الٰہی سے مقرر فرمائی ہے اور وہ وصیت ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ عورت مرد ملا کر ابھی تک دو ہزار نے بھی وصیت نہیں کی حالانکہ جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود نے وصیت کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔احباب کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔اور یوں بھی (-) مال والے کسی نہ کسی طرح وصیت کے قریب قریب چندہ وصول کر ہی لیتے ہیں۔ (انوارالعلوم جلد11 ص83)

ایمانی حالتوں میں ترقی

چند دن ہوئے میں نے سنا بعض لوگ کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو لکھا ہے تین ماہ میں اگر ایک پیسہ بھی چندہ دے دو تو کافی ہے۔مگر یہاں آپ لحظہ بلحظہ اسے بڑھا رہے ہیں۔ایک آنہ فی روپیہ ماہوار آمد پر چندہ کر دیا گیا ہے۔اور ابھی اور بھی بڑھانے کا خیال ہے۔یہ ٹھیک ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ بعد میں آنے والوں نے چندہ کی شرح بڑھا دی۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ مثیل موسیٰؑ کی ترقی جلد ہوتی ہے اور مثیل عیسیٰؑ کی بتدریج حضرت مسیح موعود......کے سلسلہ کی ترقی بھی آہستگی کے ساتھ ہونی ہے اور جب ترقی آہستگی کے ساتھ ہونی ہے تو عیسوی سلسلے کی طرح اس کی قربانی بھی آہستہ آہستہ ہوگی جو آہستہ آہستہ بڑھتی رہے گی۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ مالی قربانی میں دن بدن اضافہ ہو۔اسی طرح وصیت کا حصہ ہے۔اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ یونہی اس کی شرح بڑھائی جا رہی ہے مگر اس کے متعلق بھی سوچنا چاہئے کہ اگر حضرت مسیح موعود کے وقت وہ شرح نہیں تھی جو اب ہے اور جس پر لوگ وصیتیں کر رہے ہیں۔تو یہ بھی اسی اصل کے ماتحت ہے کہ یہ ترقی آہستگی کے ساتھ ہونی تھی۔اور جوں جوں قربانیاں بڑھ رہی ہیں تزکیہ اور طہارت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور ایمانی حالت میں ترقی ہوتی چلی جا رہی ہے۔جو پھر الٹ کر زیادہ قربانی کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ مجھے اگر سلسلے کی ترقی کے لئے مال زیادہ جمع کرنے کا شوق ہے تو اس سے ہماری جماعت ہی کی شان بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ قربانی میں ترقی کرنے سے ہماری ایمانی حالت اور اخلاص لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اس درجہ پر جماعت کی حالت نہیں آئی تھی جس درجہ پر اب ہے اور جس درجہ پر کھڑے ہو کے جماعت کے عام افراد یکدم بڑی بڑی قربانیاں کر سکتے ہیں۔ مگر اب جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے ایمان اس رنگ میں آتا جاتا ہے جو حضرت مسیح موعود پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور گو یہ حالت قربانیوں سے ہی پیدا ہو رہی ہے جو آہستہ آہستہ ہو رہی ہیں۔

مگر جب یہ حالت پیدا ہو رہی ہے تو اس کا یہ بھی تو تقاضا ہے کہ پہلے سے بڑھ کر قربانیوں کی تحریک کرے پس چندہ اور وصیت وغیرہ کی شرح کا بڑھتا چلا جانا ایمانی حالت کے ترقی یافتہ ہونے کے نتیجہ میں ہے گو یہ ترقی قربانیوں سے حاصل ہوری ہے مگر یہ ترقی قربانیوں کے لئے بھی تو ہمت دلا رہی ہے۔ کہنے والے تو کہہ دیتے ہیں کہ شرح چندہ بڑھائی جا رہی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ اس طرح ان کی ایمانی حالتوں کی تصدیق کی جا رہی ہے۔آخر حضرت مسیح موعود نے کثرت سے مال آنے کے متعلق بھی تو ارشاد فرمایا ہے۔کیا اگر جماعت نے اسی حالت پر رہنا ہوتا جس حالت میں وہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھی تو حضرت مسیح موعود کہہ سکتے تھے کہ کثرت سے مال آئیں گے۔حضرت صاحب کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت آہستہ آہستہ ترقی کرتی چلی جائے گی اور آخر اس مقام تک پہنچ جائے گی کہ مالوں کی قربانیوں کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہ رہے گی۔ (خطبات محمود جلد2 ص98)

خدا تعالیٰ کا قائم کردہ طریق

وصایا کی آمد غیر معمولی آمد ہے۔ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے۔جس کی دس لاکھ کی جائداد ہوتی ہے۔اس کی جائداد سے اگر ایک لاکھ روپیہ آجائے۔ تو یہ غیر معمولی آمد ہوگی۔ کیونکہ ہر سال اتنا روپیہ اس طرح نہیں آسکتا اگر وصایا کی آمد کو غیر معمولی آمد قرار دے کر بجٹ میں شامل نہ کیا جائے۔اور اسے علیحدہ رکھا جائے تو چند سال میں 15 لاکھ روپیہ جمع ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔اس کے لئے میں نے یہ تجویز بتائی تھی کہ وصیت کی آمد پانچ سو یا اس سے زائد جو اکٹھی آئے اس کو غیر معمولی آمد سمجھا جائے۔ اور ریزرو فنڈ میں شامل کر دیا جائے۔ اس طرح اگر صحیح طور پر عمل کیا جائے اور جماعت کو وصیت کی اہمیت بتائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ طریق ہے۔تو میں سمجھتا ہوں کہ ہزاروں آدمی جنہیں تا حال اس طرف توجہ نہیں ہوئی وصیت کے ذریعہ اپنے ایمان کامل کر کے دکھائیں گے۔

(خطبات محمود جلد10 ص166)

خدائی تحریک

وصیت کی تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں۔ابھی تک جنہوں نے وصیت نہ کی ہو وہ کر کے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت دیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے جو شخص وصیت نہیں کرتا مجھے اس کے ایمان میں شبہ ہے۔ پس وصیت معیار ہے ایمان کے کامل ہونے کا۔مگر دسویں حصہ کی وصیت اقل ترین معیار ہے۔یعنی یہ تھوڑے سے تھوڑا حصہ ہے جو وصیت میں دیا جا سکتا ہے۔مگر مومن کو یہ نہیں چاہئے کہ چھوٹے سے چھوٹے درجہ کا مومن بننے کی کوشش کرے بلکہ بڑے سے بڑے درجہ کا مومن بننا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ رشتہ داروں اور لواحقین کو مدنظر رکھ کر کہا گیا ہے کہ 1/3 حصہ سے زیادہ وصیت میں نہ دے۔لیکن یہ نہیں کیا گیا کہ دسویں حصہ سے زیادہ وصیت نہ دے۔مگر دیکھا گیا ہے کہ اکثر دوست 1/10 حصہ کی وصیت کرنے پر کفایت کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا خیال ہو کہ وصیت کا مفہوم دسویں حصہ کی وصیت کرنا ہی ہے حالانکہ یہ ادنیٰ مقدار بیان کی گئی ہے اور مومن کے لئے یہی بات مناسب ہے کہ جس قدر زیادہ دے سکے دے۔ایمان اور مومن کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے تو یہی ہونا چاہئے۔ جو وصیت کرے 1/3 حصہ کی وصیت کرے۔ ہاں جو اتنا حصہ مجبوراً نہ دے سکے۔ وہ اس سے کم دیدے۔ پس اصل وصیت 1/3 حصہ کا نام ہے ہاں جو یہ نہ دے وہ اس سے کم 1/10 حصہ تک دے سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ایک شخص اپنی موت کا نظارہ اپنی آنکھوں کے سامنے لائے اور اپنی حالت پر نظر کرے تو اسے معلوم ہو کہ مجھ سے بے شمار غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہو چکی ہیں اب مرنے کے وقت تو مجھے خدا تعالیٰ سے صلح کر لینی چاہئے یہ خیال کر کے خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ دے دینا بھی اس کے لئے دوبھر نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جو شخص خود جائداد پیدا کرتا ہے۔اسے یہ بھی امید رکھنی چاہئے کہ اس کی اولاد بھی ایسی ہی ہوگی کہ جائداد بڑھائے گی۔ جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر میں وصیت میں جائداد دے دوں گا تو اولاد کیا کھائے گی وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کی اولاد نالائق ہوگی۔ایک شخص جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے کوشش کر کے کئی ہزار کی جائداد پیدا کر لی۔تو اسے امید رکھنی چاہئے کہ اس کی اولاد اس سے بھی بڑھ کر ترقی کرے گی۔اور اس رنگ میں اولاد کی تربیت کرنی چاہئے کہ وہ دنیا میں ترقی کر سکے۔ ورنہ جو اولاد کی اس طرح تربیت نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے جو کچھ میں نے کمایا ہے اسی پر اولاد کا گزارہ ہوگا۔ وہ اپنی اولاد کو نالائق سمجھتا ہے۔اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے (-) بندہ میرے متعلق جیسا خیال کرتا ہے میں ویسا ہی کر دیتا ہوں اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ہماری اولاد نکمی اور نالائق ہوگی ہم جو دے جائیں گے اسی پر اس کا گزارہ ہوگا اسے بڑھا نہیں سکے گی تو خدا تعالیٰ ایسی اولاد سے یہی معاملہ کرے گا کہ اسے نالائق بنا دے گا۔لیکن اگر یہ خیال ہو کہ ہماری اولاد ہم سے بھی زیادہ ہوشیار اور قابل ہوگی اور دین کی خدمت کرنے میں ہم سے بھی بڑھ جائے گی تو میں سمجھتا ہوں ایسی اولاد کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔کسی خدا کے بندہ کا قول ہے کہ کسی سچے مومن کی سات پشتوں تک کسی کو سوال کرتے نہیں دیکھا جائے گا۔

پس وصیت کرتے ہوئے احباب کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے جو اعلیٰ حصہ مقرر کیا ہے۔ وہ 1/3 ہے اور ہر مومن کو کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ حصہ کی وصیت کرے۔ ہاں اگر اپنی مجبوریوں کی وجہ سے 1/3 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/4 حصہ کی کرے۔اگر 1/4 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/5 کی کرے اگر 1/5 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/6 حصہ کی کرے۔اور اگر 1/6 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/7 حصہ کی کرے۔اگر 1/7 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/8 حصہ کی کرے۔اگر 1/8 حصہ کی نہ کر سکے تو 1/9 حصہ کی کرے اور اگر کچھ بھی نہ کر سکے تو 1/10 حصہ کی کرے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر دوست اس رنگ میں اپنے فرائض ادا کریں گے تو خدا کے فضل سے بہت جلد کامیابی حاصل ہوگی۔

(خطبات محمود جلد10 ص67)

ایمان کی آزمائش کا ذریعہ

تیسرا فرض جس کی طرف میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں وہ وصیت کا مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ وصیت ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔ اور وہ اس کے ذریعہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون سچا مومن ہے اور کون نہیں۔ ہماری جماعت اس وقت لاکھوں کی تعداد میں ہے مگر وصیت کرنے والے صرف دو تین ہزار ہیں۔ حالانکہ وصیت ایسی چیز ہے جو یقینی طور پر خدا کا مقرب ہونا ظاہر کرتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مومن ہی وصیت کرتا ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہوں تو جب وہ وصیت کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ بہشتی مقبرہ میں صرف جنتی ہی مدفون ہوں گے، اس کے اعمال کو درست کر دیتا ہے۔ پس وصیت اصلاح نفس کا زبردست ذریعہ ہے کیونکہ جو بھی وصیت کرے گا اگر وہ ایک وقت میں جنتی نہیں تو بھی وہ جنتی بنا دیا جائے گا اور اگر اعمال اس کے زیادہ خراب ہیں تو خدا اس کے نفاق کو ظاہر کر کے اسے وصیت سے الگ کر دے گا۔ غرض وصیت کرنے والے کو یا تو اللہ تعالیٰ اصلاح نفس کی توفیق دے کر جنتی بنا دے گا یا اسے وصیت سے الگ کر کے اس کے نفاق کو ظاہر کر دے گا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی کا درجہ جو حضرت مسیح موعود نے رکھا ہے یعنی دسواں حصہ جماعت کا معتدبہ حصہ اس میں بھی حصہ نہیں لیتا حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت وصیت کی طرف توجہ کرے تو ایک کثیر حصہ بخوبی وصیت کر سکتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔ اب ہمارا سلسلہ خدا کے فضل سے اس مقام تک پہنچا ہوا ہے کہ بہت سی روکیں ہمارے راستہ سے دور ہوگئی ہیں اور کروڑوں آدمی ایسے ہیں جو مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود سچے تھے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ ہم ان کے پاس پہنچیں اور انہیں سلسلہ میں داخل کریں۔ مگر ابھی سامان ہمارے پاس ایسے نہیں۔ جاہلوں کو جانے دو تم سمجھدار لوگوں سے بات کرو، فوراً تمہیں محسوس ہوگا کہ ان کے دل حضرت مسیح موعود کی صداقت کے قائل ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے پاس پہنچا جائے مگر اس کے لئے (-) وسعت کی ضرورت ہوگی اور یہ وسعت پھر سرمایہ چاہتی ہے۔ اسی طرح سینکڑوں ممالک کے لوگ ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی ہمارا (-) جائے، مگر ہم نہیں بھیج سکتے۔ گویا ایک زمانہ تو ایسا تھا کہ جب ہم لوگوں کو اپنی باتیں سنانا چاہتے تھے اور وہ سنتے نہیں تھے۔ یا اب یہ حالت ہے کہ لوگ ہماری باتیں سننا چاہتے ہیں اور ہم سنا نہیں سکتے۔ اس روک کو دور کرنا ہمارا فرض ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر دوست وصیت کی طرف توجہ کریں تو یہ روک اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد دور ہو سکتی ہے۔ (خطبات محمود جلد 13 ص 562)

جنت کا قرب

تیسرے وصیت کا مسئلہ ہے۔ یہ خدا نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے اور اس ذریعہ سے جنت کو ہمارے قریب کر دیا ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان اور اخلاص تو ہے مگر وہ وصیت کے بارہ میں سستی دکھلا رہے ہیں۔ میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ وصیت کی طرف جلدی بڑھیں۔ انہی سستیوں کی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے مخلص فوت ہو جاتے ہیں ان کے آجکل کرتے کرتے موت آجاتی ہے پھر دل کڑھتا ہے اور حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش یہ بھی مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر دفن نہیں کئے جاسکتے۔ سب کے دل ان کی موت پر محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ مخلص تھے اور اس قابل تھے کہ دوسرے مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر ان کی ذرا سی غفلت اور ذرا سی سستی اس امر میں حائل ہو جاتی ہے۔

پھر بیسیوں ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دسویں حصہ سے زیادہ چندہ دیتے ہیں مگر وہ وصیت نہیں کرتے۔ ایسے دوستوں کو بھی چاہئے کہ وصیت کر دیں بلکہ ایسے دوستوں کے لئے تو مشکل ہے ہی نہیں۔ پھر کئی ایسے ہیں جو پانچ پیسے یا چھ پیسے فی روپیہ چندہ دے رہے ہوتے ہیں اور صرف دمڑی یا دھیلا انہیں وصیت سے محروم کر رہا ہوتا ہے۔ غرض تھوڑے تھوڑے پیسوں کے فرق کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزارہا آدمی وصیت سے محروم ہیں اور جنت کے قریب ہوتے ہوئے اس میں داخل نہیں ہوتے۔ پھر بعض لوگ مرض الموت میں وصیت کر دیتے ہیں حالانکہ یہ وصیت منظور نہیں ہوتی۔ رسول کریم ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ وصیت وہی ہے جو حیات اور زندگی میں کی جائے اور غیر مشتبہ ہو۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ جو وصیت کے برابر چندہ دیتے ہیں اور ایسے سینکڑوں آدمی ہیں وہ حساب لگا کر وصیت کر دیں۔ بعض اگر غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ صرف ایک پیسہ زیادہ چندہ دینے سے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہو جاتا ہے۔ پس جس قدر ہو سکے دوستوں کو چاہئے کہ وہ وصیت کریں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وصیت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں متقی کو دفن کرے گا تو جو شخص وصیت کرتا ہے اسے متقی بنا بھی دیتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 13 ص 563)

کچھ اموال دشمنوں نے چھین لئے باقی خدا کی راہ میں قربان کر دیئے

صحابہ رسول ﷺ کا قابلِ رشک اور قابلِ تقلید انفاق فی سبیل اللہ

ستاروں کی مانند صحابہ رسولؐ نے دنیا چھوڑدی مگر آخرت میں بہترین گھر بنالئے

عبدالسمیع خان۔ایڈیٹر الفضل

آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے اپنی جانوں، عزتوں، اولادوں کے ساتھ ساتھ اپنے اموال بھی اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وساطت سے اپنے خالق و مالک کے حضور پیش کردیئے تھے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ کی تاریخ میں نئے چاند سورج طلوع کئے۔

اس انفاق فی سبیل اللہ کو 3 حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ان اموال کی قربانی جو دشمنوں نے اسلام لانے کے جرم میں صحابہ سے زبردستی چھین لئے۔صحابہ نے یہ اموال بخوشی پیش کردیئے مگر اپنے دین اور ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔

2۔وہ اموال جو خدا کے دین کی مضبوطی اور استحکام کے لئے خرچ کئے گئے۔

3۔وہ اموال جو صحابہ بے دریغ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں کی خدمت پر صرف کرتے تھے۔

ان تینوں قسم کے انفاق میں سے پہلے اور آخری کا ذکر مختصر طور پر اور درمیانی قسم کا ذکر تفصیل سے کیا جائے گا۔

دین کی خاطر اموال سے دست برداری

اجرت نہ دی

حضرت خبابؓ لوہار تھے۔جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو عاص بن وائل پر حضرت خبابؓ کی اجرت باقی تھی۔انہوں نے تقاضا کیا تو اس نے کہا جب تک محمدؐ کی نبوت سے انکار نہ کرو گے مال نہ دوں گا۔مگر خبابؓ نے جواب دیا مال دو یا نہ دو یہ انکار قیامت تک نہیں ہوسکتا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ مریم، حدیث نمبر 4663)

نفع مند سودا

حضرت صہیبؓ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔آپ کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے۔انہوں نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ تم مکہ میں محتاج ہو کر آئے تھے لیکن یہاں آکر دولتمند ہوگئے۔اب یہ مال لے کر ہم تمہیں یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔

حضرت صہیبؓ نے کہا اگر میں یہ سارا مال تمہیں دے دوں تو پھر جانے دو گے۔اس پر کفار راضی ہوگئے۔اور حضرت صہیبؓ سارا مال دے کر متاع ایمان کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا صہیب نے نفع بخش سودا کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 227 دار بیروت 1957ء)

ذوالبجادین

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی قوم نے ان کے تمام کپڑے اتروا لئے وہ اپنی ماں کے پاس گئے تو اس نے انہیں ایک چادر دے دی۔انہوں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک کو تہہ بند بنا لیا اور ایک اوپر قمیص کے طور پر لے لی۔

یہی ان کی جائیداد تھی جسے لے کر وہ خوش خوش حضورؐ کے پاس آگئے اور حضورؐ نے ان کو دو چادروں کی وجہ سے ہی ذوالبجادین کا لقب عطا فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد 3 ص 122 از عبدالکریم جزری۔مکتبہ اسلامیہ طہران)

جائیدادیں چھوڑ دیں

یہ کیفیت دو چار صحابہ کی نہیں سب مہاجرین کی تھی۔وہ اپنے تمام اموال اور جائیدادیں یا خود چھوڑ کر آگئے یا دشمنوں نے زبردستی چھین لیں۔اور ان پر قبضہ کرلیا۔چنانچہ بڑے بڑے مالدار اور تاجر صحابہؓ اس حال میں مدینہ پہنچے کہ تن کے کپڑوں کے سوا اور کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔ہاں آسمان سے حاصل ہونے والی رضاء الٰہی کی ردا ان پر سایہ فگن تھی۔آنحضرت ﷺ کی اپنی تمام آبائی جائیداد جو مکہ میں تھی اس پر عقیل نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) قبضہ کرلیا۔اور حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے جہاں ہم ٹھہر سکیں۔

اور ایسی عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا کہ فتح کے باوجود وہ مکانات اور جائیدادیں ان سے واپس نہ لی گئیں۔

(بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی ﷺ حدیث نمبر 3946)

مطالبہ ترک کردیا

بنوجحش کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرجانے پر ابوسفیان نے ان کے مکانات پر قبضہ کرلیا۔فتح مکہ کے بعد اس قبیلہ کے ایک نابینا صحابی ابواحمد عبد بن جحش نے رسول کریم ﷺ سے اپنا مکان واپس لینے کا ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے۔صحابہ نے عبد بن جحش کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کی راہ میں قربان کی گئی چیزیں واپس لینا پسند نہیں کرتے۔چنانچہ انہوں نے اپنا مطالبہ ترک کردیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد 1 ص 499 عدوان ابی سفیان علی دار بنی جحش)

زکوٰۃ مفروضہ میں حسن ادائیگی

جوق در جوق

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب پھل پک جاتے اور زکوٰۃ کا وقت آتا تو صحابہؓ جوق در جوق اپنے اموال کی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتے۔کوئی ادھر سے کھجوریں لے کر آرہا ہے کوئی ادھر سے آرہا ہے۔یہاں تک کہ ایک ڈھیر لگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اخذ صدقۃ التمر حدیث نمبر 1390)

مگر اسی پر بس نہیں بلکہ ہر ایک کو اپنا بہترین مال راہ خدا میں پیش کرنے کی آرزو ہوتی تھی۔

نصاب سے بڑھ کر

حضرت اُبَی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔میں ایک صحابیؓ کے پاس گیا تو اس نے اپنا تمام مال حاضر کردیا۔مگر میں نے کہا کہ قواعد کے مطابق مجھے صرف ایک اونٹنی کا بچہ چاہئے تو وہ شخص بولا وہ کس کام کا ہے نہ وہ سواری کے قابل ہے نہ ہی دودھ دیتا ہے۔اس کی بجائے یہ جوان فربہ اور مضبوط اونٹنی لے جاؤ۔مگر میں نے کہا جب تک حضورؐ اس کی اجازت نہ دیں میں اسے قبول نہیں کرسکتا۔آپؐ قریب ہی ہیں اگر تم چاہو تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹنی پیش کردو۔اگر حضورؐ نے منظور فرمالیا تو پھر میں لے لوں گا۔

چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچے اس شخص نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! میرے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آپؐ کا عامل آیا۔اس سے پہلے حضورؐ کا کوئی عامل میرے پاس اس مقصد کے لئے نہیں آیا تھا۔میں نے اپنا تمام مال اس کے سامنے پیش کردیا تو اس نے کہا تم پر صرف ایک اونٹنی کا بچہ فرض ہے لیکن وہ نہ دودھ دیتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔اس لئے میں اس کو جوان اور فربہ اونٹنی دیتا ہوں مگر یہ انکار کرتا ہے۔اب میں یہ اونٹنی آپؐ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضورؐ نے فرمایا فرض تو وہی ہے جو اُبَیؓ نے بیان کیا ہے لیکن اگر تم اس سے زیادہ دو تو وہ صدقہ ہوگا اور ہم اس کو قبول کرلیں گے۔

پھر حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کے مال میں برکت کے لئے دعا کی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ حدیث نمبر 1350)

بہترین مال لے جاؤ

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ جب ہمیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتے تھے تو فرماتے کہ دودھ دینے والی اونٹنی زکوٰۃ میں نہیں لینی۔

ایک جگہ میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو ایک شخص ایک نہایت خوبصورت، جسیم اور بہت بڑے قد کی اونٹنی لے آیا۔مگر میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔لیکن اس نے اصرار کیا کہ میرے مال میں سے بہترین اونٹنی لے جاؤ۔مگر میں نے قبول نہ کیا۔اس پر وہ پہلی سے نسبتاً کم قیمت کی اونٹنی لے آیا۔مگر میں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔اس پر وہ اس سے بھی نسبتاً تھوڑی قیمت والی اونٹنی لے آیا تو میں نے کہا کہ میں اسے قبول تو کرلیتا ہوں مگر اس بات سے ڈرتا ہوں کہ حضورؐ کہیں مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ حدیث نمبر 1346)

قیمتی بکری

ایک دن ایک صحابیؓ پہاڑی درے میں بکریاں چرا رہے تھے کہ دو زکوٰۃ وصول کرنے والے آگئے اور

بتایا کہ ہمیں حضور ﷺ نے زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس صحابیؓ نے پوچھا کہ مجھے کیا دینا پڑے گا۔ انہوں نے کہا ایک بکری۔ اس پر وہ صحابیؓ ایک نہایت عمدہ فربہ گابھن بکری لے آئے مگر لینے والوں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ذرا کم قیمت بکری لے کر آئے تو محصلین زکوٰۃ نے وہ بکری قبول کر لی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ حدیث نمبر 1348)

حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جمع زکوٰۃ کے لئے ایک محصل روانہ فرمایا۔ اسے ایک شخص نے ایک کمزور اور کم عمر اونٹ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کی اے اللہ اس شخص اور اس کے اونٹ میں برکت نہ ڈال۔ اس شخص کو جب یہ خبر پہنچی تو ایک عمدہ اونٹ لے کر وہ حاضر خدمت ہوا اور کہا میں اللہ کے حضور توبہ کا خواستگار ہوں۔ تو رسول اللہؐ نے دعا کی اے اللہ اسے اور اس کے اونٹ میں برکت عطا فرما۔

(سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب الجمع بین متفرق حدیث نمبر 2415)

یہ کنگن خدا کے لئے ہیں

ایک صحابیہؓ اپنی لڑکی کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضورؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ بولیں نہیں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے تمہارے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے۔ انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپؐ کے سامنے ڈال دیئے اور کہا کہ یہ خدا اور خدا کے رسولؐ کے ہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز حدیث نمبر 1236)

صدقات کے میدان میں اعلیٰ نمونہ

اونٹنی پیش کر دی

صدقہ کا ذکر ہو تو نظر لامحالہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب اٹھتی ہے۔ وہ جو اللہ کی راہ میں اپنا تمام مال لٹا دینے کے لئے ضرب المثل ہیں اور یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ پیش آیا ہے۔

13 نبوت کا ذکر ہے۔ اکثر مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھ مکہ میں ہی روک رکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جلد ہی ہجرت کی توقع رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دو اونٹنیاں سفر کی خاطر تیار کرنی شروع کر دی ہیں۔

جب حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت ملی تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو تیاری کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ایک اونٹنی میں آپؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کرتا ہوں۔ مگر حضورؐ نے اسے قیمت دیئے بغیر لینا منظور نہ فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب ھجرۃ النبیؐ حدیث نمبر 3616)

اس کے بعد کا واقعہ حضرت اسماءؓ یوں بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال 5 یا 6 ہزار درہم بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ تاکہ راستہ میں بھی اور بعد میں بھی راہ خدا میں پیش کر سکیں۔

(البدایہ والنہایہ از ابن کثیر جلد 3 ص 179 مکتبۃ المعارف بیروت)

مسابقت کی دوڑ

حضرت ابوبکرؓ کی مالی قربانی کا دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ یہ واقعہ ہزاروں دفعہ سنا اور پڑھا ہے مگر ہر دفعہ نیا لطف اور نئی لذت دے کر جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہم صدقہ کریں اور حسن اتفاق سے آپؐ کے اس فرمان کے وقت میرے پاس مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں ابوبکر سے کسی دن آگے بڑھ سکتا ہوں تو یہ آج کا دن ہے چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا نصف مال لیکن ابوبکرؓ اپنا سب کچھ لے کر آ گئے۔ آنحضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ میں نے تو ان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو باقی چھوڑا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان پر کبھی کسی چیز میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب۔ مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ، حدیث نمبر 3608)

مرغوب اموال کی قربانی

قرآن کریم کی جب یہ آیت نازل ہوئی۔ لن تنالوا البر حتٰی تنفقوا مما تحبون (آل عمران: 93)۔ تو صحابہ کرامؓ نے اپنی مرغوب ترین اشیاء اور محبوب ترین اموال کی قربانی کے جو نمونے دکھلائے وہ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے ہیں۔ ان میں سے چند ایک واقعات ملاحظہ ہوں۔

سب سے اچھا مال

فتح خیبر کے بعد حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس سے اچھا مال مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں ملا۔ آپؐ مجھے اس کے بارہ میں ارشاد فرمائیں۔

"حضورؐ نے فرمایا اگر چاہو تو اصل درخت اپنے قبضہ میں رکھو اور پھلوں کو خیرات کر دو"۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی شرط پر وہ زمین وقف کر دی۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا باب الوقف، حدیث نمبر 2565)

لونڈی کو آزاد کر دیا

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ وہ ان کے لئے ایک لونڈی موضع جلولاء کی گرفتار شدہ عورتوں میں سے خرید کر بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر جب یہ آیت اتری (-) تو انہوں نے لونڈی کو بلایا۔ اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھ کر اس کو آزاد کر دیا۔

(در منثور جلد 2 ص 260۔ جلال الدین سیوطی۔ دار الفکر بیروت 1993ء)

محبوب باغ

انصار مدینہ میں سے سب سے زیادہ باغات حضرت ابوطلحہؓ کے پاس تھے اور انہیں اپنے تمام اموال میں سے بیرحاء نامی باغ سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ یہ باغ مسجد نبویؐ کے سامنے تھا۔ حضور ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیا کرتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے سب سے زیادہ بیرحاء پسند ہے اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور اللہ سے ثواب اور اجر کی امید رکھتا ہوں۔ آپؐ اس باغ کو منشاء الٰہی کے مطابق استعمال فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ مال بہت نفع مند ہے بہت عمدہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب حدیث نمبر 1368)

باغ اللہ کے حوالے ہے

حضرت عبداللہ بن زید حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرا یہ باغ صدقہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے حوالے ہے۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ مناقب عبداللہ بن زید جلد 3 ص 336)

مقبول صدقہ

حضرت محمد بن منکدرؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنا گھوڑا بطور صدقہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے جس کو شبلہ کہا جاتا تھا۔ انہیں اس سے زیادہ اور کوئی مال محبوب نہ تھا۔

آنحضور ﷺ نے وہ گھوڑا قبول فرمایا اور ان کے بیٹے اسامہؓ کو دے دیا۔ حضورؐ نے اس بات سے حضرت زیدؓ کے چہرہ پر کچھ اداسی محسوس کی (کہ باپ کی محبوب چیز بیٹے کو مل گئی) تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس صدقہ کو تمہاری جانب سے قبول فرما لیا ہے۔

(در منثور جلد 2 ص 260)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت میں نے سنی تو میں نے غور کیا کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے مجھے سب سے زیادہ کون سا مال پسند ہے۔ تو میں نے کوئی چیز اپنی رومی لونڈی (جس کا نام رمیثہ تھا) سے زیادہ محبوب نہ پائی۔ اس پر میں نے اسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

(حلیۃ الاولیاء ابونعیم جلد 1 ص 295 دار الکتاب العربی بیروت 1405ھ طبع چہارم)

بہتر سودا

حضرت ابن عمرؓ کو اپنے غلام حضرت نافع سے بہت محبت تھی۔ کیونکہ وہ بہت قابل اور صاحب علم خادم تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو دس ہزار دینار پیش کئے اور کہا کہ نافع کو میرے پاس فروخت کر دیجئے۔ مگر ابن عمرؓ نے انکار کر دیا۔ اس پر عبداللہؓ نے پوچھا کہ پھر آپ ہی قیمت بتائیے تو ابن عمرؓ بولے کہ میں اس سے بہتر سودا کرنے والا ہوں میں اسے اللہ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 296 تفسیر قرطبی جلد 4 ص 132)

شام کا وقت تھا حضرت ابن عمرؓ اپنے عمدہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے جس کو انہوں نے بہت سے مال کے عوض خریدا تھا۔ حضرت ابن عمر کو اس کی چال پسند آئی۔ تو اس اونٹ کو اسی جگہ بٹھایا اس پر سے اترے اور اپنے غلام نافعؒ سے فرمایا:۔

ذرا غور سے دیکھو کہیں اس اونٹ کا کان وغیرہ تو کٹا ہوا نہیں ہے۔

جب جواب نفی میں ملا تو حضرت نافعؒ سے فرمایا اس کی نکیل اور کجاوہ اتار لو اور اس پر جھول ڈال دو اور اسے شعار کرو (کوہان پر معمولی سا شگاف ڈالنا) اور پھر اس کو ان اونٹوں میں شامل کر دو جن کی حرم مکہ میں قربانی کی جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 294)

قابل رشک تکلف

بعض صحابہ تکلف کے ساتھ یہ کوشش کرتے تھے کہ اپنی بہترین اور پسندیدہ اشیاء اپنے مولیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ کی بیوی روایت کرتی ہیں کہ جب بھی ہمارے دروازے پر کوئی سائل آتا تو ربیع مجھے کہتے کہ اس سائل کو شکر دے دو کیونکہ مجھے شکر پسند ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد 4 ص 132)

حضرت ابن عمر شکر کی بوریاں خرید کر خیرات کیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان کی قیمت کو صدقہ کیوں نہیں کر دیتے۔ انہوں نے فرمایا مجھے شکر پسند ہے اور میں اپنی پسندیدہ چیز ہی خدا کی راہ میں خرچ کروں گا۔

(تفسیر در منثور جلد 2 ص 260)

محبوب مچھلی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جحفہ کے مقام پر ٹھہرے

اس حال میں کہ آپ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لوگوں نے آپ کے لئے مچھلیاں تلاش کیں۔ بڑی تلاش کے بعد صرف ایک مچھلی ملی۔ اس مچھلی کو ان کی بیوی صفیہ بنت عبید نے کھانے کے لئے تیار کردیا اور حضرت عبداللہؓ بن عمر کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں ایک مسکین آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ انہوں نے وہ مچھلی اٹھا کر اسے دے دی۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں اس مچھلی کی تلاش میں تھکا دیا۔ ہم مسکین کو درہم دے دیتے ہیں وہ درہم اس کے لئے مچھلی سے زیادہ مفید ہوگا۔ آپ مچھلی کھا کر اپنی خواہش پوری کیجئے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے نزدیک یہی مچھلی محبوب ہے اور اسے ہی صدقہ کروں گا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 297)

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا ایک اور واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے تو آپ کے لئے انگوروں کا ایک خوشہ ایک درہم میں خریدا گیا۔ اتنے میں ایک مسکین آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ خوشہ اسے دے دو۔ ایک آدمی اس سائل کے پیچھے چلا گیا اور وہ خوشہ اس سے ایک درہم میں خرید کر واپس لے آیا۔ اتنے میں وہی مسکین دوبارہ آگیا اور پھر سوال کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا خوشہ اسے دے دو۔ سائل چلا تو ایک آدمی پھر اس کے پیچھے جا کر وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لایا۔

حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ وہ سائل کئی مرتبہ لوٹ کر آیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ ہر مرتبہ وہ خوشہ اسے دینے کا حکم دیتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے سائل کو شرم دلائی اس سے خوشہ ایک درہم میں خریدا تب حضرت ابن عمرؓ نے اسے کھایا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 297)

اللہ کے لئے دھوکا

حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ جب انہیں کوئی چیز اپنے مال سے زیادہ پسند ہوتی تو اسے اللہ کی راہ میں دے کر قرب الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ کے غلاموں کو آپ کی اس عادت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی غلام عبادت کے لئے خوب تیار ہوکر مسجد میں جا کر بیٹھ جاتا۔ حضرت ابن عمرؓ جب اس کو اس اچھی حالت میں دیکھ لیتے تو خوش ہوکر اسے آزاد کردیتے۔ آپؓ کے ساتھی آپؓ سے کہتے تھے کہ آپؓ کے غلاموں میں عبادت کا شوق نہیں یہ تو صرف آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:۔

”جو ہم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دے گا ہم ضرور اس کے دھوکے میں آئیں گے“۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص 294)

لہلہاتے باغ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدحداحؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میرے پاس دو باغ ہیں۔ اگر میں ان میں سے ایک صدقہ کردوں تو کیا مجھے جنت میں ویسا ہی باغ ملے گا؟ فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا میری بیوی اور بیٹا بھی میرے ساتھ ہوں گے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر ابوالدحداحؓ نے کہا کہ میں اپنا بہترین باغ راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئے جو اسی باغ میں تھے۔ وہ باغ کے دروازے پر کھڑے ہوگئے اور اپنی بیوی کو یہ واقعہ بتایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بہت اچھا سودا کیا ہے۔ پھر وہ سب اس باغ سے چلے گئے۔ آنحضور ﷺ فرماتے تھے۔ ابوالدحداحؓ کے لئے جنت میں کتنے ہی لہلہاتے ہوئے باغات ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

کیا کوئی ہے جو اللہ کو اپنے مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وہ اس کے لئے بہت بڑھائے۔ اور اللہ کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور آخر تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(سورۃ البقرہ:246) (تفسیر کبیر رازی جلد 6 ص 166 زیر آیت مندرجہ بالا)

بیش بہا قربانیاں

حضرت عثمانؓ کی مالی قربانیوں کا تو شمار ہی ممکن نہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور غزوہ تبوک کی ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ مع ان کے پالان اور کجاوہ کے دوں گا۔ آنحضورؐ نے پھر دوبارہ ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ حضورؐ نے پھر مزید توجہ دلائی تو حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ تب آنحضور ﷺ نے آپ کے لئے دعا کی۔

اے میرے اللہ عثمان کو بھول نہ جانا پھر فرمایا عثمان پر کوئی مواخذہ نہیں آج کے بعد وہ جو بھی عمل کرے۔

غزوہ تبوک میں انہوں نے ایک ہزار سواریاں پیش کیں اور غزوہ کے کل خرچ کا ایک تہائی پیش کردیا۔ یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ لشکر والوں کو کوئی حاجت باقی نہیں رہی جو انہوں نے پوری نہ کردی ہو۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 59)

قیمتی جانور

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ بھی خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ صف اول کی قربانی کرنے والوں میں تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے سات سو اونٹ مع سامان تجارت کے صدقہ کئے۔ ایک بار چار ہزار درہم پھر چالیس ہزار درہم پھر چالیس ہزار دینار، پھر پانچ سو اونٹ، پھر ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں صدقہ کیں۔ کئی سو گھوڑے جہاد کے لئے پیش کئے اور یہ سارا مال وہ تجارت سے حاصل کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 98 تا 99)

توبہ کی قبولیت پر شکرانہ

حضرت ابولبابہؓ سے ایک غلطی ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں اس مکان کو چھوڑتا ہوں جہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا اور اپنے تمام مال کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا اے ابولبابہ تمہاری طرف سے تہائی مال کا صدقہ کافی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تہائی مال صدقہ کردیا۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ جلد 3 ص 632)

جب حضرت کعبؓ بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شکرانے میں اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں۔ مگر آنحضورؐ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس رکھ لو۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا باب اذا تصدق حدیث نمبر 2552)

تمام وظیفہ

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ ان کا وظیفہ پانچ ہزار دینار تھا۔ مگر جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تو وہ ساری صدقات میں دے دیتے اور خود چٹائیاں بن کر وجہ معاش پیدا کرتے۔

(الاصابہ جلد 2 ص 63)

حضرت زبیرؓ بن العوام کے ایک ہزار غلام تھے۔ وہ روزانہ جو کچھ کما لاتے صدقہ کردیتے اپنے گھر میں ایک پیسہ بھی نہ آنے دیتے۔

(الاصابہ جلد 1 ص 546)

سارا مال

ایک بار ایک صحابیؓ انڈے کے برابر سونا لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ یہ سونا مجھے ایک کان سے ملا ہے اور اسے میری طرف سے بطور صدقہ قبول فرمایئے۔ اس کے سوا میرے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر حضورؐ نے اعراض فرمایا۔ پھر وہ صحابیؓ دائیں طرف سے آئے اور یہی عرض کیا مگر حضورؐ نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ تیسری بار پھر یہی ہوا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہ سونا لے کر اس کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ میں دے دیتے ہو اور پھر بھیک مانگنے لگتے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہ جائے۔

(سنن ابوداؤد۔ کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ حدیث نمبر 1425)

حضرت اسماء کے پاس ایک ہی لونڈی تھی۔ اسے فروخت کرکے رقم صدقہ کردی۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ حدیث نمبر 4051)

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا۔ ان دونوں کی سخاوت کے طریقے مختلف تھے۔ حضرت عائشہؓ تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کرتیں۔ اور جب کچھ مال جمع ہوتا تو تقسیم کردیتیں۔ مگر حضرت اسماءؓ تو کوئی چیز پاس رکھتی ہی نہیں تھیں۔

(الادب المفرد باب السخاوۃ)

مسجد نبوی کے لئے قربانی

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں جب مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو آپ نے جو جگہ پسند کی وہ بنو نجار کے دو یتیموں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے زمین خریدنے کا ذکر کیا تو انہوں نے زمین مفت پیش کردی اور کہا کہ اس کا اجر ہم اللہ ہی سے طلب کریں گے مگر آنحضرت ﷺ نے ان یتیموں کو پوری قیمت ادا فرمائی۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ھل تنبش قبور المشرکین حدیث نمبر 410)

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے دونوں یتیموں کو بدلہ میں ایک اور زمین دے دی اور رسول اللہؐ نے مسجد نبوی کی زمین دس دینار میں خرید لی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 ص 65 المکتبہ الاسلامیہ بیروت)

لمبے ہاتھوں والی

حضرت زینب بن جحش ام المومنینؓ کو آنحضرت ﷺ نے ”لمبے ہاتھوں والی“ قرار دیا تھا یعنی بہت صدقہ وخیرات کرنے والی۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ آپ کا سالانہ نفقہ آپ کی خدمت میں بھیجا تو اس پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر حضرت زینبؓ نے بزرہ بنت رافع کو حکم دیا کہ یہ سارا مال میرے رشتہ داروں اور مساکین میں تقسیم کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب تھوڑا سا مال رہ گیا تو بزرہ نے کہا کیا اس میں میرا کوئی حق نہیں۔ فرمایا کپڑے کے نیچے دیکھو۔ اس وقت صرف پچاسی درہم رہ گئے تھے کہا یہ تم لے لو۔ اور پھر دعا کی کہ اے خدا اس سال کے بعد میں عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں دعا قبول ہوئی اور اسی سال حضرت زینبؓ کا انتقال ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 68)

حضرت سودہؓ کی خدمت میں حضرت عمرؓ نے ایک تھیلی بھیجی۔ انہوں نے لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے۔ بولا درہم ہیں فرمایا کیا تھیلیوں میں کھجوروں کی طرح درہم بھی بھیجے جاتے ہیں اور اسی وقت سارا مال تقسیم کردیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 38)

زیورات پیش کردیئے

عورتوں کو زیورات سے زیادہ کون سی چیز پیاری ہوتی ہے۔ مگر صحابیاتؓ رسولؐ نے خدا کے لئے ان زیورات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔

ایک بار آنحضرت ﷺ نے خطبہ عید میں صدقہ و خیرات کی ترغیب دی صحابیاتؓ کا مجمع تھا۔ حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے۔ اور صحابیاتؓ اپنے کانوں کی بالیاں، گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک اتار کر پھینکتی جاتی تھیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الخطبۃ بعد العید حدیث نمبر 911)

ایک بار آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کی طرف توجہ دلائی۔ ابھی آپؐ واپس گھر نہیں پہنچے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی آگئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آج آپؐ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ میرے پاس یہ کچھ زیورات ہیں جو میں بطور صدقہ پیش کرتی ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب حدیث نمبر 1369)

مسکین کی خدمت

حضرت واثلہ بن الاسقعؓ کے گھر ایک سائل آیا۔ انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا اس پر کچھ نقدی رکھی اور سائل کے ہاتھ میں جا کر دے آئے۔ ایک شخص نے کہا کیا آپ کے گھر میں کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کی طرف سے یہ کام سرانجام دیتا۔ فرمایا کیوں نہیں لیکن بات یہ ہے کہ جو آدمی مسکین کے پاس صدقہ لے کر جاتا ہے۔ ہر قدم پر اس کی ایک خطا معاف ہوتی ہے۔ اور جب وہ اس کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیتا ہے تو ہر قدم کے عوض اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی۔

(کنزالعمال جلد 3 ص 315 کتاب الزکوٰۃ فصل فی اداء الصدقۃ)

حکیم بن حزامؓ کا نمونہ

مدینہ میں ایک دفعہ دو اعرابی آئے جو اس بات کا سوال کر رہے تھے کہ کون اللہ کی راہ میں سواری دیتا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ حکیم بن حزامؓ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں ان کے پاس گئے اور سوال کیا۔

حضرت حکیم بن حزام انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ اور بظاہر ناقابل استعمال چیزوں کو بھی سنبھال کر رکھتے تھے کہ خدا کی راہ میں کام آجائیں گی۔

حضرت حکیم بن حزام ان کو لے کر بازار گئے۔ دو بڑی بڑی قیمتی اونٹنیاں خریدیں۔ ان کا سامان خریدا۔ پھر ان کو غلہ اور گیہوں سے لادا۔ ان دونوں کو خرچ بھی دیا اور اونٹنیاں ان کے حوالے کر دیں۔ ایک اعرابی کہنے لگا اس شخص سے زیادہ بہتر آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ کتاب المناقب باب حکیم بن حزام جلد 9 ص 642)

ایثار کی تابناک مثالیں

صحابہ کی مالی قربانیوں کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ شدید خواہش اور ضرورت کے وقت کسی سائل نے آکر سوال کیا تو کل پونجی اٹھا کر اسے دے دی۔

ایک بار حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً اٹھے گھر پہنچے ان کے بیٹے عبدالرحمان کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ وہ لے کر مسجد گئے اور وہاں ایک سائل ملا تو روٹی کا ٹکڑا اسے دے دیا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب المسئلۃ فی المسجد حدیث نمبر 1422)

440 آدمی

حضرت دکینؓ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم 440 آدمی تھے اور ہم نے حضورؐ سے غلہ کا سوال کیا۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اٹھو اور انہیں دو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس تو صرف اتنا ہے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے گرمی کے موسم میں کفایت کرے۔ آپؐ نے فرمایا اٹھو اور دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ کمرہ کھولا تو وہاں کھجوروں کا چھوٹا سا ڈھیر تھا۔ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ اس ڈھیر میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 365)

چھ کے چھ درہم

حضرت علیؓ کے پاس کسی سائل نے آکر سوال کیا تو آپ نے حضرت حسنؓ یا حسینؓ سے فرمایا کہ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ میں ان کے پاس چھ درہم چھوڑ آیا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم دے دیں۔

چنانچہ وہ صاحبزادے گئے اور واپس آکر کہا کہ اماں جان کہتی ہیں کہ آپ نے آٹا خریدنے کے لئے وہ چھ درہم چھوڑے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان سچا نہیں ہوسکتا جب تک کہ بندہ کو اس چیز پر جو اللہ کے قبضہ میں ہو، زیادہ اعتماد نہ ہو۔ بہ نسبت اس چیز کے جو بندہ کے قبضہ میں ہو۔ جا کر اپنی ماں سے وہ چھ درہم لے آؤ۔

حضرت فاطمہؓ نے وہ رقم بھیجی اور حضرت علیؓ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔

(کنزالعمال جلد 3 ص 310)

واحد روٹی

ایک مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کچھ مانگا۔ اس دن آپ روزہ سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک چپاتی کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا یہ روٹی سائل کو دے دو۔ خادمہ نے کہا کہ پھر آپ کس چیز سے روزہ افطار کریں گی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ روٹی ضرور اس سائل کو دے دی جائے۔

انگور کا خوشہ

ایک دفعہ کسی مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کھانا طلب کیا۔ ان کے سامنے انگور کا ایک خوشہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک آدمی سے کہا کہ یہ خوشہ اٹھا کر سائل کو دے دو۔ اس آدمی نے تعجب کیا مگر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره

اگر کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا تو اس کا بدلہ پائے گا۔

(مؤطا امام مالک۔ کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقۃ)

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ شام ہونے تک آپ نے سب کے سب تقسیم کر دیئے۔ اس دن آپ کا روزہ بھی تھا۔ افطاری کا وقت آیا تو لونڈی نے کہا کہ گھر میں آج افطاری کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

(مستدرک حاکم جلد 4 ص 13)

اللہ کو بہت پسند آیا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت زیادہ مبتلائے مشقت ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا آج کی رات اسے کون مہمان کے طور پر ٹھہرائے گا۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں۔ چنانچہ وہ اسے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کے لئے ہے اس نے کہا سوائے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دے اور جب وہ شام کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دے۔ اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا۔ (پردہ کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے) چنانچہ انہوں نے مہمان کی آمد پر چراغ گل کر دیا اور بچوں کو سلا دیا اور خود دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ بیٹھ کر اندھیرے میں منہ ہلاتے رہے گویا کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح گھر کے سب لوگ فاقہ سے رہے اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس واقعہ کی خبر دی۔ حضورؐ نے صبح حضرت ابوطلحہؓ کو بلایا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ رات تم نے مہمان کے ساتھ کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو تم دونوں کی یہ بات بہت پسند آئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف، حدیث نمبر 3839)

بہتر تجارت

حضرت سعید بن عامرؓ ایک دفعہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت سعیدؓ کو بھجوا دیئے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور واقعہ بتایا۔ بیوی نے کہا آپ اس رقم سے کچھ کھانے پینے کا سامان اور غلہ خرید لیں۔ فرمانے لگے کیا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ ہم اپنا مال اس کو دیتے ہیں جو ہمارے لئے تجارت کرے اور ہم اس کی آمدنی سے کھاتے رہیں اور اس مال کی ضمانت بھی اس کے اوپر رہے بیوی نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت سعیدؓ بن عامر نے وہ تمام دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیئے اور تنگی اور ترشی میں گزارہ کرتے رہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 244)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جمعہ کو ایک بدحال شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی خاطر صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہؓ نے کچھ کپڑے پیش کئے تو رسول اللہؐ نے دو کپڑے اسے دے دیئے۔ اگلے جمعہ کو وہ پھر آیا اور رسول اللہؐ نے جب صدقہ کی تحریک کی تو اس نے ان دو کپڑوں میں سے ایک پیش کر دیا۔ مگر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم اپنا کپڑا اٹھا لو۔

(سنن نسائی کتاب الجمعہ باب حث الامام علی الصدقۃ حدیث نمبر 1391)

حضرت جریر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے لوگ حاضر ہوئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر تھا اور آپ نے صحابہ کو جمع کر کے خطاب کیا اور ان کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہ نے دینار، درہم، کپڑے، جَو اور کھجور صدقہ کیا یہاں تک کہ کپڑوں اور غلے کے دو ڈھیر جمع ہوگئے۔

حضرت جریر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کا چہرہ یہ منظر دیکھ کر سونے کی ڈلی کی طرح چمک رہا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ حدیث نمبر 1691)

حضرت طلحہؓ کی بیوی سعدی فرماتی ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے ایک دن ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔ پھر قلاشی نے انہیں مسجد جانے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو (ستر چھپانے کے لئے) ملا کر سی دیا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 88)

قرض لے کر انفاق

صحابہ کو انفاق فی سبیل اللہ کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ جب اپنا کل مال و متاع خدا کی راہ میں لٹا بیٹھتے تو پھر قرض لے کر صدقات دیتے۔

حضرت سعید بن عاص بے حد فیاض تھے۔ وہ بھائی بھتیجوں اور تعلق داروں کو جمع کرتے اور ان کی دعوت کرتے۔ کپڑے اور رقم عطا کرتے۔ مسجد میں جاتے اور دیناروں کی بھری ہوئی تھیلیاں لوگوں میں تقسیم کرتے۔ کبھی کسی کا سوال رد نہ کرتے۔

(الاستیعاب جلد 2 ص 556)

اگر ان سے کوئی سائل سوال کرتا اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اسے دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا

جائے گا۔ چنانچہ وفات کے وقت ان پر اسّی ہزار اشرفیوں کا قرض تھا۔ بیٹے نے پوچھا یہ قرض کیسے ہوا؟ فرمایا کسی شریف کی حاجت روائی کی۔ کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی دے دیا۔ اسی کام میں یہ قرض چڑھ گیا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 ص 310)

حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی قوم کے مخیّر نوجوانوں میں سے بہت خوبصورت اور سخی نوجوان تھے۔ ان سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا جاتا فوراً اسے دے دیتے اور اس بنا پر اتنے مقروض ہو گئے کہ ان کا تمام مال قرضہ میں گھر گیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 ص 273)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک بار بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے۔ انہوں نے اس مال کو اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دے دیا۔ یہاں تک کہ جب کل خرچ ہو چکا۔ تو ایک شخص کو انہی میں سے قرض لے کر دے دیا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 297)

روکا نہ جائے

حضرت قیس بن سعد نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے۔ غزوات میں انصار کا علم انہی کے ہاتھ میں رہتا تھا اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے۔

ایک غزوہ میں وہ قرض لے کر فوج کو کھانا کھلاتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج میں شریک تھے۔ دونوں بزرگوں نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کر دیں گے۔ سو انہوں نے ان کو روکنا چاہا۔ حضرت سعدؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے ابن قحافہؓ اور ابن خطابؓ سے کون بچائے گا۔ یہ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 4 ص 215)

مزدوری کر کے صدقات دینا

بعض صحابہؓ ایسے تھے جن کے پاس خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہوتا تھا وہ محنت اور کوشش کے ساتھ مال کماتے اس خواہش کے ساتھ کہ خدا کی راہ میں اپنا مال پیش کر سکیں۔

حضرت ابومسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم مزدوری کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور کچھ مال کما کر خدا کی راہ میں پیش کرتے تھے۔ اور جس کو جتنا کچھ میسر آتا وہ اسے رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار حدیث نمبر 1326)

ایک صحابی ابونہیکؓ ساری رات مزدوری کر کے ایک صاع کھجوریں لائے اور ان کو صدقہ میں دے دیا۔

(تفسیر درمنثور جلد 3 ص 363)

حضرت ابوعقیلؓ ایک دفعہ مجاہدین اسلام کے ایک لشکر کی تیاری میں حصہ لینے کے لئے ساری رات مزدوری کرتے رہے۔ اور دو صاع (قریباً سات سیر) کھجوریں حاصل کیں ان میں سے ایک صاع تو گھر والوں کے لئے رکھا اور دوسرا آنحضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ تقرب الی اللہ کے لئے اسے صدقہ کرتا ہوں۔ اس مجمع میں منافقین بھی تھے انہوں نے اس بات پر حضرت ابوعقیلؓ کا مذاق اڑایا کہ ایک صاع کھجور دے کر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس دکھی دل کو تسلی دینے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں اور منافقین کو خوب انذار کیا۔

یہ منافق ہی ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ بڑھ کر صدقات دینے والوں پر طنز کرتے ہیں۔ اور ان پر بھی جو کہ سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے سو باوجود اس قربانی کے یہ منافق ان پر ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ان کو ہنسی کی سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ (توبہ 79)

(تفسیر درمنثور جلد 3 ص 262)

آنحضرت ﷺ کی حرم محترم حضرت زینبؓ بنت جحش کاریگر تھیں۔ وہ چمڑے کو رنگتی تھیں اور سی لیا کرتی تھیں اور اس کسب کے ذریعے اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ سوت کاتتی تھیں اور مجاہدین کی مدد کیا کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 ص 77)

ام المومنین حضرت سودہؓ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور ان سے ہونے والی آمدنی مکمل طور پر صدقہ و خیرات میں صرف کرتی تھیں۔

(الاصابہ جلد 4 ص 287)

مال کی وصیت

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں سخت بیمار ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو کر رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں مگر ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دو تہائی مال خدا کی راہ میں وقف کروں مگر رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر عرض کیا نصف مال پیش کردوں فرمایا نہیں۔ صرف ایک ثلث وقف کرو اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ تو اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب رثاء النبی حدیث نمبر 1213)

مگر بعد میں اللہ نے انہیں لمبی عمر دی اور وہ 55ھ میں فوت ہوئے۔

تین درہم

حضرت نعمان بن حمید کہتے ہیں کہ میں اپنے ماموں حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس مدائن میں گیا۔ وہ مدائن کے گورنر تھے۔ اور کھجور کے پتے بٹ رہے تھے انہوں نے فرمایا۔

میں کھجور کے پتے ایک درہم کے خریدتا ہوں۔ اور ان کے ساتھ محنت کر کے تین درہم میں بیچتا ہوں۔ ایک درہم تو اسی کام کے لئے رکھ لیتا ہوں۔ ایک درہم اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔ کوئی بھی مجھے اس کام سے روکے تو میں نہیں رکوں گا۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 ص 89 دار صادر بیروت 1957ء)

دشمن کے لئے انفاق

آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد کفار مکہ پر قحط سالی کا عذاب آیا۔ اس وقت ابوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی درخواست پر آپ نے بارش کے لئے دعا کی۔ چنانچہ آپ کی دعا سے بارشیں ہوئیں اور قحط دور ہو گیا۔ مگر اس کے ساتھ حضور ﷺ نے صحابہ کو اہل مکہ کے لئے مالی قربانی کی بھی تحریک کی۔ چنانچہ 500 دینار ان کی امداد کے لئے بھجوائے گئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ دخان، المبسوط للسرخسی جلد 10 ص 92)

غیر مذاہب کے لئے انفاق

حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں اپنی مالکن کی شکایت کی کہ وہ یہود سے رابطے رکھتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تو حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ یہود سے تو میرے رحمی تعلقات ہیں اس لئے میں ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔

حضرت صفیہؓ نے وفات کے وقت ایک لاکھ درہم چھوڑے تھے اور انہوں نے اپنے ایک یہودی بھانجے کے حق میں ایک تہائی مال کی وصیت بھی کی تھی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 323 مکتبہ اسلامیہ بیروت)

مرحومین کی طرف سے قربانی

حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہوئیں تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو انہیں کوئی فائدہ پہنچے گا فرمایا ہاں تو انہوں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(بخاری کتاب الوصایا باب اذا قال ارضی او بستانی صدقۃ للہ حدیث نمبر 2551)

حضرت عبداللہ بن عمر ایک سفر میں تھے کہ راستہ میں ایک اعرابی ملا۔ حضرت عبداللہ نے اسے سلام کیا اور جس گدھے پر سفر کر رہے تھے اس سے اتر پڑے اور اس بدو کو اس پر سوار کر دیا اور اپنے سر پر باندھا ہوا عمامہ بھی اس کو دے دیا۔

کسی نے کہا یہ اعرابی تو تھوڑی تھوڑی چیزوں پر بھی راضی ہو جاتے ہیں آپ نے بہت زیادہ دے دیا۔

انہوں نے فرمایا اس کا والد میرے والد عمر کا دوست تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرنا بڑی اعلیٰ نیکی ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب حدیث 4629)

الٰہی محبت کا جوش

حضرت مسیح موعود صحابہ کے اس پاک گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جان نثاریاں کیں، جلاوطن ہوئے، ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، جانیں دیں لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی۔ اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے۔ آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کر دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ یہ مقام آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کا ہے اور ان میں جو باہمی الفت و محبت تھی اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان فرمایا ہے۔...... (الانفال: 64) یعنی جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ ....صحابہؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہوگا۔ ایک دفعہ جب راہ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش غرباء کا لباس پہنے یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔

(ملفوظات جلد اول ص 27)

وصیت سے نظام زندگی کی استواری ہے

مسیحِ پاک نے کی دردِ دل سے التجا حق سے
وصیت کرنے والوں کیلئے کی یہ دعا حق سے
جگہ اس مقبرے میں تو عطا کر ان کو یا مولا
جنہیں منظور ہے ہر حال میں تیری رضا مولا
جنہیں تیرے فرستادہ پہ وہ ایمان حاصل ہے
جو بدظنی سے بالا ہے جو صادق ہے جو کامل ہے
جو تیرے در پہ ہر حالت میں سر اپنا جھکاتے ہیں
محبت میں وفاداری دل و جاں سے دکھاتے ہیں
ترے مہدی سے ہے جن کو تعلق جانفشانی کا
رضا تیری ہے بس مقصود جن کی زندگانی کا
نظیر اپنی نہیں رکھتے جو اخلاص و اطاعت میں
جو ہیں کھوئے گئے بالکل تری راہِ محبت میں
وصیت ہے علامت کامل الایمان ہونے کی
وصیت ہے ضمانت با خدا انسان ہونے کی
وصیت آئینہ دار خلوص اہلِ ایماں ہے
وصیت جذبۂ ایثار مومن کی رگِ جاں ہے
وصیت سے نظامِ زندگی کی استواری ہے
وصیت گلشنِ دیں کیلئے بادِ بہاری ہے
وصیت سوختہ جانوں کی خوشنودی کا سرمایہ
یتیموں اور بیواؤں کی بہبودی کا سرمایہ
وصیت ہی سے ہو گی دور ناداروں کی ناداری
غریبوں کے گھروں میں ہو گی سیم و زر سے گلکاری
وصیت ہی حقیقت میں ہے ضامن امن عالم کی
یہی ہے آخری منزل بشر کی سعیٔ پیہم کی
فوائد دور رس اس کے عیاں ہیں چشم بینا پر
وصیت ہم کو لے جائے گی اک دن طور سینا پر
ہے مضمر راز تکمیل نظامِ نو وصیت میں
منور ہو گی دنیا جس سے ہے وہ ضو وصیت میں
مٹا دے گی وصیت ایک دن تنگی زمانے سے
کلیدِ باب جنت ہو گی حاصل اس بہانے سے
وصیت سے نکھرتی جائے گی حالت زمانے کی
جہاں میں ہو گی پوری شان سے جلوہ نما نیکی
وہ جنت چھن گئی آدم سے جو آغاز دنیا میں
وہ نغمہ بن کے پھر ہو گی نمایاں سازِ دنیا میں
رہے گا نام تک باقی نہ دنیا میں گدائی کا
بدل دے گی وصیت ایک دن نقشہ خدائی کا
قیامِ امن عالم کا بلاوا ہے وصیت میں
فقیروں کی فقیری کا مداوا ہے وصیت میں
ضرورت اس سے ہو جائے گی ہر انسان کی پوری
رہے گی ایک دن دنیا میں محتاجی نہ مجبوری
شفا پائینگے بیمار اس سے درد جاودانی کے
کُھلیں گے اس سے در دنیا پہ لطف آسمانی کے
وصیت بیکسوں کا بے نواؤں کا سہارا ہے
وصیت چرخِ عشرت کا درخشندہ ستارا ہے
جہاں میں پھیلتا جائے گا نور جاوداں اس کا
کرے گا اعتراف اک دن کھلے بندوں جہاں اس کا
کیا ہے مہدی موعود نے جاری نظام اس کا
رہے گا ایک دن دنیا میں ہو کر فیضِ عام اس کا

میر اللہ بخش تسنیم

تبرکات ....مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سابق سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

بہشتی مقبرہ قادیان

تقسیم ملک سے 1963ء تک کی مفصل رُوداد

تقسیم ہند کا واقعہ ایک زبردست اور تیز و تند بگولے کی طرح اپنی راہ میں آنے والی ہر شے کو اپنی زد اور لپیٹ میں لیتا ہوا اور خس و خاشاک کی طرح غلطاں کرتا ہوا گزرا۔ بے سروسامان انسان اس کی زد میں آ کر یوں لڑھکتے چلے گئے جیسے ہپناٹزم کا معمول اپنے عامل کے رحم وکرم پر ہوتا ہے اور عامل جدھر چاہے موم کی ناک کی طرح اسے مروڑ دیتا ہے۔

مذاہب اور بانیان مذاہب کی عزت وتکریم کو قائم کرنے والی قادیان کی مقدس بستی جب خالی ہو رہی تھی۔ تو بیت اقصیٰ میں بلند و بالا منارۃ المسیح چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور حیرت و استعجاب میں ڈوبا ہوا تھا کہ یہ کون سا مذہب باقی رہ گیا تھا جس کی مہما میں قادیان نے گیت نہیں گائے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اپنے ماحول کی افسردگی اور سراسیمگی دیکھی۔ اس نے بھاگتے نہتوں اور تعاقب کرتے مسلح آدمیوں کو دیکھا۔ وہ لوٹنے اور لٹنے والوں کو دیکھتا رہا۔ ....اداس اور مغموم .... دیکھتا رہا۔ بے منزل لُٹے پٹے قافلوں کو۔ ان ننگے سروں کو جنہیں کبھی دھوپ کی کرنوں نے بھی مس نہ کیا تھا۔ اور آج وہ رداؤں سے بھی محروم تھے۔ وہ زور سے گرجا ’’اللہ اکبر‘‘ بندوق کی ایک گولی اس کی شمالی آنکھ میں لگی اور اس نے پہچان لیا کہ وہ کونسا مذہب تھا جس کی مہما میں اس نے گیت نہ گائے تھے۔ وہ مذہب ’’درندگی‘‘ تھا۔ ندا بلند ہوتی رہی اور گھڑیال کے گولی کھائے ہوئے شیشے کی کرچیں گرتی رہیں۔ اور درندگی اپنا کام کرتی رہی۔

دسمبر 47ء میں جب یہ طوفان عظیم ذرا تھم گیا اور طوفان زدگان نے سنبھل کر آنکھیں کھولیں تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون کہاں ہے۔ باپ کی شفقت پدری بیٹے کی تلاش میں سرگرداں تھی اور ماں کی ممتا اپنے لخت جگر کو ڈھونڈتے ہوئے اپنی بینائی سے محروم ہو رہی تھی۔ ملک بھر میں ایک افراتفری اور انتشار کا عالم برپا تھا اور تسبیح کے دانے بکھر چکے تھے............!!

ظاہر ہے کہ ایسے حالات کا لازمی نتیجہ سراسیمگی اور انتشار تھا اور کیفیت کچھ اس قسم کی تھی کہ ع

جس جگہ پہ جا لگی وہی کنارا ہو گیا

وحشت، ظلم اور درندگی کی چکی چلتی رہی لیکن کچھ دانے ایسے بھی تھے جو ’’مانی‘‘ کے ساتھ لگے رہے۔ یہی وہ دانے تھے جو درویش کہلائے اور یہی وہ درویش تھے جنہوں نے غیر معمولی اور سخت مخالفانہ حالات میں صبر وثبات کا وہ نمونہ دکھایا کہ ہماری جماعت کے لئے سرمایہ فخر ومباہات ہے۔

اب وقت گزشتہ کو یاد کر کے رونے کا نہ تھا بلکہ ضرورت تھی کہ ان تھک مساعی کو جاری کر کے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کو تلاش کیا جائے۔ گو کہ حالات کی ناموافقت دامنگیر تھی، گو کہ اضطرابات کی ظلمت اتنی شدید تھی کہ متلاشی نگاہوں اور بکھرے ہوئے دانوں کے درمیان ظلمت کا ایک دبیز پردہ حائل تھا لیکن تقاضائے اجتماعیت یہی تھا کہ مرکز اپنی تنظیمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے اندر فعالیت اور مقناطیسیت پیدا کرے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اعجازی کمال کہ ہماری جماعت کے اندر تنظیمی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور پھر ہمارے مقدس مرکز کے اندر ایک پُرکشش مرکزیت ہے۔ لہٰذا ہمیں اب ’’کون کہاں ہے‘‘ کی مہم کو وسیع پیمانہ پر جاری کرنا تھا۔ تاکہ مرکز اپنی فعالی شان کو بحال کر سکے۔

مجھے اپنے صیغہ (بہشتی مقبرہ) کے متعلق ہی عرض کرنا ہے۔ اس لئے اس مختصر ابتدائیہ کے بعد میں صرف اپنے صیغہ کے متعلق ہی اختصاراً عرض کرتا ہوں۔

یہ وقت ایسا تھا کہ مرکز کو قطعاً علم نہ تھا کہ کون اس طوفان کے ریلے میں ادھر چلا گیا ہے اور کون ادھر ہے۔ علی الخصوص موصی احباب کی تلاش تو اور بھی ضروری تھی۔ کیونکہ مرکزی بجٹ میں ان کا ایک معتد بہ حصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ مہم خط وکتابت کے ذریعہ سے بڑی تیزی کے ساتھ چلائی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہی اور منتشر دانے ایک سلک میں پروئے جانے لگے۔

ایک مشکل ہمیں یہ پیش آئی کہ ہمارا سارا ریکارڈ منتشر ہو چکا تھا۔ صرف کچھ میزیں اور کرسیاں تھیں جن پر ’’بہشتی مقبرہ‘‘ لکھا ہوا تھا۔ تاہم یہ ایک نشان تو تھا۔! اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہشتی مقبرہ خود ہمارے پاس تھا جو اپنے چاہنے والوں کو دنیا کے دور دراز کناروں سے کھینچ کر لایا کرتا تھا اور اب بھی لا سکتا تھا۔

وصیتوں کی کچھ مسلیں ہمارے پاس تھیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ موصی کہاں ہیں۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسلیں اکثر طور پر ایسے موصیوں کی ہیں جو ہجرت کر کے جا چکے ہیں۔ تاہم کچھ عرصہ کی خط وکتابت کے بعد بھارت کے موصیوں کے پتے منگوا لئے گئے اور کام جاری کیا گیا۔ لیکن اس ترتیب میں ہمارے قریباً اڑھائی سال لگ گئے۔

بہرحال 51-50ء میں ہمارا دفتری کام صحیح طور پر مربوط اور مرتب ہوا اور دفتری ریکارڈ آگے چلنے کے قابل ہو گیا لیکن جب اسی دوران میں موصیوں کی تعداد کا اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ بھارت میں تو صرف ایک سو کے قریب موصی رہ گئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ قادیان کے قریباً تمام درویشوں نے وصیتیں کر دیں اور کمئی تعداد کا جو ذہنی اثر تھا وہ زائل ہو گیا اور وصایا کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب ہو گئی۔ لیکن ابھی تک آمد کا مسئلہ لمحہ فکریہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ درویشوں کی وصایا سے تعداد تو بڑھ گئی تھی لیکن درویشوں کی آمدنیاں کم تھیں بلکہ نہ تھیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد سے کام لینا پڑا۔

ہندوستان کی بیرونی جماعتوں میں وصیت کی تحریک کو عام کیا گیا اور نظام وصیت کے نتائج وفوائد کی روشنی میں ’’الوصیت‘‘ کا پیغام جماعت تک پہنچایا گیا اور الحمدللہ کہ ایک آہستہ تدریج کے ساتھ وصایا میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور اس وقت جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں بھارت میں موصیوں کی تعداد ساڑھے سات سو ہے۔

تقسیم ملک کے بعد شروع ایام میں صیغہ بہشتی مقبرہ میں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے سیکرٹری بہشتی مقبرہ تھے اور خاکسار راقم اسسٹنٹ سیکرٹری تھا۔ وسط 52ء سے وسط 53ء تک خاکسار ہی اس صیغہ میں کام کرتا رہا۔ وسط 53ء میں مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب آئے اور وسط 54ء میں مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب نے چارج سنبھالا جو 23 اکتوبر 1960ء تک یعنی سوا چھ سال تک رہے۔ اور 24 اکتوبر 60ء سے خاکسار اس صیغہ کا انچارج ہے۔

بہشتی مقبرہ کے اندر یادگاری کتبے لگانے کا کام جاری رہا۔ چنانچہ تقسیم کے بعد سے اب تک کافی کتبے لگائے جا چکے ہیں اور تین سو کتبے اس وقت تیار ہو رہے ہیں جو عنقریب لگ جائیں گے انشاء اللہ۔ (ان سطور کے شائع ہونے کے وقت وہ لگائے جا چکے ہیں۔ ایڈیٹر)

تقسیم ملک کے بعد بڑے باغ کے اندر ایک نئی چیز وجود میں آئی ہے جو اپنی ذات میں تو پرانی ہے اور ایک مقدس تاریخی یادگار ہے لیکن اس اعتبار سے نئی ہے کہ اس کی تشکیل پارٹیشن کے بعد ایک مبارک انسان اور سیدنا حضرت مسیح موعود کے ایک جلیل القدر رفیق کے ہاتھوں ہوئی۔ یعنی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے دن رات ایک کر کے اپنے بوڑھے ہاتھوں، اپنی بوڑھی کمر مگر عزم جواں کے ساتھ اسے تعمیر کروایا۔ یہ مقدس تاریخی یادگار ’’جنازہ گاہ‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں یہ نشان دہی کر دی گئی ہے کہ کس جگہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کا جسدِ مبارک لاہور سے لا کر رکھا گیا تھا۔ اور کس جگہ خلافت اولیٰ کی بیعت ہوئی تھی۔ یعنی قدرت ثانیہ کی حقیقت اور ضرورت کو ساری جماعت نے متفقہ طور پر تسلیم کیا تھا۔ وہ جماعت جس میں ہمارے بچھڑ جانے والے ’’لاہوری‘‘ بھائی بھی شامل تھے۔!

محلّہ احمدیہ سے بہشتی مقبرہ کی طرف جائیں تو ڈھاب کے پُل کے پاس پہنچ کر ایک بلند اور مضبوط اور طویل دیوار نظر آتی ہے جو ڈھاب سے شروع ہو کر تکیہ پیر شاہ چراغ تک بطرف ننگل چلی گئی ہے اور وہاں سے مغرب کی طرف مڑ کر سارے بڑے باغ کے گرداگرد ہوتی ہوئی ڈھاب کے کنارے کنارے وہیں پہنچ گئی ہے۔ یہی وہ چاردیواری بہشتی مقبرہ ہے جو جماعت کے مخلص ومخیّر احباب کے ایثار وتعاون کی ایک یادگار ہے اور بہترین یادگار۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی تعمیر اور اس کے لئے روپیہ کی فراہمی کا سہرا محترم جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر مال کے سر ہے جنہوں نے قریباً دس سال کی متواتر اور انتھک مساعی سے تحریکات کر کر کے اسے مکمل کروایا۔ اور پھر ان تحریکات میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ کا بھی بڑا حصہ ہے جنہوں نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے اور ذاتی دلچسپی سے دوستوں کو تحریکیں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر بخشے۔ آمین

چاردیواری کے لئے عطیات دینے والوں کے نام سنگ مرمر کے کتبوں پر کندہ کروا کر مزار مبارک حضرت مسیح موعود والی چاردیواری کی غربی دیوار میں نصب کئے گئے ہیں۔ اس عظیم الشان دیوار میں جہاں بیرونجات کے مخلص احباب نے گراں قدر عطیات دیئے ہیں وہاں ہمارے بعض درویشوں نے بھی ایک ایک سو روپیہ چندہ دیا ہے۔ اور ہمارے مرحوم درویش بھائی میاں خدا بخش صاحب قلی نے تو اس میں -/1387 روپے کا عطیہ دے کر درویشوں کی لاج رکھ لی۔

چاردیواری بہشتی مقبرہ کی تعمیر کے سلسلہ میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ موجودہ پختہ دیوار کی تعمیر سے قبل بہشتی مقبرہ کے اردگرد ایک دیوہیکل خام دیوار مٹی کی بنائی گئی تھی جسے ہمارے درویش بھائیوں نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ اور حقیقتاً یہ درویشوں کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اور وہ منظر بڑا دل افروز ہوتا تھا جب درویش اپنے سروں پر مٹی ڈھو کر دیوار کی تعمیر کر رہے ہوتے تھے۔ اور اس یادگاری وقار عمل میں حصہ لیتے تھے۔ اور یہ مظاہرہ ہوتا تھا اس امر کا کہ ہم بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی خود سروسامان ہیں۔

اس بڑی چاردیواری کے اندر ایک اور نئی چیز اب زائرین کو نظر آتی ہے۔ چاردیواری کا بڑا گیٹ جو محلّہ ناصر آباد کے بالمقابل بنایا گیا ہے۔ اس گیٹ سے لے کر ایک سڑک جنازہ گاہ تک اور دوسری سڑک مزار مبارک کی چاردیواری تک بنائی گی ہے جو چودہ فٹ چوڑی ہے۔ اس سڑک کے دورویہ پھولوں کی کیاریاں لگائی گئی ہیں اور پھولوں کے مستقل پودے بھی لگائے گئے اور سڑک کے دونوں جانب پائے بنا کر ان پر پھولوں کے گملے بھی رکھے جاتے ہیں۔

بہشتی مقبرہ کی تزئین و آرائش کے لئے بعض

مخلصین جماعت نے طوعی تعاون بھی کیا ہے جن میں سے قابل ذکر محترم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل کلکتہ، محترم سیٹھ محمد الیاس صاحب یادگیر، محترم سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی کلکتہ اور محترم میاں محمد شمس الدین صاحب کلکتہ (مع فیملی) کے عطیات ہیں۔ محترم رحمت اللہ خاں صاحب صدر جماعت دہلی نے اپنے کارخانہ کے بنے ہوئے چپس کے بڑے سائز کے گملے بھی ایک درجن دیئے۔ اور محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیری نے اپنے ایک خواب کی بناء پر مزار مبارک پر روشنی کرنے کے لئے عطیہ دیا ہے۔ انہی احباب کے تعاون سے چپس کے گیارہ بنچ تیار کروا کر بہشتی مقبرہ میں رکھے گئے۔

بہشتی مقبرہ کے اندر پھلدار پودے لگانے کا کام بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دو سالوں میں چار درجن پودے (آم و مالٹا) لگائے گئے ہیں اور آئندہ سالوں میں مزید لگانے کا پروگرام ہے۔ بہشتی مقبرہ کے اندر پرانے کنوئیں کے قریب ایک ٹیوب ویل بھی بجلی سے چلنے والا لگایا گیا ہے۔ اس سے بہشتی مقبرہ کے پودوں اور فصلوں کو پانی دیا جاتا ہے اور آمد بھی پیدا کی جاتی ہے۔

صیغہ ہذا کی طرف سے نئی وصایا کی تحریک کے لئے اخبار بدر میں رسالہ ''الوصیت'' اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبات کے اقتباسات شائع کروائے جاتے ہیں۔ جماعتوں کے صدر صاحبان اور مربیان کے ذریعہ تحریک کی جاتی ہے اور انفرادی طور پر بھی غیر موصی احباب کو خطوط بھجوا کر وصیت کی اہمیت بتائی جاتی ہے اور مختلف تحریکات چھپوا کر بھی جماعتوں کو بھجوائی جاتی ہیں۔

گزشتہ دو سال سے مرکز کے بجٹ کو مضبوط بنانے کے لئے حصہ جائیداد کی وصولی کے سلسلہ میں خاص کوششیں کی گئی ہیں الحمدللہ کہ موصی حضرات نے اس سلسلہ میں کافی تعاون کیا ہے۔

حصہ آمد میں بھی خدا کے فضل سے اضافہ ہوا ہے اور 61-60ء میں پچھلے سات سال کے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اور 62-61ء میں یہ ریکارڈ بھی ٹوٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نئی وصایا کی رفتار بھی ترقی پذیر ہے اور اسے مزید بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس وقت مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے ممبر یہ ہیں۔

1۔ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ (حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل)

2۔ مکرم ناظر صاحب مال (مکرم جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔اے)

3۔ مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی۔

4۔ سیکرٹری بہشتی مقبرہ (خاکسار چوہدری فیض احمد گجراتی)

(الفرقان۔ درویشان قادیان نمبر 1963ء)

سلسلہ احمدیہ کے نظام مالیات کی بنیادی اینٹیں۔ تائید حق کی شاخیں

حضرت مسیح موعود کی مالی تحریکات کا ایک جائزہ۔ احباب کا والہانہ لبیک

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مؤرخ احمدیت

سلسلہ احمدیہ کے عالمی نظام مالیات کی بنیادی اینٹ

حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ مسیحیت (جنوری 1891ء) سے اپنے وصال مبارک (26 مئی 1908ء) تک سترہ انقلاب آفریں مالی تحریکات جاری فرمائیں۔ ان میں ہر ایک تحریک دور رس نتائج کی حامل اور تاریخ ساز ہونے کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کے اس عالمگیر مالیاتی نظام کے قصر عالی اور سربفلک قلعہ کی بنیادی اینٹ ہے جس کا خلافت حقہ کے روحانی ادارہ کی زیرنگرانی قیامت تک پوری شان اور تمکنت کے ساتھ مستحکم اور قائم رہنا خدائے عرش کی ازلی تقدیروں میں سے ہے اور کوئی نہیں جو اسے تبدیل کر سکے۔

1۔تائید حق کی پانچ شاخیں

حضرت مسیح موعود نے جنوری 1891ء میں اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں خدا کے قائم کردہ پاک سلسلہ کے پانچ عظیم الشان مقاصد بیان فرمائے یعنی ربانی معارف و دقائق پر مشتمل سلسلہ تالیف وتصنیف، غیراقوام پر اتمام حجت کے لئے حکم الٰہی سے عالمی اشتہارات، واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے مہمانوں کی روحانی بیماریوں اور اوہام کو دور کرکے باب تقریر کے ذریعہ زندہ ایمان و عرفان عطا کرنا۔ تادین حق کی روشنی پوری دنیا کو منور کردے اور حضور نے چوتھی شاخ مکتوبات کو قرار دیا جو اس وقت تک قریباً نوے ہزار کی تعداد میں طالبان حق یا مخالفوں کو لکھے جاچکے تھے۔ آپ نے خاص وحی و الہام سے سلسلہ بیعت کے قیام کو پانچویں شاخ کی حیثیت سے متعارف کرایا۔

اس کتاب میں آپ نے اہل ملک کو یہ بھی اطلاع دی کہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے نیز بتایا کہ بیس ہزار اشتہار انگریزی اور اردو میں چھاپ کر نہ صرف اندرون ملک بلکہ یورپ اور امریکہ کی تمام مشہور شخصیات کو بھجوائے جاچکے ہیں۔

تالیفات میں سے ''براہین احمدیہ'' کے علاوہ آئندہ عظیم الشان دینی لٹریچر کی اشاعت کا پروگرام بھی حضور نے پیش فرمایا اور دردبھرے دل کے ساتھ فرمایا ''اے ملک ہند کیا تجھ میں کوئی ایسا باہمت امیر نہیں کہ اگر اور نہیں تو فقط اسی شاخ کا متحمل ہوسکے۔ اگر پانچ مومن ذی مقدرت اس وقت کو پہچان لیں تو ان پانچ شاخوں کا اہتمام اپنے اپنے ذمہ لے سکتے ہیں''۔

آخر میں حضور نے جذبات تشکر سے لبریز ہوکر پبلک کو بتایا کہ خداتعالیٰ نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ اس نے اپنے خاص احسان صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔

اس ضمن میں حضور نے سرفہرست اول المبائعین حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی کا خاص ذکرفرمایا۔

2۔جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے سرمایہ جمع کرنے کی تحریک

حضرت اقدس نے 30 دسمبر 1891ء کے اشتہار عام میں ارشادفرمایا۔

''کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو...... گویا یہ سفر مفت میسر آجائے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد1 ص 303)

3۔ایک متدین مکی بزرگ کا زادسفر

17 مارچ 1892ء کو حضرت مسیح موعود نے جالندھر سے ایک اشتہار دیا جس میں تحریرفرمایا۔

''اس عاجز کے ایک مخلص دوست جو سلسلہ مبائعین میں داخل ہیں اور خاص مکہ معظّمہ کے رہنے والے ہیں۔...... مدت چارسال سے اس انتظار میں رہے کہ...... کسی قدر باسامان ہوکر اپنے وطن مقدس کی طرف مراجعت فرماویں لیکن اللہ جلشانہ کی مشیت سے آج تک ایسا اتفاق نہ ہوسکا۔...... لہٰذا میں محض للہ اپنے تمام بھائیوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں۔ ...... اپنے اس غریب بھائی اور مسافر اور تفرقہ زدہ اور ہموطن ہمارے سیدومولیٰ رسول اللہ کی اپنی مقدرت اور وسعت کے موافق ہمدردی اور خدمت کریں۔ ...... اس چندہ کے لئے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس روپے کے تحویل دار منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے پنجاب لاہور مقرر کئے گئے ہیں''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد1 ص 314-316)

یہ مکی بزرگ حضرت شیخ محمد بن شیخ احمد تھے جو شعب بنی عامر میں بودوباش رکھتے تھے جہاں مولد النبیؐ مولد علیؓ اور بنو ہاشم کے مکانات واقع تھے۔ حضرت شیخ محمد بغرض سیروسیاحت بلاد ہند میں تشریف لائے۔ جموں میں احمدیت کا پیغام ملا۔ 10 جولائی 1891ء کو امام دوراں کے دست مبارک پر بیعت کرلی اور کچھ عرصہ دیار حبیب کی برکات سے مستفید ہونے کے بعد 1893ء کے وسط میں مکہ شریف بخیریت پہنچ گئے اور فریضہ حج کی بجاآوری کے بعد 4 اگست 1893ء مطابق 20 محرم 1311ھ کو حضرت اقدس کی خدمت میں تفصیلی کوائف وحالات لکھے نیز شعب عامر کے ایک تاجر السید علی طائع تک پیغام حق پہنچانے اور انہیں عربی تصانیف بھجوانے کی نسبت بھی عرضداشت کی۔ (''حمامة البشریٰ'' ص2 طبع اول)

4۔ممالک ہند میں اشاعت دین کے لئے واعظین کا تقرر

حضرت مسیح موعود نے 26 مئی 1892ء کو ایک ضروری اشتہار دیا کہ اس عاجز کا ارادہ ہے کہ اشاعت دین ...... کے لئے ایسا احسن انتظام کیا جائے کہ ممالک ہند میں ہر جگہ ہماری طرف سے واعظ ومناظر مقرر ہوں اور بندگان خدا کو دعوت حق کریں۔

اس ضمن میں حضور نے سلسلہ کے فاضل جلیل حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہوی کو پہلا واعظ تجویز فرمایا اور تحریک فرمائی کہ ''ہر ایک ذی مقدرت صاحب ہماری جماعت میں سے دائمی طور پر ...... ان کے گزارہ کے لئے حسب استطاعت اپنے کوئی چندہ مقرر کریں اور پھر جو کچھ مقرر ہو بلاتوقف ان کی خدمت میں بھیج دیا کریں''۔

(نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد چار ص 410)

5۔قادیان میں دوپریس ایک خوشنویس اور کاغذات کا انتظام

حضرت مسیح موعود نے فروری 1893ء میں فرمایا ''اے جماعت مخلصین ...... ہمیں اس وقت تین قسم کی جمعیت کی ضرورت ہے جس پر ہمارے کام اشاعت حقائق و معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اول یہ کہ ہمارے ہاتھ میں کم سے کم دوپریس ہوں۔ دوئم ایک خوش خط کاپی نویس۔ سوئم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اب چاہئے کہ ہر ایک دوست اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق بہت جلد بلاتوقف اس چندہ میں شریک ہو اور یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہئے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 367)

6۔الدار میں کنواں لگوانے کی تحریک

ابتدائی زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے سب احباب ومریدین آپ کے سگے چچازاد بھائیوں، مرزا نظام الدین صاحب اور مرزا امام الدین صاحب کے کنوئیں سے پانی بھرتے اور پیتے تھے اور حضور کے گھر میں بھی اسی کا پانی جاتا تھا لیکن انہوں نے جب دیکھا کہ جلسہ سالانہ ہونے لگا ہے اور دور دور سے مہمانوں کی آمدزورشور سے جاری ہوگئی ہے اور رجوع خلائق کا منظر ہے تو انہوں نے حسد سے کنوئیں کا پانی بند کرادیا۔ (''نور احمد'' ص45 از حضرت نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس ہال بازار امرتسر طبع دوم ص 45)

اس پر حضور نے ''الدار'' میں کنواں کھدوانے کا فیصلہ کرکے اپنے چند مخلص مریدوں کی ایک فہرست مرتب فرمائی اور اپنے قلم مبارک سے انہیں خطوط ارسال کئے کہ وہ بلاتوقف اس کے لئے چندہ بھجوائیں۔

اس سلسلہ میں آپ نے 5 ستمبر 1896ء کو حسب ذیل مکتوب ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب کے نام بھی سپردقلم فرمایا۔

مجی عزیزم ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب کوہ چکراتہ ضلع سہارنپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ اس مہمان خانہ میں دن بدن بہت آمدورفت مہمانوں کی ہوتی جاتی ہے۔ اور پانی کی دقت بہت رہتی ہے۔ ایک کنواں تو ہے مگر اس میں ہمارے بے دین شرکاء کی شراکت ہے۔ وہ آئے دن فتنہ فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ اور نیز سقہ کا خرچ اس قدر بڑھتا ہے کہ اس کی تین سال کی تنخواہ سے ایک کنواں لگ سکتا ہے۔ لہٰذا ان دقتوں کو دور کرنے کے لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ایک کنواں لگایا جاوے۔ سوآج فہرست چندہ مخلص دوستوں کی مرتب کی ہے۔ جس میں آپ کا نام بھی داخل ہے۔ اس چندہ سے یہ غرض نہیں ہے کہ کوئی دوست فوق الطاقت کچھ دیوے بلکہ جیسا کہ چندوں میں دستور ہوتا ہے کہ جو کچھ بطیّب خاطر میسر آوے وہ بلاتوقف ارسال کرنا چاہئے۔ اپنے

پر فوق الطاقت بوجھ نہ ڈالنا چاہئے کہ اس خیال سے انسان بعض اوقات خود چندہ سے محروم رہ جاتا ہے۔ یہ کام بہت جلد شروع ہونے والا ہے۔ اور چاہ کی لاگت تخمیناً 250 روپے ہوگی۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو اس قدر دوستوں کے تمام چندوں سے وصول ہو سکے گا۔

والسلام خاکسار غلام احمد 5 ستمبر 1896ء

آپ ہمیشہ سے بکمال محبت وصدق دل اعانت اور امداد میں مشغول ہیں۔ صرف بہ نیت شمول در چندہ دہندگان آپ کا نام لکھا گیا۔ گو آپ 2/ بطور چندہ بھیج دیں۔ غلام احمد۔

سلسلہ احمدیہ کے مشہور محقق و مصنف حضرت ملک فضل حسین صاحب کے ذریعہ الفضل قادیان 6/اگست 1946ء کے صفحہ 3 پر یہ غیر مطبوعہ مکتوب پہلی بار منظر عام پر آیا تو دہلی کے ممتاز غیر مسلم صحافی سردار دیوان سنگھ مفتون صاحب نے اپنے اخبار ''ریاست میں اس مکتوب پر'' قادیان کے احمدیوں کی پچاس سالہ رفتار ترقی کے زیر عنوان حسب ذیل تبصرہ کیا۔

''قادیان کی احمدی جماعت کے اس وقت کئی لاکھ ممبر ہیں اور ان ممبروں میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان جیسے جج فیڈرل کورٹ بھی شامل ہیں جو اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ رفاہ عام کاموں کے لئے اس جماعت کی معرفت صرف کرتے ہیں۔ اور یہ جماعت مختلف شعبوں کے ذریعہ ہر سال لاکھوں روپیہ ہندوستان وغیرہ ممالک میں مذہب و اخلاق کی تبلیغ کے لئے صرف کرتی ہے مگر آج سے پچاس برس پہلے اس جماعت کے بانی کے پاس ایک کنواں لگوانے کے لئے اڑھائی سو روپیہ بھی نہیں تھا اور آپ نے دو دو آنے جمع کر کے رفاہ عام کے لئے ایک کنواں لگوایا''۔

(اخبار ریاست 2/اگست 1946ء)

حضرت اقدس کے ارشاد پر حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے اس کنوئیں کی تاریخ لکھی جس کا مادہ تھا ''عجب چشمہ فیض''۔

7۔ تعمیر مہمان خانہ اور اس کے ساتھ کنوئیں کی تحریک

حضرت مسیح موعود نے 17 فروری 1897ء کو بذریعہ اشتہار جماعت مخلصین کو اطلاع دی کہ ''عرصہ ہوا مجھے الہام ہوا تھا کہ اپنے مکان کو وسیع کر کہ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے سو پشاور سے مدراس تک تو میں نے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ لیا اب دوبارہ یہی الہام ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی زیادہ قوت اور کثرت کے ساتھ پوری ہوگی''۔

لہٰذا حضرت اقدس نے قادیان میں ان دنوں تشریف لانے والے مہمانوں کے مشورہ سے تحریک فرمائی کہ مکان اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی تیار کیا جائے جس کا تخمینہ قریباً دو ہزار قرار دیا گیا ہے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو یہ چندہ جلد مرکز میں آنا چاہئے اس اشتہار میں حضور نے کپورتھلہ، امروہہ، مدراس، بنگلور، مالیر کوٹلہ، بھیرہ، لاہور، شملہ اور وزیر آباد کے ان مخلصین کی فہرست بھی شائع فرمائی جنہوں نے اس وقت تک اس کار خیر میں حصہ لیا تھا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 327-328)

حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر کے بیان کے مطابق ان تعمیرات کے مہتمم نانا جان حضرت سید میر ناصر نواب صاحب دہلوی (نبیرہ حضرت خواجہ میر درد) تھے۔ (نور احمد ص 45)

8۔ بیت مبارک قادیان کی توسیع

آغاز میں بیت مبارک بہت تنگ تھی اور صرف چند نمازی اس میں نماز پڑھ سکتے تھے اور اکثر نمازیوں کو یا تو بیت اقصیٰ جانا پڑتا یا الدار کی کسی کوٹھڑی یا دوسری چھت پر فریضہ نماز بجا لانا پڑتا تھا۔ بایں وجہ حضرت مسیح موعود کا منشا مبارک تھا کہ بیت کے دہنی طرف خالی زمین خدا کے گھر کے ساتھ ملا دی جائے اور توسیع عمارت کے نتیجہ میں کم سے کم چالیس آدمی تو نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس توسیع کا تخمینہ پانچ سو روپیہ لگایا گیا جس پر حضور نے 29 جولائی 1897ء کو اس غرض کے لئے چندہ کا اشتہار دیا۔ جس پر مخلصین نے حسب دستور لبیک کہا اور بیت مبارک میں نمازیوں کی مزید گنجائش پیدا ہوگئی۔ (اشتہار کا متن مجموعہ اشتہارات جلد 2 ص 452-453 میں شامل اشاعت ہے)

9۔ قادیان میں مڈل سکول کا اجراء

15 ستمبر 1897ء کو حضرت مسیح موعود نے قادیان میں جماعت کی طرف سے مڈل سکول کے اجراء کی بذریعہ اشتہار تحریک فرمائی اور اس کا مقصد وحید یہ بیان فرمایا کہ:۔

''ایک مدرسہ قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگے کہ (دین حق) کیا شئے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے (دین حق) پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں''۔

نیز فرمایا کہ ''ہر ایک صاحب توفیق اپنے دائمی چندہ سے اطلاع دیوے کہ وہ ...... کیا کچھ ماہواری مدد کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اول بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی حکیم نور الدین صاحب نے ڈالی ہے ......''۔

''ہر ایک صاحب کو اختیار ہوگا کہ اپنے لڑکے قادیان میں تعلیم کے لئے بھیجیں۔ بورڈنگ اور انتظامی امور کی کارروائی فہرست چندہ مرتب ہونے کے بعد شروع ہوگی۔

(ایضاً ص 453 تا 455)

یہ جماعت احمدیہ کی پہلی مرکزی درسگاہ تھی جس کا آغاز پرائمری سکول کی صورت میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دست مبارک سے 3 جنوری 1898ء کو فرمایا اور اس کے اولین ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب مدیر ''الحکم'' مقرر ہوئے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت)

10۔ مالی خدمات بجالانے والے مخلصین کا خصوصی تذکرہ

پہلی مالی تحریکات کے لئے یاددہانی اور سفر نصیبین کے اخراجات کی نئی تحریک

سیدنا حضرت مسیح موعود کے قلم مبارک سے 10/اکتوبر 1899ء کو مرکز سلسلہ سے ایک مفصل اشتہار شائع ہوا جس میں حضور نے مالی جہاد میں شامل خصوصی مخلصین کا نام بنام تذکرہ کرنے کے علاوہ پہلی مالی تحریکات کی طرف پر شوکت الفاظ میں توجہ دلائی علاوہ ازیں نصیبین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آثار قدیمہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ایک تین رکنی وفد بھجوانے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میرے نزدیک یہ قرین مصلحت قرار پایا ہے کہ تین دانشمند اور اولوالعزم آدمی اپنی جماعت میں سے نصیبین میں بھیجے جائیں۔ سو ان کی آمد و رفت کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ایک ان میں سے مرزا خدا بخش صاحب ہیں (-) اور ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرزا صاحب موصوف کا تمام سفر خرچ ایک مخلص باہمت نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر دو اور آدمی ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ہم سفر ہوں گے۔ ان کے سفر خرچ کا بندوبست قابل انتظام ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 164) وفد کے باقی دو بزرگ ممبران یہ تھے۔

حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی۔

حضرت مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہی۔

مرزا خدا بخش صاحب کا سفر خرچ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنے ذمہ لیا اور باقی دو ارکان کے اخراجات حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے پیش کر دیئے۔ خود حضور نے اسی اشتہار کے حاشیہ میں تحریر فرمایا۔

''ایک ہمارے مخلص نے جن کا نام عبد العزیز ہے جو او جلہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں اور اس ضلع کے پٹواری ہیں جن کا نام پہلے میں لکھ چکا ہوں اپنے جوش اخلاص سے نصیبین کے سفر کے لئے ایک آدمی کے جانے کا آدھا خرچ اپنے پاس سے دیا ہے۔ عالی ہمتی اس کو کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دنیوی معاش کے ساتھ اس قدر خدمت دینی کو شجاعت ایمانی سے بجا لائے ہیں اور ایسا ہی میاں خیر الدین کشمیری سیکھواں نے اس سفر کے لئے اپنی حیثیت سے زیادہ ہمت کر کے دس روپیہ دیئے ہیں۔

حضور کی سکیم یہ تھی کہ یہ وفد آثار قدیمہ کی تحقیقات کے ساتھ ساتھ پیغام صداقت بھی پہنچائے۔ فونوگراف کی ایجاد ان دنوں نئی نئی ملک میں یورپ سے پہنچی تھی۔ آپ چار گھنٹہ کا ایک عربی خطاب بھی اس میں ریکارڈ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تا بلاد عربیہ حضور کی زبان مبارک سے حق کی منادی سن لیں مگر افسوس بعض وجوہ کی بناء پر یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

11۔ اشتہار چندہ منارۃ المسیح

حضرت مسیح موعود نے اشتہار 28 مئی 1900ء مشمولہ ضمیمہ خطبہ الہامیہ میں مخلصین جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''یہ اشتہار منارہ کے لئے لکھا گیا ہے مگر یاد رہے کہ (بیت) کی بعض جگہ کی عمارات بھی ابھی نا درست ہیں اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ جو کچھ منارۃ المسیح کے مصارف میں سے بچے گا وہ (بیت) کی دوسری عمارت پر لگا دیا جائے گا۔ اس منارہ میں ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کہ مناسب ہو ایک گول کمرہ کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لئے کام آئے گا کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 296-297)

ایک ماہ بعد حضور نے یکم جولائی 1900ء کو اس ضمن میں دوسرا اشتہار شائع فرمایا:۔

جس کے شروع میں بتایا کہ:۔

''اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آجائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پا لیتا ہے۔ نظیر کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ان دنوں میں میری جماعت میں سے دو ایسے مخلص آدمیوں نے اس کام کے لئے چندہ دیا ہے جو باقی دوستوں کے لئے درحقیقت جائے رشک ہیں۔ ایک ان میں سے منشی عبد العزیز نام ضلع گورداسپور میں پٹواری ہیں جنہوں نے باوجود اپنی کم سرمایگی کے ایک سو روپیہ اس کام کے لئے چندہ دیا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سو روپیہ کئی سال کا ان کا اندوختہ ہوگا۔ اور زیادہ قابل تعریف اس سے بھی ہیں کہ ابھی وہ ایک اور کام میں سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اپنے عیال کی بھی چنداں پرواہ نہ رکھ کر یہ چندہ پیش کر دیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھلائی ہے۔ میاں شادی خان لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اس کام کے لئے دو سو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے۔ اور یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شائد تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ انہوں

نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ’’چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کرلیں۔ اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اشتہار کے آخری حصہ میں اعلان فرمایا کہ جو مخلصین اس بابرکت تحریک کے لئے کم از کم سو روپے دیں گے ان کے نام کتبہ منار پر آئندہ نسلوں کے لئے بطور یادگار کندہ کئے جائیں گے ازاں بعد حضور نے 101 ایسے ایثار پیشہ بزرگوں کی فہرست دی جنہوں نے اپنے مقدس آقا کے ارشاد کی تعمیل میں والہانہ شان کے ساتھ سوسو روپے پیش کردیا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 314 تا 324)

حضرت مصلح موعود کا بیان ہے کہ:۔

مجھے منارۃ المسیح کی تعمیر کے وقت کی یہ بات یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود شہ نشین پر بیٹھے تھے اور میر حامد شاہ صاحب کے والد میر حکیم حسام الدین صاحب سامنے بیٹھے تھے۔ منارہ بنانے کی تجویز ہورہی تھی۔ 8,7 ہزار جو جمع ہوا تھا وہ بنیادوں میں ہی صرف ہوگیا۔ حضرت مسیح موعود اس فکر میں تھے کہ اب کیا ہوگا۔ حکیم حسام الدین صاحب زور دے رہے تھے کہ حضور یہ بھی خرچ ہوگا وہ بھی ہوگا اور کئی ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ پیش کررہے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی باتیں سن کر فرمایا حکیم صاحب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ منارہ کی تعمیر کو ملتوی کردیا جائے چنانچہ ملتوی کردیا گیا‘‘۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1945ء ص 157,156)

حضرت مسیح موعود کی وفات کے چھ سال بعد اولوالعزم خلیفہ موعود سیدنا محمود نے اپنے عہد خلافت کے پہلے ہی سال 27 نومبر 1914ء کو اس کی تعمیر کا کام دوبارہ شروع کرادیا۔ تعمیر کے نگران حضرت قاضی عبدالرحیم بھٹی مقرر ہوئے۔ سنگ مرمر اجمیر شریف سے مہیا کیا گیا۔ یہ مینار جو فن تعمیر کا جنوبی ایشیا میں ایک مثالی نمونہ ہے دسمبر 1915ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ (مزید تفصیل مع 211 مخلص چندہ دہندگان کے اسماء تاریخ احمدیت جلد 2 جدید ایڈیشن ص 114 تا 125 میں شائع ہوچکی ہے)۔

12۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے جاری کرنے کی تحریک

حضرت مسیح موعود نے 15 جنوری 1901ء کو اشتہار دیا کہ:۔

’’یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی کا تھا کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دین (-) کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی روح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوئیں اور ہورہی ہیں۔ ان تسلی بخش براہین اور مؤثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ درد دل اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی۔ مگر چونکہ خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائیدار گھر سے گزر جائیں۔ ہمارے تمام مقاصد پورے کردے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ اس لئے اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے ایک تدبیر پیدا ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آج چند ایک احباب نے اپنے مخلصانہ مشورہ سے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ایک رسالہ (میگزین) بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے جس میں مقصود بالذات ان مضامین کا شائع کرنا ہوگا۔ جو تائید (دین) میں میرے ہاتھ سے نکلے ہوں اور جائز ہوگا کہ اور صاحبوں کے مذہبی یا قومی مضامین بھی بشرطیکہ ہم ان کو پسند کرلیں اس رسالہ میں شائع ہوں۔ اس رسالہ کی اشاعت کے لئے سب سے زیادہ دو امر قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ اس رسالہ کا نظم و نسق کس کے ہاتھ میں ہو۔ اور دوسرا یہ کہ اس کے مستقل سرمایہ کی کیا تجویز ہو۔ سو امر اول کے متعلق ہم نے یہ پسند کیا کہ اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر مقرر ہوں۔ اور ان ہر دو صاحبان نے اس خدمت کو قبول کرلیا ہے۔ امر دوم سرمایہ ہے۔ سو اس کے متعلق بالفعل کسی قسم کی رائے زنی نہیں ہوسکتی۔ اور یہی ایک بڑا بھاری امر ہے جو سوچنے کے لائق ہے۔ اس لئے قرین مصلحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس دوستوں کی منعقد کرکے اس کے متعلق بحث کی جائے اور جو طریق بہتر اور اولیٰ معلوم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ مگر یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ مجھے اس سرمایہ کے انتظام میں کچھ دخل نہیں ہوگا۔ ...... اور یہ یاد رکھیں کہ یہ چندہ صرف تجارتی طور پر ہوگا۔ اور ہر ایک چندہ دینے والا بقدر اپنے روپیہ کے اپنا حق اس تجارت میں قائم کرے گا۔ اور اس کے ہر ایک پہلو پر بحث جلسہ کے وقت میں ہوگی۔ یہ خیراتی چندہ نہیں ہے۔ ایک طور کی تجارت ہے جس میں شراکت صرف دینی تائید تک ہے۔ اس سے زیادہ کوئی امر نہیں ہے۔ والسلام۔ اس امر کے متعلق خط و کتابت خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے کی جائے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 393 تا 395)

اس تجویز کی روشنی میں ’’رسالہ ریویو آف ریلیجنز‘‘ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں جاری ہوا جس نے ہندوستان سے یورپ و امریکہ تک کی مذہبی دنیا میں زبردست زلزلہ بپا کردیا (انگریزی ایڈیشن 25 جنوری 1902ء کو شائع ہوا تھا۔ اور اردو میگزین مارچ 1902ء سے منظر عام پر آیا)

13۔ لنگرخانہ کے انتظام کے لئے خصوصی تحریک

5 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعود نے اشتہار شائع فرمایا کہ:۔

’’چونکہ کثرت مہمانوں اور حق کے طالبوں کی وجہ سے ہمارے لنگرخانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور کل میں نے جب لنگرخانہ کی تمام شاخوں پر غور کرکے اور جو کچھ مہمانوں کی خوراک اور مکان اور چراغ اور چارپائیاں اور برتن اور فرش اور مرمت مکانات اور ضروری ملازموں اور سقا اور دھوبی اور بھنگی اور خطوط وغیرہ ضروریات کی نسبت مصارف پیش آتے رہتے ہیں۔ ان سب کو جمع کرکے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ان دنوں میں آٹھ سو روپیہ اوسط ماہواری خرچ ہوتا ہے۔

’’اس پرتشویش وقت میں کہ جبکہ آمدن مستقل طور پر ساٹھ روپیہ ماہواری بھی نہیں اور خرچ آٹھ سو روپیہ ماہواری سے کم نہیں۔ کوئی انتظام تو کلاً علی اللہ ضروری ہے۔ ...... میں نے سخت گھبراہٹ کے وقت میں بلحاظ ہمدردی اس جماعت کی جس کو میں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، اس انتظام کو اپنا فرض سمجھا اور نیز اس خیال سے بھی کہ عمر کا اعتبار نہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ غرباء اور ضعفاء کی ایک جماعت میرے ساتھ رہے جو میری باتوں کو سنے اور سمجھے ...... اگرچہ ہمارے سلسلہ کے ساتھ اور مصارف بھی لگے ہوئے ہیں لیکن میں سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق سب سے زیادہ اس فکر میں رہتا ہوں کہ ایک گروہ حق کے طالبوں کا ہمیشہ میرے پاس رہے‘‘۔

ازاں بعد تحریر فرمایا:۔

’’یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ میرا انہی سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں ......۔ سو ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کرے کہ اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 466 تا 469)

14۔ الدار کی توسیع کے لئے تحریک

حضرت مسیح موعود نے 5؍اکتوبر 1902ء کو مشہور کتاب کشتی نوح شائع فرمائی جس میں اپنی مقدس تعلیم پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی اور آخر میں ’’الدار‘‘ میں توسیع کا حسب ذیل اشتہار دیا۔

’’چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں۔ سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چاردیوار کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہوگئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جز ہوسکتی ہے دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کرکے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہئے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔

15۔ رسالہ ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ کے دس ہزار خریدار

حضرت مسیح موعود کے قلم مبارک سے حسب ذیل ارشاد مبارک بطور ضمیمہ ریویو اردو بابت ماہ ستمبر 1903ء اشاعت پذیر ہوا۔

’’چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خداتعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو (دین حق) کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض مذکورہ بالا جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے، پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے۔ جس کا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شرع ہوگیا ہے بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہوچکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لئے مستقل سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔

خدا کے فرستادہ نے آخر میں نہایت درد بھرے الفاظ میں مخلصین جماعت کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہوجائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔

سوا اے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خداتعالیٰ

آپ تمہارے دلوں میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

(رسالہ "ریویو آف ریلیجنز اردو ستمبر 1903ء ضمیمہ)

حضرت اقدس کی اس تحریک پر ہمارے بعض احباب نے اصل مسودہ کو ہی پڑھ کر تعمیل حکم میں بڑی سرگرمی دکھلائی۔ چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب نے اسی وقت دس دس رسالے اپنے خرچ پر بھجوانے منظور کئے اور ایسا ہی بہت سارے دوسرے احباب نے خود خریداری میگزین منظور کی اور بعض احباب نے آٹھ آٹھ دس دس رسالے اپنے احباب کے نام بھجوا کر ان کو خریدار بنایا۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے پندرہ انگریزی رسالوں کی قیمت پیش کر کے اخلاص کا عمدہ نمونہ قائم کیا۔ ضمیمہ "رسالہ ریویو آف ریلیجنز" (اردو) میں ان بزرگوں کا ذکر حضرت اقدس کے ارشاد مبارک کے بعد کیا گیا۔ علاوہ ازیں اسی پرچہ کے سرورق ص 2 پر بھی خدا کے موعود مسیح کی اس آسمانی آواز پر لبیک کہنے والے دیگر مخلصین کا بھی ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"حضرت اقدس کی اس تحریک کا علم ہونے پر بعض دوستوں نے دس دس رسالے اپنے خرچ پر باہر بھجوائے ہیں جیسے خواجہ کمال الدین صاحب، حکیم فضل الدین صاحب، حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سب سے اول جماعت پشاور نے اور پھر ڈاکٹر محمد شریف صاحب نے قلات سے بلا کسی قسم کی تحریک کے ایک ایک رسالہ اپنے خرچ پر ولایت بھجوایا تھا اور اس کے بعد جماعت امرتسر و شملہ نے اور شیخ نیاز احمد و جان محمد اور شیخ نور احمد پلیڈر نے اور سید عبدالرحمٰن صاحب نے اور بعض دیگر احباب نے ان کی پیروی کی۔......اور نواب مہدی حسن صاحب نے بیس روپیہ قیمت رسالہ دینی منظور کی۔......اور اس کے بعد ہمارے مکرم دوست منشی نواب خاں صاحب تحصیلدار قبل علم حضرت اقدس کے اس ارشاد کے صرف مینیجر کی چٹھی پر بارہ انگریزی رسالوں کے باہر بھیجنے کے لئے روپیہ دیا ہے اور میر مردان علی صاحب نے چار انگریزی رسالوں کے لئے اور ایسا ہی جماعت سیالکوٹ نے گیارہ انگریزی اور ایک اردو رسالہ اپنے خرچ پر باہر بھجوائے ہیں"۔

16۔ مدرسہ قادیان کے لئے ماہانہ چندہ

حضرت مسیح موعود نے 16 اکتوبر 1903ء کو قادیان کے مڈل سکول کی اعانت کے لئے باقاعدہ ماہانہ چندہ کی تحریک کے لئے ایک اشتہار دیا جس میں تحریر فرمایا کہ:۔

علاوہ لنگرخانہ اور میگزین کے جو انگریزی اور اردو میں نکلتا ہے جس کے لئے اکثر دوستوں نے سرگرمی ظاہر کی ہے ایک مدرسہ بھی قادیان میں کھولا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ نوعمر بچے ایک طرف تو تعلیم پاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح پر بہت آسانی سے ایک جماعت تیار ہو جاتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان کے ماں باپ بھی اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن ان دنوں میں ہمارا یہ مدرسہ بڑی مشکلات میں پڑا ہوا ہے اور باوجودیکہ محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے پاس سے اسی روپیہ ماہوار دے کر اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں مگر پھر بھی استادوں کی تنخواہیں ماہ بہ ماہ ادا نہیں ہو سکتیں۔ صدہا روپیہ قرضہ سر پر رہتا ہے۔ علاوہ اس کے مدرسہ کے متعلق کئی عمارتیں ضروری ہیں جو اب تک تیار نہیں ہو سکیں۔ یہ غم علاوہ اور غموں کے میری جان کو کھا رہا ہے۔ اس کی بابت میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں۔ آخر یہ تدبیر میرے خیال میں آئی کہ میں اس وقت اپنی جماعت کے مخلصوں کو بڑے زور کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ وہ اگر اس بات پر قادر ہوں کہ پوری توجہ سے اس مدرسہ کے لئے بھی کوئی ماہانہ چندہ مقرر کریں تو چاہئے کہ ہر ایک ان میں سے ایک مستحکم عہد کے ساتھ کچھ نہ کچھ مقرر کرے جس کے لئے وہ ہرگز تخلف نہ کرے مگر کسی مجبوری سے جو قضاء وقدر سے واقع ہو۔

اور جو صاحب ایسا نہ کر سکیں ان کے لئے بالضرورت یہ تجویز سوچی گئی ہے کہ جو کچھ وہ لنگرخانہ کے لئے بھیجتے ہیں اس کا چہارم حصہ براہ راست مدرسہ کے لئے نواب صاحب موصوف کے نام بھیج دیں۔ لنگرخانہ میں شامل کر کے ہرگز نہ بھیجیں بلکہ علیحدہ منی آرڈر کرا کر بھیجیں۔ اگرچہ لنگرخانہ کا فکر ہر روز مجھے کرنا پڑتا ہے اور اس کا غم براہ راست میری طرف آتا ہے اور میری اوقات کو مشوش کرتا ہے لیکن یہ غم بھی مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس لئے میں لکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کے جوانمرد لوگ جن سے میں ہر طرح امید رکھتا ہوں وہ میری التماس کو ردی کی طرح نہ پھینک دیں اور پوری توجہ سے اس پر کاربند ہوں۔ میں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ میں نے خوب سوچا ہے اور بار بار مطالعہ کیا ہے۔ میری دانست میں اگر یہ مدرسہ قادیان کا قائم رہ جائے تو بڑی برکات کا موجب ہوگا اور اس کے ذریعہ سے ایک فوج نئے تعلیم یافتوں کی ہماری طرف آ سکتی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر طالب علم نہ دین کے لئے بلکہ دنیا کے لئے پڑھتے ہیں اور ان کے والدین کے خیالات بھی اس حد تک محدود ہوتے ہیں مگر پھر بھی ہر روز کی صحبت میں ضرور اثر ہوتا ہے۔ اگر بیس طالب علموں میں سے ایک بھی ایسا نکلے جس کی طبیعت دینی امور کی طرف راغب ہو جائے اور وہ ہمارے سلسلہ اور ہماری تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تب بھی میں خیال کروں گا کہ ہم نے اس مدرسہ کی بنیاد سے اپنے مقصد کو پا لیا۔ آخر میں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مدرسہ ہمیشہ اس سقم اور ضعف کی حالت میں نہیں رہے گا بلکہ یقین ہے کہ پڑھنے والوں کی فیس سے بہت سی مدد مل جائے گی یا وہ کافی ہو جائے گی۔ پس اس وقت ضروری نہیں ہوگا کہ لنگرخانہ کی ضروری رقوم کاٹ کر مدرسہ کو دی جائیں سو اس وسعت کے حاصل ہونے کے وقت ہماری یہ ہدایت منسوخ ہو جائے گی اور لنگرخانہ جو وہ بھی درحقیقت ایک مدرسہ ہے اپنے چہارم حصہ کی رقم کو پھر واپس پا لے گا۔ اور یہ مشکل طریق جس میں لنگرخانہ کو حرج پہنچے گا محض اس لئے میں نے اختیار کیا کہ بظاہر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر مدد کی ضرورت ہے شائد جدید چندہ میں وہ ضرورت پوری نہ ہو سکے۔ لیکن اگر خدا کے فضل سے پوری ہو جائے تو پھر اس قطع برید کی ضرورت نہیں اور میں نے جو یہ کہا کہ لنگرخانہ بھی ایک مدرسہ ہے یہ اس لئے کہا کہ جو مہمان میرے پاس آتے جاتے ہیں جن کے لئے لنگرخانہ جاری ہے وہ میری تعلیم سنتے رہتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا اور ان کے دلوں کو کھول دے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 505 تا 507)

مدرسہ قادیان کے لئے عید فنڈ

یہاں یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کے اس اشتہار سے قریباً تین برس پیشتر جماعت احمدیہ میں مدرسہ قادیان کے طلباء کے لئے "عید فنڈ" کی ایک نہایت اہم تحریک جاری ہو چکی تھی اور ملک کی جماعتوں میں اس کی گرمجوشی سے پذیرائی بھی ہو رہی تھی۔ "عید فنڈ" کے محرک کون تھے اور اس کا مقصد وحید کیا تھا؟ اس کا جواب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے قلم سے ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ حضرت مولانا نے اخبار الحکم 24 نومبر 1900ء کے صفحہ 2،1 پر تحریر فرمایا کہ:۔

"برادر عزیز مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی سے از بسکہ مجھے دلی الفت ہے انہیں ذرا سا رنج ہو تو مجھے پہاڑ سا محسوس ہوتا ہے۔ میں بہت دنوں سے دیکھتا تھا کہ وہ مدرسہ کے قلت فنڈ کی وجہ سے بہت دردمند ہیں اور رات دن اسی ادھیڑ بن میں غلطاں پیچاں رہتے ہیں کہ کیا تدبیر کریں کسی بہی خواہ قوم کی جیب پر ہاتھ ماریں۔ اس تپش کی تسکین کے لئے آپ نے یہ تدبیر سوچی کہ مرزا خدا بخش صاحب کو کمیٹی کی طرف سے مختلف شہروں میں چندہ اکٹھا کرنے اور سوتوں کو جگانے کے لئے ایک ہفتہ میں روانہ کیا گیا۔ میں برادر ممدوح کے اس فکر اور گدازش کو دیکھتا اور خدا تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھانے کے سوا کوئی چارہ سمجھ میں نہ آتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہو میرے عزیز بھائی ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے ٹیچر امریکن مشن سکول سیالکوٹ پر کہ ان کی ایک تجویز نے ہم دونوں غمخواروں دل فگاروں کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اپنے مکرم دوست میر حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سیالکوٹ کا گرامی نامہ جو اس تجویز کے بارہ میں میری طرف آیا ہے الحکم میں درج کر دوں۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اپنی طرف سے اس پر حواشی چڑھاؤں۔ یہ عملی تجویز اور نہایت مبارک تدبیر اپنے حسن وکمال کی آپ گواہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس تجویز کی ابتداء کرنے والے کو اور پھر اسے معاً قبول کرنے والوں اور فوراً عملاً کاربند ہو جانے والوں کو برکت دے اور ہر حال میں ان کے ساتھ ہو اور ہماری جماعت کے دلوں میں الہام کرے کہ وہ سب کے سب اس تجویز پر عمل کریں اور یہ عید الفطر اس عمل خیر کی وجہ سے ایک خاص یادگار ہو جائے۔

عاجز عبدالکریم از قادیان 21 نومبر 1900ء"

مخدوم الملت مولانا عبدالکریم صاحب نے اس تمہید کے بعد حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مبارک مکتوب کا مکمل متن درج فرمایا جس کا ایک ضروری اقتباس ذیل میں شامل اشاعت کیا جاتا ہے۔

"ہم اپنے مسیح موعود کے عاطفت میں آئے ہوئے تعلیم الاسلام کی درس گاہ کے اندر تعلیم پانے والے برادران کے بچوں کو کچھ تحفہ بھیج دیں اور اپنے عزیز بچوں کی خوشی کے ساتھ ان کی خوشی بھی ملا لیں۔ پس میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک ایسا شخص جس کا نام سلسلہ مریدین میں ہماری انجمن کے رجسٹر میں درج ہے وہ ایک ایک روپیہ عید کے دن اپنی طرف سے درس گاہ قادیان کے بچوں کی خاطر نکالے اور چونکہ ہماری جماعت عید کی نماز ایک ہی جگہ مل کر ادا کرے گی پس ہر ایک بھائی ایک ایک روپیہ لے کر (بیت الذکر) میں قدم رکھے اور اس رقم کو جمع کر کے بذریعہ منی آرڈر قادیان میں بھیج دیا جاوے اور گزارش کی جائے کہ یہ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کو ہماری طرف سے عید مبارک کی خوشی میں ایک نذر دی گئی ہے اسے قبول کیا جائے۔ ماسٹر صاحب کی اس تجویز کو سب دوستوں نے بہت ہی پسند کیا اور سب نے اس عطیہ پر آمادگی ظاہر کی۔

ہماری عاجز خادمان سیالکوٹ کی جماعت بہت ہی مشکور ہوگی اگر اس تجویز کو ایک عہد اور مؤکد بقسم عہد کے ساتھ ہمارے کل برادران جہاں اور جس شہر میں ہوں اور جن تک یہ اخبار الحکم پہنچتا ہو اس تجویز کو عملدرآمد میں لانے کی کوشش کریں گے۔ ہماری جماعت سیالکوٹ نے تو انشاء اللہ اسی طرح کا پکا عہد باندھ لیا ہے کہ وہ اس عید الفطر کے موقع پر اس تجویز کا عملی نمونہ پیش کر دے گی۔ اور اس شہر سے 50 یا 60 کی رقم حسب تعداد مریدان فی الفور بعد عید دارالامان میں ارسال ہوگی۔ اور آئندہ بشرط زندگی اس عہد کی پابندی کا سال میں دو دفعہ موقعہ حاصل کیا جائے گا اور ہم خدا کی توفیق سے اس اپنی تجویز میں کامیاب ہونے کی امید کرتے ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے باقی سب برادران سلسلہ کو بھی اس کی طرف توفیق دیوے"۔ (الحکم 24 نومبر 1900ء ص 3)

17۔ عالمگیر نظام "الوصیت" کا قیام

مجدد الف آخر و امام وقت سیدنا حضرت مسیح موعود

نے حکم ربانی سے 1891ء کے شروع میں انفاق فی سبیل اللہ کا جو پودا لگایا تھا وہ 24 نومبر 1905ء کو مختلف ارتقائی ادوار میں سے گزرنے کے بعد نظام ''الوصیت'' کی صورت میں ایک عالمگیر تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا۔

اس اجمال کی مختصر تشریح یہ ہے کہ آپ کو خدائے عزوجل نے متواتر خبر دی کہ آپ کا زمانہ وفات قریب ہے اور ساتھ ہی پاک نہاد اور دین کی خاطر قربانیاں دینے والے مخلصین کے لئے ایک بہشتی مقبرہ کی بنیاد کا حکم ملا۔ نیز وحی خفی سے خدا نے آپ کا دل اس طرف مائل کر دیا کہ اس مقبرہ میں وہی لوگ داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔

خدائے ذوالجلال کے اس حکم کی تعلیم میں حضرت اقدس نے اس موعود مقبرہ کے لئے خود اپنی زمین بطور چندہ دے دی اور اس کی آمد وخرچ کے انتظام کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان جیسے مقدس محکمہ (Institution) کی بنیاد رکھی تا ''نظام وصیت'' سے وابستہ مخلصین احمدیت کی مالی قربانیوں سے جمع ہونے والے اموال سے قیامت تک دین حق کی ترقی اور اشاعت علم قرآن وکتب دینیہ اور سلسلہ احمدیہ کے واعظوں کے وسیع انتظامات کئے جاسکیں نیز فرمایا:۔

''اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت (دین) کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہوجائیں گے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت (دین) میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔ اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہوجائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہ فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو احمدیوں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت ترقی دی جائے۔

یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ اموال جمع کیونکر ہوں گے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی اور جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے۔ بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں''۔

(رسالہ ''الوصیت'' روحانی خزائن جلد 20 ص 319)

نظام نو سے بعض اولین اور قدیم وابستگان کا ذکر خاص

مستند دفتری ریکارڈ کی رو سے نظام ''الوصیت'' کی تاریخی تحریک سے وابستگی کا اندرون ملک اولین شرف حضرت بابا حسن محمد صاحب اوجلوی (بیعت 1899ء وفات 20 جولائی 1950ء والد ماجد بانی احمدیہ مشن انڈونیشیا حضرت مولانا رحمت علی صاحب (فاضل) کو حاصل ہوا۔ بیرونی ممالک میں (عہد مسیح موعود کے دوران) بالترتیب مندرجہ ذیل ممالک میں اس نظام کی داغ بیل پڑی۔

آسٹریلیا:

پہلے موصی حضرت حاجی حسن موسیٰ خاں صاحب (تاریخ بیعت 3/اکتوبر 1903ء تاریخ وصیت 13 مارچ 1906ء تاریخ وفات 18/اگست 1945ء بعمر 82 سال مدفن آسٹریلیا)

افغانستان:

محترمہ نعمت بی بی صاحبہ بنت سید احمد صاحب، زوجہ صاحب نور ولد حضرت سید احمد نور کابلی صاحب۔ (تاریخ وصیت 5 جولائی 1906ء)

محترمہ خیال بی بی صاحبہ والدہ حضرت سید احمد نور کابلی صاحب (تاریخ وصیت 5 جولائی 1906ء)

حجاز مقدس:

حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب جدہ (وصیت 6/اپریل 1908ء)

خلافت ثانیہ کے عہد میں بتفصیل ذیل 1925ء میں مشرقی افریقہ میں 19 فروری 1939ء میں انگلستان اور 1942ء میں شام میں اس آسمانی تحریک کی بنیاد پڑی۔

مشرقی افریقہ:

محترمہ نواب بیگم صاحبہ زوجہ ڈاکٹر محمد علی خاں صاحب ساکن شیخوپور ضلع گجرات مقیم ممباسہ (تاریخ وصیت 22/اکتوبر 1925ء)

انگلستان:

انگریزی بھائی عبداللہ آرسکاٹ صاحب (بیعت 1934ء بذریعہ مرزا برکت علی صاحب آف ابادان امیر جماعت احمدیہ عراق۔ تاریخ وصیت 19 فروری 1939ء وفات 1958ء بمقام اربیل)

شام فلسطین:

السید منیر الحصنی صاحب ولد السید نورالدین الحصنی الحسینی دمشق (تاریخ بیعت 1927ء تاریخ وصیت 4 نومبر 1942ء تاریخ وفات 9/اپریل 1988ء)

خضر بن شیخ علی الغرق (ولادت 1904ء بمقام حیفا۔ بیعت 1929ء بدست مصلح موعود۔ تاریخ وصیت 25 جون 1964ء) ناصر بن عبدالقادر عودہ (اصل وطن کبابیر مہاجر دمشق) پیدائشی احمدی تاریخ وصیت 24 جون 1964ء) نظمیہ بنت الحاج نور الدین (دمشق بیعت 1933ء تاریخ وصیت 26 جون 1964ء) عزیزہ بنت خضر محمود اہلیہ السید منیر الحصنی دمشق۔ تاریخ بیعت 1961ء تاریخ وصیت 26 جون 1964ء عمر بوقت وصیت 43 سال ولادت 1921ء موضع بسین لاز قیہ شام۔

خدا کے فضل سے اب یہ تحریک ''الوصیت'' عالمی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور پوری دنیائے احمدیت میں ترقی کی منازل طے کر رہی ہے اور اس کی برق رفتاری کو دیکھ کر اپنے ہی نہیں بیگانے بھی دنگ ہیں اور بلا مبالغہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ نظام الوصیت پر کبھی سورج غروب نہیں ہونا نہ ہوسکتا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

جماعت احمدیہ کے نامور اہل قلم محترم گیانی عباداللہ صاحب مرحوم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مدیر ''ریاست'' دہلی سردار دیوان سنگھ مفتون نے آپ کی بلند پایہ شخصیت کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ''سکھ لٹریچر پر اتھارٹی ہیں''

(''ناقابل فراموش'' ص 622 مؤلفہ جناب سردار دیوان سنگھ مفتون ناشر مکتب شعروادب سمن آباد اشاعت 1957ء)

گیانی عباداللہ صاحب مرحوم نے ایک بار یہ ایمان افروز واقعہ سنایا کہ قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد غالباً 1960ء یا 1961ء میں قادیان کے نزدیک (شائد) بوہڑی صاحب میں سکھوں کا ایک بھاری اجتماع ہوا جس میں نیشنل کالج امرتسر کے ایک سکھ گریجوایٹ نے سیدنا وامامنا ومرشدنا حضرت اقدس مسیح موعود کی شان مبارک میں سخت بے ادبی بلکہ گستاخی کا مظاہر کیا جس پر مجمع ہی میں سے ایک سنجیدہ اور تعلیم یافتہ بوڑھے سکھ گیانی کھڑے ہوگئے اور اس بدتہذیبی اور ہرزہ سرائی کا سخت نوٹس لیا اور شدید مذمت کی اور اسے حضرت بابا گورونانک اور گرنتھ صاحب کی تعلیم کے سراسر خلاف قرار دینے کے بعد پوری بلند آہنگی سے کہا کہ اگرچہ میں سکھ مذہب کا ایک ادنیٰ سیوک ہوں مگر میرے دل میں اپنے گروؤں کی نسبت مرزا صاحب کی عقیدت واحترام بہت زیادہ ہے وجہ یہ کہ ہمارے گورو نانک صاحب، گورو انگد صاحب، گورو امرداس صاحب، گورو رامداس صاحب، گورو ارجن صاحب، گورو ہرگوبند صاحب، گورو ہررائے صاحب، سری ہرکرشن صاحب، گورو تیغ بہادر جی اور گورو گوبند سنگھ صاحب غرضیکہ سب بڑے مہاپرش تھے مگر ان کی سب سے بڑی شکتی یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی میں دور دور کے زندوں کو اپنے پاس کھینچ کے لے آتے تھے مگر مرزا صاحب کی قبر کو یہ قوت وعظمت حاصل ہے کہ اس کی جذب وکشش سے امریکہ، یورپ اور افریقہ تک کے مردے بہشتی مقبرہ قادیان میں پہنچ رہے ہیں اور یہ سلسلہ روز افزوں ترقی پر ہے۔

معمر گیانی صاحب کے اس بیان سے پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا اور کسی شخص کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔

(الفضل 7 جنوری 2002ء)

خواجہ عبدالمومن صاحب سیکرٹری وصایا ناروے

قطعہ موصیان

جماعت احمدیہ ناروے

1988ء میں مکرم زرتشت منیر احمد خاں امیر جماعت احمدیہ ناروے کے دور امارت میں اوسلو شہر میں Foroset کے علاقہ میں اوسلو کمیون کی طرف سے Alfast قبرستان کے ایک خالی حصہ میں 1,500mal رقبہ پر مشتمل جگہ جماعت احمدیہ کو قبرستان کے لیے دی گئی۔ یہ جگہ ایک تاریخی قبرستان کے ساتھ ہے جہاں ان جرمن سپاہیوں کی قبریں ہیں جو جنگ عظیم دوم میں کام آئے۔

1998ء میں اس کے ایک حصہ میں مقبرہ موصیان کے لیے جگہ منظور کرائی گئی اس جگہ کے حصول کے لیے ہمارے نارویجن احمدی مکرم نور احمد بولستاد صاحب نے خصوصی کوشش کی۔ مقبرہ موصیان میں پانچ موصیان مدفون ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

1۔ مکرم رفیق احمد فوزی صاحب وصیت نمبر 23136 تاریخ وفات 29/اکتوبر 1999ء

2۔ مکرم مرزا محمد یعقوب صاحب وصیت نمبر 16180 تاریخ وفات 28 جون 2003ء

3۔ مکرم عبدالرحمٰن حامد صاحب وصیت نمبر 16879 تاریخ وفات 2 جون 2003ء

4۔ محترمہ مقبول بیگم صاحبہ وصیت نمبر 24662 تاریخ وفات 28/اگست 2001ء

5۔ محترمہ سلطانہ اختر رشید صاحبہ وصیت نمبر 23954 تاریخ وفات 13/اپریل 2004ء

(بدر قادیان 18 جنوری 2005ء)

قطعہ موصیان انڈونیشیا

انڈونیشیا میں 1996ء سے قطعہ موصیان قائم ہے۔ اس کی وسعت 2014 مربع میٹر ہے اور اکتوبر 2004ء تک اس میں 149 افراد دفن ہوچکے تھے۔

(بدر قادیان۔ 21 دسمبر 2004ء)

مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب

مقبرہ موصیان غانا

مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر ومشنری انچارج غانا لکھتے ہیں کہ:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اجازت سے 2004ء میں غانا میں مقبرہ موصیان کا قیام عمل میں آیا۔ اس غرض سے جماعت کے ایک مخلص اور مخیّر دوست مکرم الحاج ابراہیم آدم بونسو صاحب نے اکرا (Accra) سے 25 کلومیٹر کے فاصلہ پر Kasoa کے مقام پر 1.83 ایکڑ رقبہ زمین عطیہ کے طور پر دیا۔ ابھی تک یہاں کسی موصی کی تدفین عمل میں نہیں آئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ غانا کے دوران اس جگہ کا بھی معائنہ فرمایا اور فرمایا کہ عام طور پر مشاہدہ میں یہی بات آئی ہے کہ جو لوگ وصیت کرتے ہیں ان کی عمریں خدا کے فضل سے لمبی ہوتی ہیں۔

اس وقت (جولائی 2005ء) غانا میں موصیان کی تعداد 37 ہے اور 23 درخواستیں زیر کارروائی ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 29 جولائی 2005ء)

حضرت مصلح موعود کے دو تاریخی پیغام ۔ 1955، 1956

امریکہ اور انڈونیشیا میں نظام وصیت کے نفاذ کی پر زور تحریک

اہل امریکہ کے نام

حضرت مصلح موعود نے 1955ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے احمدیوں کے نام انگریزی میں ایک اہم پیغام ارسال فرمایا جس میں حضور نے نظام وصیت کے عظیم الشان مقصد پر روشنی ڈالی اور اسے امریکہ میں بھی جاری کرنے کی پرزور تحریک فرمائی۔ اس پیغام کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

میرے عزیز امریکن بھائیو!

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے دو سال قبل وصیت کے طور پر ضروری ہدایات اس دستاویز کی شکل میں شائع فرمادی تھیں جو "الوصیت" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دستاویز بہت اہم ہے ہر احمدی کو چاہئے کہ وہ اس کا ضرور مطالعہ کرے میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب نے اس کا انگریزی ترجمہ بغور مطالعہ کر لیا ہوگا۔ اگر اس کا انگریزی ترجمہ آپ لوگوں کو بآسانی دستیاب نہ ہوسکتا ہو تو میں برادرم خلیل احمد صاحب ناصر کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے "الوصیت" کا جلد از جلد ترجمہ کر کے آپ سب میں اسے تقسیم کرادیں۔

مجھے یقین ہے کہ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ میں سے ہر ایک میں یہ شدید خواہش پیدا ہوگی کہ وہ بھی اس عظیم الشان تحریک میں جو اس میں بیان کی گئی ہے اور جو (دین) اور احمدیت کی ترقی کے لئے نہایت درجہ اہمیت کی حامل ہے شامل ہونے کی سعادت حاصل کرے۔

اس دستاویز کا مطالعہ کرنے پر آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو سکیم بیان کی گئی ہے۔ اس کے مطابق جماعت کے ہر اس فرد سے جو اس میں حصہ لینا چاہتا ہے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی جائیداد کے دسویں حصہ یا جائیداد کی قیمت کے دسویں حصہ کے برابر نقد رقم بحق صدر انجمن وصیت کرے یا اگر اس کی کوئی قابل ذکر جائیداد نہ ہو تو وہ اپنی زندگی میں اپنی ہفتہ وار یا ماہوار آمد کا دسواں حصہ اشاعت (دین) اور انسانی فلاح و بہبود کی خاطر صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہے یہ ضروری ہے کہ اس تحریر میں جو جائیداد کی وصیت کے طور پر لکھی جائے یا جس کے ذریعہ چندہ وصیت کی ادائیگی کا وعدہ کیا جائے۔ یہ امر بالصراحت مذکور ہو کہ جائیداد کی وصیت یا چندہ وصیت کی ادائیگی ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر قسم کی شرائط اور پابندیوں سے آزاد ہوگی اور موصی یا اس کے وارث یا اس کے مقرر کردہ منصرم وصیت کردہ جائیداد یا آمدنی کے مصرف یا خرچ پر کوئی اعتراض نہ کرسکیں گے۔ صدر انجمن احمدیہ یا کوئی اور بااختیار ادارہ جو اس سلسلہ میں قائم کیا جائے اس تحریک کے اغراض و مقاصد کے تحت جائیداد یا وصول شدہ چندہ جات کو خرچ کرنے کا پوری طرح مجاز ہوگا۔

یہ تمام و کمال اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس دستاویز کا عظیم الشان مقصد اور اس کی اغراض آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیں گی تاہم میں برادرم خلیل احمد صاحب ناصر کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اس بات کا انتظام کریں کہ آپ کے مختلف مراکز میں سلسلہ کے نمائندے "الوصیت" کا مقصد اور اس کی اغراض تفصیل کے ساتھ آپ لوگوں کو سمجھادیں۔ "الوصیت" کے منشاء کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جماعت احمدیہ جتنی جلدی ممکن ہوسکا کسی مرکزی علاقے میں ایک موزوں قطعہ زمین خریدنے کا انتظام کرے گی۔ یہ قطعہ زمین قبرستان کے طور پر ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوگا جو "الوصیت" میں بیان کردہ شرائط اور ان قواعد کے مطابق جو امام جماعت احمدیہ اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی طرف سے نافذ ہوں۔ وصیت کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ریاست **ہائے متحدہ میں ایک دفعہ جاری ہونے کے بعد یہ سکیم انشاء اللہ تقویت حاصل کرے گی۔ اور رفتہ رفتہ تمہارے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہم وطن اس میں شامل ہوجائیں گے اور اس طرح ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا جو اپنی مساعی اور آمدنیوں اور جائیدادوں کا ایک معقول حصہ "الوصیت" کے اغراض و مقاصد کے لئے وقف کریں گے۔**

جوں جوں ایسے مخلص اور فدائی احمدیوں کی تعداد بڑھے گی۔ اس امر کی ضرورت محسوس ہوگی کہ ملک کے مختلف حصوں میں ایسے ہی قبرستان قائم کئے جائیں۔ چنانچہ حسب ضرورت مختلف اوقات میں ایسے قبرستانوں کا قیام عمل میں آتا رہے گا۔

ایسی وصیت کردہ جائیداد سے اس کی فروخت یا چندہ جات سے جو آمدنی ہو اس کو حسب ذیل طریق پر خرچ کیا جائے۔

(الف) اس آمدنی کا نصف حصہ مرکزی اداروں کو چلانے اور دنیا بھر میں اشاعت (دین) کا کام کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو ارسال کیا جائے گا اس میں امریکہ بھی شامل ہوگا۔ کیونکہ امریکہ میں ابھی لمبے عرصے تک (دین) کے ایسے خادموں کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی جو خاص طور پر مرکز کے تربیت یافتہ ہوں وہ مرکزی ادارے جن کے ذمہ اشاعت (دین) کا کام ہے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں (دعوت الی اللہ) کی غرض سے مذکورہ بالا آمدنی کا جو حصہ مرکز میں ارسال کیا جائے گا اسے امام جماعت احمدیہ کی ان ہدایات کے مطابق جو وقتاً فوقتاً جاری کریں گے ان دونوں اداروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(ب) آمدنی کے باقی نصف حصے میں سے تین چوتھائی رقم ریاست ہائے متحدہ میں (دعوت الی اللہ) پر خرچ کی جائے گی باقی کی چوتھائی رقم ہمارے غریب اور پسماندہ بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہو گی۔ جہاں کہیں بھی ایسے بھائی ہوں گے ان پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ اور اس ضمن میں ان کی تعلیم و تربیت کے انتظام کو مقدم رکھا جائے گا۔ جونہی جماعت کے نمائندوں کی طرف سے مجھے یہ اطلاع ملے گی کہ آپ لوگوں میں سے ایک خاصی تعداد ایسے احباب کی ہے جو "الوصیت" کی بیان کردہ تحریک میں شامل ہونا چاہتے ہیں، میں ایک کمیٹی قائم کرنے کا انتظام کروں گا اس کے قیام کا مقصد یہ ہوگا کہ اس سکیم کے تحت اولین قبرستان کے لئے جگہ منتخب کی جائے اور اس سکیم پر عمل درآمد کے لئے ضروری اور ابتدائی انتظامات کئے جائیں اور اس امر کا اہتمام کیا جائے کہ اس سکیم اور اس کے مقاصد کو موثر طریق پر ہمیشہ کے لئے جاری رکھا جاسکے۔ ہر وہ شخص جو وصیت کرے گا یا اس سکیم کے قواعد کے بموجب کم سے کم شرح کے مطابق چندہ دینے کا وعدہ کرے گا وہ اس شرط پر کہ اس کی وصیت پوری ہوجائے یا حسب قواعد چندہ جات کی ادائیگی عمل میں آجائے۔ دونوں صورتوں میں اس بات کا حقدار ہوگا کہ ایسے قبرستانوں میں سے کسی ایک قبرستان میں دفن کیا جائے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اس غرض کے لئے قائم ہوجائیں گے اور اس صورت میں کہ اس کی موت ہندوستان میں واقع ہو تو وہ قادیان کے قبرستان میں یا اگر پاکستان میں ہو تو ربوہ کے قبرستان میں دفن ہوسکے گا۔ لیکن یہ ضروری ہو گا کہ اس کی نعش ان قبرستانوں میں سے کسی ایک قبرستان تک پہنچانے کے اخراجات اس کے اپنے ترکہ یا جائیداد سے پورے کئے جائیں اور اس کی راہ میں کوئی قانونی یا کوئی اور رکاوٹ حائل نہ ہو۔ وصیت یا چندہ جات کے وعدے کے ضمن میں جو تحریر لکھی جائے گی اس میں یہ صراحت کی جائے گی کہ اس شرط کے پورا نہ ہوسکنے کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ وصیت کو ناجائز یا خلاف قاعدہ قرار دیا جاسکے گا یا اس کے جائز یا قانونی حیثیت پر کوئی حرف آسکے گا یا ادا کردہ چندوں کے بارے میں کسی مطالبہ یا دعویٰ کا جواز پیدا ہوسکے گا۔

صدر انجمن ایسے تمام اشخاص کے نام جنہوں نے اس سکیم میں شامل ہونے کے بعد اس کی تمام شرائط کو پورا کردیا ہوگا۔ قادیان یا ربوہ کے قبرستانوں میں مناسب جگہ پر کندہ کرانے کا انتظام کرے گی۔ نیز ان کے نام ایک ریکارڈ کی شکل میں بھی محفوظ رکھے جائیں گے جن کی نقول بڑے بڑے احمدیہ مراکز میں بھی رکھی جائیں گی۔ تاکہ احمدیوں کی آنے والی نسلوں کو اپنے ان وفات یافتہ بھائیوں کی روحوں کے واسطے دعا کی تحریک ہوتی رہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اموال کو (دین) اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ یہ امر بہت ضروری ہے کہ اس بارے میں پوری احتیاط کی جائے کہ اس تمام سکیم پر عمل درآمد کے وقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے رائج الوقت قوانین کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔ تا اس بناء پر کسی وقت بھی کوئی اعتراض پیدا ہو کر اس سکیم یا اس کے مقاصد کو ناکام نہ بنا سکے۔

جیسا کہ "الوصیت" میں بیان کیا گیا ہے وصیت **کی اس سکیم کے فوائد اور رنگ میں بھی ظاہر ہوں گے۔ اور بالآخر یہ انسانیت کے کمزور طبقوں کو اٹھانے اور انسانی فلاح و بہبود اور خوشحالی کو ترقی دینے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔** کوئی نظام بھی جس کی بنیاد جبر و اکراہ پر ہو اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ الوصیت میں جو سکیم پیش کی گئی ہے خالصۃً طوعی اور رضاکارانہ ہے اور خدمت (دین) کے ایک اجر کا درجہ رکھتی ہے اس لحاظ سے جو اخلاقی اور روحانی فوائد اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہوں گے تمام دوسرے نظام ان سے محروم ہیں۔

رفتہ رفتہ ایک ملک کے بعد دوسرا ملک اس تحریک کو اپنانے کے لئے آگے آتا رہے گا اور اس طرح ان لوگوں کی طرف سے جو اس سکیم کے ذریعہ روحانی، اخلاقی اور مادی فوائد سے متمتع ہوں گے۔ دنیا میں خدا کا نام بلند ہوتا رہے گا۔

اس تحریک پر پاکستان اور ہندوستان میں پہلے سے عمل ہو رہا ہے۔ **میری خواہش ہے اور میں اس کے لئے دعا بھی کرتا ہوں کہ تحریک کو اپنانے والے ممالک میں سے امریکہ تیسرا ملک ثابت ہو۔** اور اس طرح وہ وسیع سے وسیع تر پیمانے پر انسانیت کی فلاح و بہبود اور اس کی ترقی کی بنیادیں استوار کرنے میں حصہ لے آمین۔

برادران! ہم کمزور اور ناتواں ہیں۔ لیکن ہمارا خدا طاقت ور اور ہمہ قوت ہے۔ ہمارے بس میں کچھ نہیں لیکن وہ سب کچھ کرسکتا ہے یقین رکھو کہ اس کی مدد تمہاری طرف دوڑی آرہی ہے۔ بلاشبہ وہ خود تمہارے دروازے پر کھڑا ہے اور اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ پس اٹھو اور اپنے دروازے کھول دو تاکہ وہ اندر آجائے۔ جب وہ تمہارے گھروں میں داخل ہوجائے گا اور تمہارے دلوں میں سما جائے گا تو زندگی تمہارے لئے

منور ہو جائے گی۔ اور دنیا میں تم اسی طرح عزت دیئے جاؤ گے جس طرح آسمانوں میں اس کو عزت اور عظمت حاصل ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

(الفضل 9 فروری 1956ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے یہ خصوصی پیغام چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج امریکہ مشن کو ارسال فرمایا اور اس مبارک تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بذریعہ مکتوب حسب ذیل ہدایات دیں:۔

ایک مضمون ارسال ہے۔ اس کو فوراً شائع کروائیں۔ اور پھر اس کے مطابق جو جو لوگ وصیتیں کریں ان کے نام اور جائیداد کی تفصیل مرکز کو بھجوائیں۔ ایک مقبرہ کمیٹی قائم کریں جو زمین خریدے اور اس مقبرے کو بہت خوبصورت بنایا جائے۔ باغ وغیرہ لگایا جائے۔ میرے مضمون ''نظام نو'' کا انگریزی ترجمہ بھی جلد شائع کیا جائے اس میں تمام تفصیلات اس مضمون کی میں نے بیان کی ہیں۔

وہاں کے لوگوں میں قادیان کی محبت اور قادیان کو واپس لینے کا جذبہ بھی پیدا کریں۔ جن لوگوں کو خدا توفیق دے وہ ایسا انتظام کریں کہ ان کی وفات کے بعد قادیان ان کی نعش لے جائی جاسکے تو اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 ص 112)

اہل انڈونیشیا کے نام

حضرت مصلح موعود نے امریکہ کے بعد اگلے سال 1956ء میں انڈونیشیا کی احمدیہ جماعتوں کو بھی نظام وصیت کی ترویج کی طرف توجہ دلائی جس کے خوشکن اثرات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ جس پر حضور نے 29 جون 1956ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

''حضرت مسیح موعود نے وصیت کا نظام جاری فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت رکھ دی کہ باوجود اس کے کہ انجمن کے کام ایسے ہیں جو دلوں میں جوش پیدا کرنے والے نہیں۔ پھر بھی صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید کے بجٹ سے ہمیشہ بڑھا رہتا ہے۔ کیونکہ وصیت ان کے پاس ہے اس سال کا بجٹ بھی تحریک جدید کے بجٹ سے دو تین لاکھ زیادہ ہے حالانکہ تحریک کے پاس اتنی بڑی جائیداد ہے کہ اگر وہ جرمنی میں ہوتی تو ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ سالانہ ان کی آمد ہوتی مگر اتنی بڑی جائیداد اور بیرونی ممالک میں (دعوت الی اللہ) کرنے کی جوش دلانے والی صورت کے باوجود محض وصیت کے طفیل صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید سے بڑھا رہتا ہے۔ اس لئے اب وصیت کا نظام میں نے امریکہ اور انڈونیشیا میں بھی جاری کر دیا ہے اور وہاں سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ لوگ بڑے شوق سے اس میں حصہ لے رہے ہیں......

میں نے سمجھا کہ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ایک نظام ہے اگر اس نظام کو بیرونی ملکوں میں بھی جاری کر دیا جائے تو وہاں کے (مربیان) کے لئے اور (بیوت الذکر) کی تعمیر کے لئے بہت بڑی سہولت پیدا ہو جائے گی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 10 جولائی 1956ء)

جیسا کہ حضرت مصلح موعود کے مندرجہ بالا پیغام سے عیاں ہے کہ آپ کی دلی تمنا اور خواہش تھی کہ برصغیر پاک و ہند کے بعد نہ صرف امریکہ اور انڈونیشیا بلکہ ساری دنیا کے ممالک میں نظام وصیت کا قیام عمل میں آ جائے سو الحمدللہ حضور نے 1955ء میں جو آواز بلند کی تھی اس کی گونج اب آہستہ آہستہ ساری دنیا میں سنائی دینے لگی ہے چنانچہ وکالت مال ثانی تحریک جدید ربوہ کے ریکارڈ کے مطابق جنوری 1984ء تک برصغیر پاک و ہند سے باہر موصیوں کی تعداد 1597 تک پہنچ چکی ہے۔

منشائے وصیت

خدا گواہ ہے کہ منشاء ہے یہ وصیت کا
بنائے فطرتِ انسان استوار رہے

سوئے حبیب پُر افشاں رہے خیال و نظر
ضمیرِ آدمِ خاکی سدا بہار رہے

نگاہ روکشِ انوارِ صد تجلی ہو
دل ایک آئینۂ حسنِ روئے یار رہے

وہی ہو کعبۂ دلِ جانِ منزلِ مقصود
چمن میں خواہ خزاں آئے یا بہار رہے

نظامِ حسنِ وصیت کا مدعا یہ ہے
کہ زندگی میں خدائی بھی آشکار رہے

فقط طلسم فریبِ حیات ہی نہ رہے
کچھ عافیت کا تصور بھی برقرار رہے

در حبیب پہ جھکتے رہیں غریب و امیر
متاعِ زیست کی بنیاد پائیدار رہے

عبدالسلام اختر

نظام وصیت

پاک روحانی اور اخلاقی تبدیلیوں کا ذریعہ

محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب

اللہ تعالیٰ کے مامور کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شفقت ہے جسے یہ سعادت نصیب ہو جائے اور پھر بیعت کی روح کو سمجھنا اور اس کے مطابق عملی تقاضے پورے کرنا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ بیعت کے تقاضے پورے کرنا درحقیقت بہت بڑی قربانی کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ بیعت کے لفظی معنے اپنے آپ کو مامور یا امام کے ہاتھ میں بیچنا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''بیعت کے معنے ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے تم لوگ جب اپنا بیل دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو۔ تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو۔ تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے''۔

(ملفوظات جلد سوم ص 207)

بیچنا بھی اس حقیقت کے ساتھ کہ اقرار بیعت کے بعد انسان کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں رہتی، اس کی جان، مال، آبرو، اور اہل وعیال پر بیعت کنندہ کا اپنا اختیار کوئی نہیں رہتا اور اگر ان میں سے کوئی امر انسان اپنی مشیت اور مرضی کے تابع رکھنا چاہے تو بیعت کی اصلی اور حقیقی روح پوری نہیں ہوسکتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اگر غور کرے تو اس کی جان مال، عزت اور اہل وعیال وغیرہ سبھی چیزیں خدا تعالیٰ کے عطاء اور خدا تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اور انسان تو محض عارضی عرصہ کے لئے ان کا امین خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھہرایا گیا ہے۔ اور مالک حقیقی جب چاہے یہ سب کچھ واپس بھی لے سکتا ہے۔ لیکن وہی خالق و مالک حقیقی یہ چیزیں خود واپس لینے کی بجائے اگر یہ فرمائے کہ یہ چیزیں میرے نمائندہ اور مامور کے قدموں میں پیش کرو۔ تو یہی امر اصطلاحاً بیعت کہلاتا ہے۔ اور جیسے انسان اپنی متاع خدا تعالیٰ کو واپس کرنے میں کوئی عذر نہیں کرسکتا۔ ایسے ہی خدا تعالیٰ کے مامور اور اس کے نمائندے کو خدائی منشاء کے تحت یہ متاع پیش کرنے میں بھی کوئی تردد یا انقباض نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول کے مبارک جذبات سنہری حروف میں ملاحظہ کریں تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود کو مخاطب کرتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ:

''............ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے حضرت پیرومرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال ودولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا............''

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 ص 36)

حضرت مولانا صاحب کے اس بیمثال جذبہ فدائیت اور عملی نمونہ کو مشاہدہ فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے''۔

(نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 ص 407)

پس بیعت کی حقیقت یہی ٹھہرتی ہے کہ امام ہمام کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر انسان کا تن من دھن سبھی کچھ امام کے تصرّف اور اختیار میں اس طور پر آجاتا ہے کہ بیعت کنندہ کا اپنا کوئی حق اور دعویٰ نہیں رہتا۔ اور کسی چیز کو بیچ دینے کے بعد جس طرح بیچنے والے کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی حقیقت بیعت کی ٹھہرتی ہے۔ اور ہر احمدی جس نے خدا تعالیٰ کی رضا کے تابع اور اس کی خوشنودی کی خاطر اس کے مقرر فرمودہ امام کے ساتھ عہد بیعت باندھا ہے وہ درحقیقت اپنا سب کچھ امام ہمام کے ہاتھ میں بیچ چکا ہے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے مامور اور نمائندہ امام کی مرضی پر موقوف ہے کہ بیعت کنندہ کے جان، مال، آبرو اور دیگر صلاحیتوں میں سے الٰہی منشاء کے تحت کس کو، کب اور کس قدر تصرف میں لانا چاہتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود نے الٰہی منشاء کے تحت 1905ء میں نظام وصیت کا اجراء فرمایا۔ اور مخلص بیعت کنندگان سے اس نظام کے تحت کم از کم دس فیصد کا مطالبہ کیا۔ اور اگرچہ بیعت کنندگان اپنا سب کچھ فروخت کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں سے صرف دس فیصد کو پیش کرنے اور 9/10 کو بیعت کنندگان کے تصرف میں دیکر آپ نے قربانی کے عمل کو آسانی کا رنگ دیا ہے اور یہ ظرف مامور الٰہی کا ہی ہوسکتا ہے کہ ان کے فدائی سب کچھ نذر کرنے کے پابند ہوں۔ اور خدا کا نمائندہ 1/10 کو بھی قربانی تسلیم کر کے 9/10 واپس کر دے۔ کہ اپنی دیگر ضرورتوں اور جذبوں کی تکمیل و تسکین کے لئے حسب تمنا استعمال میں لائیں۔ 1/10 حصہ کو بھی مامور ربانی نے ہر ایک پر لازمی نہیں کیا۔ بلکہ Option کا دروازہ کھلا رکھا۔ کہ بیعت کنندہ کی مرضی ہو۔ تو پیش کرے۔ اور 1/10 کو لازمی نہ ٹھہرا کر بیعت کنندہ کی ثواب اور اجر کی راہوں کو کھلا رکھا ہے کہ اگر حکماً لیا جائے تو بیعت کنندہ مجبور متصور ہوگا۔ اور اگر بیعت کنندہ کی پسند اور تمنا پر قربانی پیش کی جارہی ہو تو اس کے خلوص کا ثبوت اور اجر کا موجب ٹھہرے گی اور قربانی کی اصل روح تو یہی ہوتی ہے کہ انسان کسی دباؤ یا جبر کے بغیر قلبی اطمینان اور انشراح کے ساتھ پیش کرے۔ اور وصیت کے نظام میں اسی فلسفہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا اجراء کیا گیا ہے۔

وصیت کے نظام کو محض مال کی قربانی کے طور پر جاری نہیں فرمایا کیونکہ صرف مال کا حصول ہی اگر پیش نظر ہوتا۔ تو دو چار کروڑ پتی یا ارب پتی افراد کو اللہ تعالیٰ احمدیت میں لا کر بھی مالی تقاضوں کی بآسانی تکمیل کرا سکتا تھا۔ لیکن 1/10 بطور مالی قربانی پیش کرنا درحقیقت ایک ثانوی امر ہے اور اصل روح وصیت ایک بیعت کنندہ کی مالی قربانی نہیں بلکہ وہ نیک اور پاک عملی کردار ہے جو احمدیت کی اصل غرض ہے اور بیعت کی بنیادی روح ہے اس کے بغیر نہ تو وصیت کی روح پوری ہوتی ہے اور نہ ہی شرائط وصیت پوری ہوتی ہیں۔ بلکہ نیک اور پاک کردار وصیت کی بنیادی شرط اور سچی بیعت کی اصل روح ہے۔ یہ روح ہوگی تو 1/10 چھوڑ 10/10 بھی پیش کرنا مشکل نہیں ہوگا اور اگر بیعت کی روح کے منافی کردار یا رویہ ہے۔ تو 1/10 بھی مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے اور ایسی وصایا معیار سے گر سکتی ہیں۔ اور لائق قبولیت نہیں ٹھہرتیں۔ یا انسان کے لئے ان کو نباہنا ممکن نہیں رہتا پس نظام وصیت کے ذریعہ ایسی مخلصین کی جماعت تیار کرنی مقصود ہے جس کے افراد نے اپنے عہد بیعت میں اپنے مال کے علاوہ اپنی جان، آبرو، اپنی تمام تمنائیں اور آرزوئیں بھی اپنے امام کی نذر کر رکھی ہوں۔ کیونکہ مال تو ایسی چیزوں پر قربان کر دیا جاتا ہے اور ان کی تکمیل مقدم سمجھی جاتی ہے پس اولاً ترجیح سچے بیعت کنندہ کی جان، عزت اور خواہشات کو حاصل ہے اور ان کی قربانی کے بعد ہی مال کے 1/10 کی باری آتی ہے اس لئے نظام وصیت میں سیدنا حضرت مسیح موعود نے جو بنیادی شرائط وصیت لازمی قرار دی ہیں ان میں اس شرط کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ کہ وصیت کنندہ ہر پہلو سے مخلص۔ نیک کردار اور اللہ و رسول کا کامل مطیع و فرمانبردار ہو۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:

''پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 ص 317)

پس اس کی راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکنے کے بعد ہی 1/10 والی شرط کی باری آتی ہے کیونکہ اپنی قیمتی جان کے بعد ہی انسان کے مال اور وہ بھی صرف 1/10 کا نمبر آتا ہے۔ جان، آبرو تو بہرحال مقدم ہیں۔

نظام وصیت میں جس قربانی کا مطالبہ ہے۔ اس کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرے میں وصیت کنندہ زندگی بھر قربانی کرتا اور اس کا ثمر اس دنیوی زندگی میں بھی حاصل کرتا ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے۔ تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے''۔

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 ص 308)

پس نظام وصیت کے تقاضے پورے کرنے کی صورت میں اس کے ثمرات اور بابرکت نتائج اسی زندگی کے دائرے میں سچا بیعت کنندہ موصی حاصل کر سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک کاشتکار اپنی محنت اور کاوش سے بوئی ہوئی فصل کو بالآخر کاٹتا اور محنت کا پھل پاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر وصیت کنندہ دنیوی زندگی کے دائرے میں ساتھ ساتھ فیضاب ہوتا رہتا ہے۔

زندگی کے دوسرے دائرے کا تعلق اخروی زندگی سے ہے۔ بظاہر اس دنیوی زندگی سے موصی کا تعلق وقت آنے پر منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی قربانی کا عمل اس کی وفات کے بعد بھی ایک لحاظ سے جاری رہتا ہے۔ کیونکہ وصیت کے لازمی تقاضے کے طور پر موصی نے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اپنی قربانی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہوتا ہے اور وہ اس کی وصیت کے مطابق اس کے ترکہ پر بھی 1/10 حصہ کی قربانی کا دروازہ ہے۔ یہ وصیت کے نظام کی ایک غیر معمولی برکت ہے۔ کہ بندہ تو دنیا سے رخصت ہوگیا۔ لیکن قربانی اور صدقہ جاریہ کا ایک در کھلا ہے اور ترکہ کا

1/10 جب تک حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں کام آتا رہے گا۔ موصی کی قربانی کے ثمرات بعد وفات بھی اس کو ملتے رہیں گے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں، وصیت کنندہ کے لئے ضروری ہوگا کہ:

''یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت (-) اور............احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 ص 319)

پس ترکہ کی ایک معین شرح سے قربانی موصی کی بعد وفات نیکی اور ثواب کو جاری رہنے کی غرض سے وصیت کا لازمی حصہ قرار دے کر سیدنا حضرت مسیح موعود نے وصیت کے دونوں دائرے عمل اور جزاء کے متعین فرما دیئے ہیں۔ اور اس طرح یہ نظام وصیت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں قائم ہوا۔ اور دونوں دائروں میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور جزاء کی روح عیاں ہے۔

ہدایات برائے موصیان وورثاء موصیان

☆ موصی رموصیہ کی وفات کی صورت میں فوراً دفتر وصیت کو اطلاع دی جائے۔ موصی رموصیہ کا نام ولدیت ر زوجیت اور وصیت نمبر سے ضرور مطلع فرمائیں۔ نیز یہ کہ موصی کی وفات کتنے بجے ہوئی اور وفات کا سبب کیا تھا؟

☆ موصی رموصیہ کی میت کو لے کر ربوہ کب پہنچیں گے اور کتنے احباب وخواتین ہمراہ ہوں گے۔؟

☆ اگر فیکس کی سہولت موجود ہو تو محترم صدر صاحب جماعت کی تصدیق کے ساتھ موصی کی آمد کا حساب اور جائیداد کی تفصیل اور حصہ جائیداد کی ادائیگی سے متعلق رپورٹ دفتر وصیت ربوہ کو فیکس کر دی جائے تا کہ جنازہ پہنچنے سے قبل دفتری کارروائی مکمل ہو سکے۔ دفتر وصیت کیلئے فیکس نمبر 047-6212398 (نظارت علیاء) استعمال کریں۔

☆ اگر ورثاء میں سے ایک فرد جنازہ سے پہلے دفتر وصیت پہنچ جائے تو جنازہ پہنچنے سے قبل تدفین کی اجازت حاصل کر لی جائے۔

☆ دفتر وصیت کے فون نمبرز حسب ذیل ہیں۔

موبائل نمبر 0300-8103782 دفتر وصیت 047-6212969 بہشتی مقبرہ 047-6212976

دارالضیافت کے فون نمبرز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ 047-6212479/047-6213938

☆ جو وفات حادثہ سے ہو یا پولیس کارروائی کا امکان ہو تو ایسی میت کو عارضی طور پر امانتاً عام قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

☆ ایسا موصی رموصیہ جس کی وصیت ابھی منظوری کے مراحل میں ہے اگر فوت ہو جائے تو اس کی نعش دفتر وصیت سے رابطہ اور مشورہ کرنے کے بعد ہی ربوہ لائی جائے۔

تابوت کا سائز: چوڑائی 1.5 فٹ اونچائی 1.25 فٹ اور لمبائی 6.5 فٹ مقرر ہے۔

☆ دور دراز سے آنے والی میت کا امکان ہوتا ہے کہ موسم کی شدت کی وجہ سے خراب ہو جائے ایسی صورت میں موصی کی آمد و جائیداد اور مزید ترکہ کی بابت رپورٹ مقامی صدر رسیکرٹری صاحب مال کی تصدیق کے ساتھ ضرور فیکس کر دی جائے تا کہ میت کے پہنچنے سے پہلے موصی کے حساب کو مکمل کر کے بلاتاخیر تدفین ہو سکے۔

☆ بعض لواحقین موصیان کی عمر کے بارہ میں اصرار کرتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اتنی عمر ہے۔ دفتر وصیت موصی کے وصیت فارم کے مطابق عمر نوٹ کرتا ہے اگر عمر میں غیر معمولی کمی وبیشی ہو تو برتھ سرٹیفیکیٹ یا شناختی کارڈ کی کاپی دفتر کو فراہم کی جانی لازمی ہے ورنہ دفتری ریکارڈ میں عمر تبدیل نہیں ہوتی۔

☆ بعض احباب موصی رموصیہ کا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ طلب کرتے ہیں، ڈیتھ سرٹیفیکیٹ تو ہسپتال یا ٹاؤن کمیٹی سے بنتا ہے دفتر وصیت صرف تصدیق دیتا ہے لیکن اس کیلئے بھی ضروری ہے کہ موصی کے ورثاء میں سے کسی کی درخواست ہو جو صدر ر امیر صاحب کی تصدیق کے ساتھ آئے۔

☆ امانتاً تدفین کے وقت کوشش کی جائے کہ تابوت لکڑی کا ہو (چپ بورڈ وغیرہ کا نہ ہو) تا کہ چھ ماہ بعد جب تابوت نکالا جائے تو بہتر حالت میں ہو اگر مجبوراً چپ بورڈ کا ہو تو تابوت کو پلاسٹک شیٹ میں لپیٹ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہو۔

نوٹ: ان ہدایات سے عہدیداران وصدران احباب جماعت کو بھی مطلع فرما دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

خدا نے ایسے مخلص اور جانفشاں ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دیے کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں (حضرت مسیح موعود)

رفقاء حضرت مسیح موعود کی مالی قربانیاں

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے ایسے سچے، مخلص اور قابل فخر اور قابل رشک فدائی اور جاں نثار عطا فرمائے تھے جو ہر آن و ہر لحہ اپنا تن، من، دھن آپ کے ایک اشارہ پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم ازکم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں .... میں دیکھتا کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 165)

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی

سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب ہمہ وقت جان و مال آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں فدا کا نعرہ لگاتے در مسیح پر حاضر رہتے۔ تن من دھن سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا۔ آپ کی اس جانثاری اور جاں سپاری کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا۔ جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جاں نثار پایا۔ اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہریک پہلو سے ''دین حق'' اور ''فرمانبرداروں'' کے سچے خادم ہیں۔ مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اول درجہ کے نکلے۔ مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں۔ کہ قرار درکف ازادگاں نگیرد مال۔ لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔ اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا۔ اور ان کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

پھر حضور فرماتے ہیں۔

''میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے .... کے لئے کر رہے ہیں۔ ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں .... وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں۔ ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر میں اجازت دیتا تو سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہردم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے ہیں۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مسیح موعود کے حضور عرض کرتے ہیں۔ ''میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرومرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے۔ تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ .... اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 36)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ

حضرت نواب صاحب مالی قربانیوں میں ایک قابل تقلید نمونہ ہیں، آپ نے مختلف مواقع پر جماعت کی مالی مدد فرمائی ہے اور مختلف تحریکات میں حصہ ڈالا ہے۔ مثلاً تالیف کتب میں اعانت، مدرسہ کا قیام اور اس کی مشکلات میں امداد، مرکزی لائبریری کو کتب دینا، دارالضعفاء کے لئے زمین، منارۃ المسیح قادیان کے لئے چندہ، اخبار الحکم والفضل کی اعانت، تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شمولیت اور غرباء پروری وغیرہ۔ آپ کی مالی قربانی کے ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

''بمقدمہ کرم دین آتما رام مجسٹریٹ کی نیت نیک نہ تھی اور وہ حضرت اقدس کو سزائے قید دینے پر آمادہ تھا۔ چنانچہ 8/ اکتوبر 1904ء کو اس نے حضرت اقدس کو پانصد جرمانہ اور حضرت حکیم مولوی فضل دین صاحب کو دوصد روپیہ جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید کا فیصلہ سنایا اس کا منصوبہ یہ تھا کہ جرمانہ فوراً ادا نہ ہوسکے گا اور قید کی سزا دی جا سکے گی لیکن یہ سات صد روپیہ جرمانہ فوراً ادا کر دیا گیا۔ جس سے اس کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ نواب صاحب کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجسٹریٹ کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اور آپ نے احتیاطاً نوصد روپیہ ایک روز پیشتر اپنے ایک آدمی کے ہاتھ گورداسپور بھیج دیا اور یہی رقم ان جرمانوں کی ادائیگی میں کام آئی۔

(رفقاء احمد جلد دوم طبع دوم ص 786)

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی بھی خدمت دین میں پیش پیش رہتے تھے۔ ازالہ اوہام کے طبع کے ایام میں باوجودیکہ وہ اس سے پہلے تین صد روپے بھیج چکے تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ حضور کو رقم کی ضرورت ہے فوراً ایک سو روپیہ اور بھیج دیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہوگئے ہیں کہ نہایت اولوالعزمی سے ایثار کے طور پر ان سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 263)

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

سیٹھ صاحب .... نے کئی ہزار روپیہ ہمارے سلسلہ کی راہ میں محض للہ لگا دیا ہے۔ اور برابر ایسی سرگرمی سے خدمت کر رہے ہیں کہ جب تک انسان یقین سے نہ بھر جائے اس قدر خدمت نہیں کرسکتا۔ وہ ہمارے درویش خانہ کے مصارف کے اول درجہ کے خادم ہیں اور آج تک یکمشت رقوم کثیرہ اس راہ میں دیتے رہے ہیں۔ علاوہ اس کے میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایک سو روپیہ ماہواری اعانت کے طور پر اپنے ذمہ واجب کر رکھا ہے .... ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے۔ میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس درجہ کی محبت دلوں میں ڈال دی۔ یہ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب وہی ہیں جو آتھم کو قسم دینے کے وقت اس بات کے لئے تیار تھے کہ اگر آتھم قسم پر روپیہ طلب کرے تو اپنے پاس سے دس ہزار روپیہ تک اس کے پاس جمع کرا دیں۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312)

حضرت مصلح موعود حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کے ایک اور دوست حضرت سیٹھ لال جی وال جی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدارسی تھے ان کی تجارت بڑی وسیع تھی مگر انہوں نے اپنا سارا روپیہ آہستہ آہستہ حضرت مسیح موعود کو دے دیا۔ بعد میں جب وہ دیوالیہ ہوگئے۔ تو ان کے ایک دوست سیٹھ لال جی وال جی تھے اور وہ بھی بہت بڑے تاجر تھے۔ سیٹھ صاحب نے انہیں تحریک کی کہ آپ حضرت مسیح موعود سے دعا کروایا کریں۔ اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اور پھر کہا میں آپ کو ماہوار نذرانہ کے طور پر ایک بڑی رقم بھجوایا کرتا تھا آپ بھی انہیں نذرانہ بھجوایا کریں۔ چنانچہ انہوں نے ساڑھے تین سو روپیہ ماہوار بھجوانا شروع کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں روحانیت پائی جاتی تھی۔ ورنہ وہ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کو کہہ دیتے کہ آپ نے دعا کرا کے کیا لیا۔ آپ کا تو پہلا کاروبار بھی نہ رہا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ انہیں جو برکتیں ملی ہیں۔ وہ روحانی ہیں۔ اور ان کو بھی روحانی برکتیں ہی ملیں گی۔ اس لئے انہوں نے سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

(الفضل 11/ نومبر 1958ء)

حضرت چوہدری رستم علی صاحب

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

ہمارے ایک دوست چوہدری رستم علی صاحب تھے پہلے وہ سپاہی تھے۔ پھر کانسٹیبل ہو گئے پھر سب انسپکٹر بنے پھر پراسیکیوٹنگ انسپکٹر بنے۔ اس وقت تنخواہیں بہت تھوڑی تھیں۔ آج کل تو ایک سپاہی کو مہنگائی الاؤنس وغیرہ ملا کر قریباً ساٹھ روپیہ ماہوار مل

جاتے ہیں۔لیکن ان دنوں سپاہی کو غالباً گیارہ روپے۔ تھانیدار کو 40 روپے اور انسپکٹر کو 75 یا سو روپے ملتے تھے۔اور پراسیکیوٹنگ افسر کو سو سے کچھ زیادہ ملتے تھے مجھے یاد ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ حضرت مسیح موعود کو بھجوادیا کرتے تھے۔ایک دفعہ انہیں یکدم آرڈر آ گیا کہ ان کو عہدہ میں ترقی دی جاتی ہے۔اور تنخواہ اتنی بڑھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان کی تنخواہ میں جو بڑھوتی ہوئی وہ ساری کی ساری وہ حضرت مسیح موعود کو بھیج دیا کرتے تھے۔ایک دفعہ انہوں نے حضرت صاحب کو جو خط لکھا وہ حضرت مسیح موعود نے مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے پڑھ کر بتایا کہ یہ خط چوہدری رستم علی صاحب کا ہے۔اور انہوں نے لکھا ہے کہ میں سو روپیہ تو پہلے ہی بھیجا کرتا تھا۔لیکن اب میری تنخواہ میں 80 روپے کی ترقی ہوئی ہے۔اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض حضور کی دعاؤں کے طفیل ہوئی ہے۔اور آپ کے لئے ہوئی ہے۔اس لئے اب میں آپ کو 180 روپے ماہوار بھیجا کروں گا۔میں اس بڑھوتی کا مستحق نہیں ہوں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ میں پہلی تنخواہ کا بھی مستحق نہیں تھا۔وہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی خاطر ہی دے رہا ہے۔

(الفضل 11 نومبر 1958ء)

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب کی والہانہ مالی قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔حضرت صاحب کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا۔ اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔لنگر خانہ دو جگہوں پر ہو گیا ہے۔ایک قادیان میں اور ایک گورداسپور میں ۔اس کے علاوہ مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے۔لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ دیں۔جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ تقریباً 450 روپے ملی تھی۔وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت آپ کی خدمت میں بھیج دی۔ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے۔تو انہوں نے کہا کہ خدا کا (مامور) کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس لئے رکھ سکتا ہوں۔غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کو قربانی کی ضرورت نہیں"۔

(روزنامہ الفضل 11 جنوری 1927ء)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود کو لدھیانہ میں کسی ضروری اشتہار چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔اس وقت حضور کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا۔اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔حضور نے حضرت منشی ظفر احمد کو بلا کر فرمایا۔اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔آپ نے عرض کیا۔(۔) کر سکے گی۔اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔چنانچہ آپ فوراً کپورتھلہ روانہ ہوگئے۔اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کئے بغیر بیوی کا ایک زیور فروخت کر دیا اور ساٹھ روپے حاصل کر کے حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو دعا دی۔(کیونکہ حضور یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے بڑی خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ "منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی"۔منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔"حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔حضور نے فرمایا۔یہی جو حضرت منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے۔منشی صاحب نے کہا حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔اس کے بعد حضرت منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک حضرت منشی ظفر احمد صاحب سے اس لئے ناراض رہے کہ آپ نے مجھے کیوں اس خدمت سے محروم رکھا۔

(رفقاء احمد جلد 6 صفحہ 72)

حضرت منشی شادی خان صاحب سیالکوٹی

حضرت منشی شادی خان صاحب لکڑی فروش سیالکوٹ نے اپنے گھر کا سارا سامان فروخت کر کے تین سو روپے حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔جس پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔جب میاں شادی خاں صاحب نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت صاحب کے حضور پیش کر دی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 126-127)

حضرت مسیح موعود آپ کی جاں نثاری پر سند خوشنودی عطا فرماتے ہیں۔

"دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھلائی ہے میاں شادی خان لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اس کام کے لئے دو سو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے۔یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے۔تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں۔اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا۔سب بھیج دیا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 315)

حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی و سیکھوانی برادران

حضرت مسیح موعود ان چاروں بزرگوں کی مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر دین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی ہیں۔جو شاید تین آنہ چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں۔سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ وہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر لِلّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 313)

اکتوبر 1899ء میں اپنے اشتہار بعنوان جلسہ الوداع میں وفد نصیبین کے اخراجات کے متعلق تحریر فرمایا۔

"منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس روپے دیئے ہیں۔میاں جمال الدین کشمیر ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیرالدین نے پچاس روپے دیئے ہیں۔ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 166)

حضرت میاں محمد حسن صاحب

بیت مبارک کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے حضرت عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

"اس چندہ کی تحریک کرتے ہوئے مجھے اس بات کے اظہار کی بھی خوشی ہے کہ جماعت نے اس طرف ایک حد تک توجہ کی ہے اور بعض مخلصین نے قابل تقلید نمونے دکھائے ہیں ان میں سے .... میاں محمد حسن صاحب دفتری دفتر میگزین قادیان ہیں جنہوں نے پہلے حسب استطاعت نقد چندہ میں حصہ لیا پھر اس کے بچے رحمت علی نے خواب میں دیکھا کہ میرے والد یعنی میاں محمد حسن صاحب مذکور نے میری مرحومہ والدہ کا بقیہ زیور بیت کے چندہ میں دے دیا ہے اس پر میاں محمد حسن صاحب نے تمام زیور اسی روز بیت مبارک کے چندہ میں دے دیا جو ایک غریب انسان کی طاقت سے بڑھ کر ہے۔"

(اخبار "بدر" 16 مئی 1907ء ص 10 کالم 1,2)

حضرت حافظ معین الدین صاحب قادیانی

حضرت حافظ معین الدین صاحب کی طبیعت میں اس امر کا بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے قربانی کریں۔خود اپنی حالت تو ان کی یہ تھی کہ نہایت عسر کے ساتھ گزارہ کرتے تھے۔ بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہ کر سکتے تھے۔حضرت اقدس کا ایک خادم قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے۔لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو اس طرح ملتا کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لئے حضرت اقدس کے حضور پیش کر دیتے۔اور کبھی کوئی تحریک سلسلہ کی ایسی نہ ہوتی جن میں وہ شریک نہ ہوتے۔خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ان کی یہ قربانی معمولی نہ ہوتی تھی۔کہ وہ کئی دفعہ خود بھوکے رہ کر بھی خدمت دین کی بجا آوری کرتے تھے۔حضرت مسیح پاک بھی ان کی ان قربانیوں کو سراہا کرتے تھے۔"

(رفقاء احمد جلد 13 صفحہ 293)

مردوں کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کی خواتین مبارکہ نے بھی مالی قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائی ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے عمدہ نمونہ چھوڑا ہے۔ ایسی بے شمار مخلص خواتین ہیں مگر بطور مثال چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ

حضرت مسیح موعود نے ایک بار ذکر فرمایا بیت کی توسیع ہونی چاہئے۔اور اس کے لئے چندہ کی تحریک کی جائے۔بعض دوستوں نے چندہ لکھوانا شروع کیا پھر حضور نے فرمایا میں اندر سے بھی دریافت کر آؤں۔یہ کہہ کر حضور گھر میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد حضور واپس تشریف لائے۔اور فرمایا کہ میں نے گھر میں ذکر کیا ہے انہوں نے (مراد حضرت اماں جان) اپنا زیور فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر 8 ص 116)

حضرت کریم بی بی صاحبہ

محترمہ کریم بی بی صاحبہ اہلیہ منشی امام الدین صاحب باوجود حالات کی ناسازگاری کے ہمہ وقت مالی قربانی کی راہیں تلاش کرتی رہتی تھیں۔ اور منتظر رہتی تھیں کہ کب مالی قربانی کی ندا آئے اور وہ سب کچھ قربان کریں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ''بیت الذکر لندن'' کے لئے مستورات میں چندہ کی تحریک فرمائی تو آپ کے پاس کافی زیور موجود تھا۔ آپ نے صرف ایک زیور اپنی والدہ مرحومہ کی نشانی کے طور پر رکھ کر بقیہ سارا زیور اپنی خوشی سے پیش کر دیا۔ چاندی کا زیور تو سیروں کے حساب سے تھا۔ جو سب خوشی سے پیش کر دیا۔

آپ موصیہ تھیں اور وصیت کے تمام چندوں کا حساب بہت اہتمام سے کر کے اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ حصہ جائیداد کی رقم ایک دفعہ ادا کی لیکن دفتر کی غلطی سے ساری رقم کسی اور مد میں داخل ہو گئی۔ ایک عرصہ کے بعد اس غلطی کا پتہ چلا۔ اس کا ازالہ کاغذات میں درستی کے ذریعہ بآسانی سے ہوسکتا تھا۔ لیکن آپ نے اسے پسند نہ کیا کہ اگر غلطی سے بھی دوسرے چندہ میں رقم داخل ہوگئی ہو تو اسے وہاں سے دوسری مد میں تبدیل کیا جائے۔ چنانچہ پھر دوبارہ وصیت کا چندہ داخل کر دیا۔''

(رفقاء احمد جلد 1 صفحہ 162)

حضرت مصلح موعود جماعت احمدیہ کو ان مخلص اور جاں نثار رفقاء کی مالی قربانی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاد رکھو آنے والے آئیں گے اور انہیں رزق بھی خدا تعالیٰ دے گا مگر پہلے آنے والوں کے لئے بہت برکت ہوگی۔ جو پہلے آئیں گے ان کے لئے جنت کے دروازے پہلے کھولے جائیں گے اور جو بعد میں آئیں گے ان کے لئے جنت کے دروازے بھی بعد میں کھولے جائیں گے۔

(الفضل 11 جنوری 1958ء)

مکرم منیر احمد صاحب منور مربی سلسلہ جرمنی

نظام وصیت میں شامل ہونے کے متعلق

مبشر خوابوں کے ذریعہ رہنمائی

مکرمہ مبارکہ بی بی صاحبہ جرمنی اپنی ایک خواب بیان کرتی ہیں کہ میں نے وصیت کیسے کی: ''ایک روز ہماری جماعت میں مکرم سیکرٹری صاحب وصایا جرمنی تشریف لائے اس روز میں ماہانہ اجلاس میں نہ جاسکی۔ انہوں نے جو خطاب اس اجلاس کے موقع پر کیا اس کو ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ میں نے خطاب کی ریکارڈنگ سنی اور میرے خاوند نے مجھے وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی تلقین کی مگر میں نے ان کو دعا کے لئے کہا اور میں نے خود بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شرح صدر عطا کرے کہ میں اس نظام میں شامل ہوسکوں۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک جگہ پر کھڑی ہوں اور ایک بہت بڑے ستون کو میری والدہ نے پکڑا ہوا ہے اور بہت بھگدڑ مچی ہوئی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے اوپر سے پھلانگ رہے ہیں اور بھاگ رہے ہیں اور میں ان سب کو دیکھتی ہوں اور سوچ رہی ہوتی ہوں کہ کیا ہو رہا ہے کہ اچانک دیکھتی ہوں کہ ہر طرف نیلے سے بادل چھا گئے ہیں اور اچانک ان سے جیسے سمندر کی لہریں ہوتی ہیں۔ اس طرح پانی کی موجیں میری طرف بڑھ رہی ہیں ایک دم میرے منہ سے نکلتا ہے کہ یہ سونامی کا طوفان ہے مگر مجھے کچھ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں نے وصیت کی ہوئی ہے۔ اچانک وہ پانی کا طوفان نور کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور آسمان سے ایک انگلی جو کہ کنڈی کی طرح ہے میری طرف بڑھتی ہے میں اپنی انگلی کو اس کنڈی کی طرح بنی ہوئی انگلی میں دے دیتی ہوں اور وہ مجھے آسمان کی طرف کھینچ رہی ہوتی ہے کہ میرے پاؤں میرے بڑے بھائی پکڑ لیتے ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ آسمان کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اٹھنے کے معاً بعد میں نے وصیت فارم پر کیا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے راستہ دکھا دیا۔ میری والدہ اور میرے بھائی نے بھی وصیت کر لی ہوئی ہے''۔

بعض احباب جن کو وصیت کرنے میں جھجک تھی، اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ ان کی اس جھجک کو دور کر دیا اور دل وصیت کرنے کی طرف مائل ہوگیا۔ اس کی مثال جرمنی میں مکرم عبدالرحمان شافعی صاحب ہمارے عرب بھائی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ:۔

''خاکسار وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر جھجکتا رہا۔ آخر ایک رات خواب میں میری والدہ آئیں اور مجھے مخاطب کر کے کہتی ہیں کہ تجھے کس چیز کا انتظار ہے تو وصیت کیوں نہیں کرتا''۔ اس خواب کے بعد انہوں نے وصیت کرنے کی نیت کی ہے۔

وصیت کا ارادہ کرنے اور اس کے بارے میں سوچنے سے ہی کس طرح مبشر خوابوں کے ذریعہ حوصلہ افزائی ہوتی ہے اس بارے میں ایک بچی عزیزہ مبشرۃ المومن بنت شیخ عبدالرؤف صاحب لکھتی ہیں:۔

''خاکسارہ نے 2002ء کے شروع میں جب وصیت کے نظام کے بارہ میں صرف سوچا کرتی تھی، خواب میں دیکھا کہ خاکسارہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ایک خط موصول ہوتا ہے جسے کھولنے کے بعد خوشی کے ساتھ ساتھ عجیب سے ڈر کا بھی عالم ہوتا ہے کیونکہ خط اندر سے اتنا روشن تھا کہ خاکسارہ حیران رہ گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خط کی تحریر سیاہی کی جگہ کسی سنہرے رنگ کے پارے سے لکھی گئی ہو اور خط کے کنارے تو ایسے لگ رہے تھے جیسے بلب لگے ہوئے ہیں۔ خط مکمل طور پر تو خاکسارہ کو یاد نہیں مگر خط میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ خاکسارہ کے لئے مستقبل کی بہت سی دعائیں تحریر تھیں''۔ عزیزہ نے 2004ء میں وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کے لئے فارم پر کر دیا تو یہ مبشر خواب دیکھا: ''ایک نامعلوم پتہ سے خاکسارہ کے نام ایک خط کا لفافہ موصول ہوتا ہے۔ جس کا رنگ ہرے اور نیلے سے رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں سے جائے نماز کی شکل میں روشن اور واضح تصویر ہوتی ہے۔ تصویر کے کنارے خاص طور پر روشن ہوتے ہیں اور جس پر یہ تحریر ہوتا ہے کہ یہ خاکسارہ یعنی (مبشرہ) کے لئے ہے''۔

وصیت کرنے والے کو خدا تعالیٰ کس طرح نوازتا ہے۔ اس کی مثال ذیل میں درج ہے۔ ایک دوست تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں نے 23 مارچ 2004ء کو اپنی وصیت کا فارم پر کر کے بھجوایا اس میں میں نے اپنی جائیداد کے بارے میں لکھا تھا کہ میری جائیداد نہیں ہے۔ 23 مارچ کے بعد مجھے علم ہوا کہ میرے دادا جان کے ترکہ میں سے میرے والد صاحب کو کچھ حصہ ملا ہے جو کہ میرے نام کر دیا گیا ہے۔ چونکہ وصیت کے مضمون میں نے لکھتے ہوئے یہ محسوس کیا تھا کہ کاش میری بھی جائیداد ہوتی تو میں بھی اس کا 1/10 حصہ خدا کی راہ میں ادا کر دیتا۔ اب مجھے خدا نے یہ پلاٹ عطا فرمایا ہے۔ یہ پلاٹ سیالکوٹ میں ہے جس کی قیمت ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کے قریب ہے''۔ موصوف نے یہ پلاٹ صدر انجمن احمدیہ کے نام کر دیا ہے۔

نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کی رہنمائی کے لئے اہم معلومات

دفتری نظام، جائیداد کی ادائیگی کے مسائل، موصی کے لواحقین کی ذمہ داری اور مقبرہ ہائے موصیان

انٹرویو: مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز ☆ مرتبہ: فخرالحق شمس صاحب

نظام وصیت میں شامل ہونے کے بعد ایک احمدی کو یہ ہمہ وقت احساس رہنا چاہئے کہ اپنے روزمرہ کے اعمال وافعال پر نگاہ رکھنا ہی وصیت کی اصل روح ہے اور اس طرح گویا وصیت انسان کے مال اور اعمال کو ساتھ کے ساتھ ایک ترازو میں سے گزارتی رہتی ہے۔ دراصل یہ نظام وصیت کی بہت بڑی برکت ہے جس سے موصی لحہ لحہ مستفید ہوتا رہتا ہے اور جہاں کہیں موصی کی زندگی میں ناپسندیدہ امور کی ملاوٹ ہونے لگتی ہے تو وصیت کی گھنٹیاں موصی کے ضمیر میں بجنے لگتی ہیں کہ اس حرکت سے بچ جاؤ اور اپنے آپ کو محفوظ کرلو۔ اس لحاظ سے وصیت بلاشبہ انسان کے لئے پوری زندگی کا الارم ہے اور یہ نظام اول تا آخر برکت ہی برکت ہے۔

وصیت کرنا نہایت آسان ہے اگر شرائط وقواعد کے ساتھ وصیت کی جائے وصیت کرنے سے پہلے بعض اہم معلومات سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ مثلاً وصیت کرنے کا طریقہ، وصیت نامہ کے اہم امور، منظوری کے مراحل، وراثتی جائیداد کے مسائل، دفتر وصیت کے شعبہ جات، موصی کی وفات کے بعد کے مراحل اور دفتر وصیت سے رابطہ وغیرہ۔ یہ اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ سے ایک انٹرویو لیا گیا۔ زیرنظر مضمون اسی انٹرویو کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔

وصیت فارم پُر کرنے کا طریقہ

وصیت فارم کے حصول کے حوالے سے بعض اوقات احباب پوچھتے ہیں۔ رسالہ الوصیت اور وصیت فارم ہر جماعت کے پاس موجود ہیں۔ ہم جماعتوں کو ان کی ضرورت کے مطابق ساتھ ساتھ بھجواتے جاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی، پاکستان سے باہر بھی۔ اردو کے علاوہ انگریزی اور دیگر زبانوں میں یہ دستیاب ہیں۔ رسالہ الوصیت کے مزید زبانوں میں تراجم ہورہے ہیں کچھ آخری مراحل میں ہیں۔ ہر وصیت کنندہ جو وصیت کی خواہش کرتا ہے وہ رسالہ الوصیت صدر صاحب جماعت یا سیکرٹری صاحب وصایا سے حاصل کرکے غور سے پڑھے پھر دعا کرکے اپنا وصیت نامہ پُر کرے۔ جب وہ وصیت فارم لیتا ہے تو وصیت فارم کے تمام خانے پُر کرنے ضروری ہیں کیونکہ یہ ایک قانونی دستاویز ہے۔ اپنا پورا نام لکھے، ولدیت لکھے، قوم، پیشہ لکھے کہ طالب علم ہے۔ کاروبار ہے یا ملازمت ہے اور پھر اس کی وضاحت کرے کہ طالب علم ہے تو کون سی کلاس کا ہے، پیشہ ہے تو کیا پیشہ ہے، کیا کاروبار ہے، ملازمت ہے تو سرکاری، نیم سرکاری یا پرائیویٹ ہے۔ تاریخ پیدائش، بیعت کب کی ہے۔ موجودہ پتہ اور مستقل پتہ وغیرہ، الغرض ہر خانہ پُر کرنا ہے۔ پھر کب سے وصیت کررہا ہے اس کی تاریخ لکھے، آج سے کرنا چاہتا ہے، یا تاریخ منظوری سے۔

وصیت نامہ کے اہم امور

وصیت کرتے وقت سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے رسالہ الوصیت میں جو شرط اول بیان فرمائی ہے کہ ہر وہ شخص جو وصیت کرنا چاہتا ہے پہلی شرط کے طور پر بہشتی مقبرہ کی تزئین اور اعلائے کلمہ دین کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق چندہ ادا کرے۔ پھر وصیت کی اشاعت لازمی ہے۔ اس کی ادائیگی کرے اور اس کی رسید کا حوالہ وصیت نامہ میں دے اب ہم نے لوگوں کی آسانی کے لئے مضمون وصیت چھاپ دیا ہے۔ کیونکہ یہ قانونی دستاویز ہے۔ اس میں بھی کچھ Fill in the blanks کرنی ہیں۔ مثلاً شرح وصیت کیا ہے 1/10 رکھنا چاہتا ہے جو کم سے کم معیار ہے۔ اس سے زیادہ کی ہوسکتی ہے مثلاً 1/9، 1/5 وغیرہ اگر کوئی جائیداد ہے تو لکھے اور ''میری کوئی جائیداد نہیں ہے'' کے الفاظ کاٹنے ہیں۔

وصیت نامے میں جائیداد کے حوالے سے معلومات لکھتے وقت بعض غلطیاں ہوجاتی ہیں، مثلاً اگر کوئی مکان ہے تو لکھنا چاہئے کہ وہ مکان کہاں ہے، مکان نمبر کیا ہے یا اگر پلاٹ ہے تو وہ کہاں ہے اور نمبر کیا۔ کتنے رقبہ کا ہے اور اس کی اندازاً مالیت بھی لکھنی ہے۔ آمد کے ذکر میں ماہانہ آمد کس ذریعہ سے ہے اور کیا ہے اور سالانہ آمد بھی لکھے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے آمد ہو تو وہ بھی لکھے مثلاً کرایہ مکان وغیرہ۔ اسی طرح دستخط، نشان انگوٹھا اور اپنا مکمل نام اور مکمل پتہ لکھنا ہے۔ گواہان کے دستخط، نام پتہ اور نشان انگوٹھا لگنا ہے، دو معتبر گواہوں کی تصدیق بھی ضروری ہے کہ فلاں صاحب ابن فلاں صاحب کو میں پوری طرح جانتا ہوں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری طرح انجام دہی کرنے والا ہے۔ اس کی باقاعدہ تصدیق ہوگی اور اگر عورت وصیت کررہی ہے تو صدر لجنہ کی تصدیق ہوگی۔

شرائط وصیت پر عملدرآمد

اس کے علاوہ 18-20 سوال ہیں ان میں سے کچھ وصیت کنندہ نے خود لکھنے ہیں اور کچھ مقامی جماعت لکھے گی بلکہ مجلس عاملہ کی رپورٹ کے مطابق جوابات لکھے جائیں گے۔ مثلاً یہ کہ وصیت کنندہ کے خلاف کبھی کوئی تعزیری کارروائی تو نہیں ہوئی، اگر ہوئی ہے تو کیا معافی ہوگئی ہے۔ یا وصیت کنندہ کا کردار بے داغ ہے۔ مالی لین دین کا کوئی جھگڑا تو نہیں، جماعت سے تعاون اچھا ہے یا نہیں ہے۔ یہ سب کچھ جماعت لکھ کردے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی لکھا جائے گا کہ یہ ہماری جماعت میں کتنے عرصہ سے رہ رہا ہے۔ اگر آمد ہے چندہ عام باقاعدہ دے رہا ہے، چندہ جلسہ سالانہ دے رہا ہے اور دیگر تحریکات میں بھی حصہ لیتا ہے۔

پھر یہ عاملہ میں پیش ہوکر دستخط صدر کے، سیکرٹری مال اور ذیلی تنظیم کے سربراہ کے ہوں گے اور مرکز میں فارم جمع کرادیا جائے گا۔ عورت نے اگر حق مہر وصول نہیں کیا تو یہ تحریری طور پر لکھا جائے۔ ہم نے فارم کی پشت پر جو ہدایات چھاپی ہیں ان کو غور سے پڑھ کر وصیت کی جائے، اس طرح غلطی کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔

منظوری کے مراحل

جب ہمارے پاس وصیت فارم آجاتا ہے تو لوگوں کا عموماً اس موقع پر خیال ہوتا ہے کہ آج ہم نے وصیت کی ہے اور کل وصیت نمبر مل جائے گا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وصیت کا معاملہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ جماعت کے وہ لوگ اس نظام میں شامل ہورہے ہیں جو اپنے ایمان، تقویٰ، طہارت، اخلاص اور قربانی کے لحاظ سے آج بھی اچھے ہیں اور آئندہ بڑھنے کا امکان ہے جو لوگوں کے لئے نمونہ بنیں گے۔ اس لحاظ سے بھی وصیت اہمیت کی حامل ہے۔ وصیت کی منظوری کے لئے باقاعدہ پہلے مجلس کارپرداز مکمل چھان بین کے بعد سفارش کرتی ہے اور فائنل منظوری صدر انجمن احمدیہ دیتی ہے۔

جب وصیت دفتر وصیت میں آتی ہے تو سیکرٹری مجلس کارپرداز پہلے وصیت کو بظاہر درست دیکھ کر مسل نمبر الاٹ کرتا ہے جس کو عارضی نمبر کہا جاتا ہے تاکہ اگر وصیت کا آغاز تاریخ تحریر سے ہے تو وہ اس نمبر سے چندے دینے شروع کردے۔ اگر وصیت تاریخ منظوری سے شروع کرنے کے بارے میں لکھا ہوگا تو بھی مسل نمبر الاٹ ضرور کیا جاتا ہے۔

فائنل منظوری

مسل نمبر الاٹ ہونے کے بعد وصیت مشیر قانونی کے پاس جاتی ہے۔ مشیر قانونی باقاعدہ قانونی مشورہ دیتا ہے کہ یہ وصیت نامہ ہر لحاظ سے درست ہے۔ پھر روزنامہ الفضل میں اس کا خلاصہ چھپتا ہے۔ یہ اشتہار حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر ہی شائع کروایا جاتا ہے جو رسالہ الوصیت میں موجود ہے۔ یہ اعلان شائع ہونے کے بعد باقاعدہ اس کی ایک رپورٹ بنتی ہے۔ خلاصہ نکلتا ہے، اس خلاصے کو ہم ایجنڈا بناتے ہیں، پھر سیکرٹری مجلس کارپرداز اجلاس بلاتا ہے اور اس اجلاس میں جمع شدہ 50,40 وصایا پر بات چیت ہوتی ہے۔ مجلس جو سفارش کرتی ہے وہ پھر ہم انجمن میں فائنل منظوری کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اگر انجمن اس سفارش سے اتفاق کرتی ہے تو سیکرٹری مجلس کارپرداز اس کو ایک وصیت نمبر الاٹ کرتا ہے۔ وصیت نمبر الاٹ ہونے کے بعد پھر باقاعدہ اس کی منظوری کی کارروائی مکمل ہوتی ہے۔ اس کے باقاعدہ کھاتے، آمد، جائیداد وغیرہ کے کھل جاتے ہیں۔

موصی کا سرٹیفکیٹ

حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق ہم موصی کو وصیت کی منظوری کا ایک سرٹیفکیٹ دیتے ہیں جس پر صدر اور سیکرٹری مجلس کے دستخط ہوتے ہیں۔ یہ ہیں منظوری کے مراحل جن میں وقت لگ جاتا ہے۔ مجلس کارپرداز کی کوشش ہوتی ہے بلکہ قاعدہ بھی یہ ہے کہ چھ مہینے کے اندر اندر وصیت منظور ہوجائے لیکن بعض دفعہ زائد وقت بھی لگ جاتا ہے۔

شعبہ مال کی تصدیق

وصیت کنندہ کی شعبہ مال سے تصدیق کے حوالے سے پہلے یہ طریق تھا کہ سیکرٹری مال گزشتہ پانچ سال کے ریکارڈز دیکھ کر وصیت کنندہ کے چندوں کی ادائیگی کی رپورٹ کرتا تھا لیکن اس میں کچھ دقتیں آرہی تھیں کیونکہ موصی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد میرا فارم مرکز پہنچے کیونکہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔ بعض دفعہ اس چھوٹی سی بات سے تاخیر ہوجاتی تھی۔ ویسے بھی سیکرٹری مال اور صدر جماعت کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ہماری جماعت میں ہے اور اپنی آمد کے مطابق ٹھیک چندے دے رہا ہے۔ ایک عمومی تصدیق آجاتی ہے کہ فلاں شخص ہماری جماعت میں اتنے سال سے ہے۔ ریگولر چندے دے رہا ہے، دیگر مالی تحریکات میں بھی شامل ہے۔ اب جماعت ذمہ داری ہوگی کہ یہ بقایا دار نہیں ہے اور یہ

کافی تصدیق ہے۔

بڑی عمر کے موصی

ساٹھ سال سے زائد عمر کے احباب سے وصیت کرتے وقت یہ سوال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے وصیت کیوں نہیں کی، خدا کے فضل سے اکثر پیدائشی احمدی ہیں۔ خاندان میں اور بھی موصی ہیں۔ آپ کہاں چھپے رہ گئے۔ بعض لوگ جواب میں لکھتے ہیں کہ ہم سے سستی ہوئی۔ بعض دفعہ یہ جواب ہوجاتا ہے کہ پہلے کچھ ذمہ داریاں تھیں، کچھ مسائل تھے جن کی وجہ سے میں وصیت نہیں کرسکا۔ جائیدادیں جھگڑوں میں پڑی ہوئی تھیں، کیسز حل ہونے کے بعد میں آیا ہوں۔ یہ سوال اس لئے بھی ہے کہ دیکھا جائے کہ قربانی کا جو معیار ہے کیا اب بہتر ہے یا پہلے بہتر تھا۔ یہ تو نہیں کہ جائیدادیں تقسیم کرنے اور آمد ختم ہونے کے بعد ایک شخص وصیت کررہا ہے۔ پنشن اور بچوں کی آمد پر گزارا ہوگیا ہے اور کہتا ہے کہ میں وصیت کرکے اعلیٰ اور نمایاں قربانی کرنے والے لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ یہ تو وصیت کی روح کے خلاف بات ہے۔ جب ایسی صورتحال سامنے آتی ہے تو اگر وصیت میں منظوری والی بات ہوگی تو وصیت منظور ہوتی ہے اور اگر منظوری والی بات نہ آرہی ہو بلکہ ایسی چیزیں آرہی ہوں کہ اس کی پہلے جائیداد تھی، اب نہیں پہلے باقاعدہ آمد تھی اب کوئی ایسی آمد نہیں ہے اور اگر ہے تو بچوں کی آمد پر گزارا ہے، پنشن پر آگیا ہے۔ ایسی صورت میں تو بہرحال ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ حالات زیادہ بہتر تھے کہ اس کو وصیت کی طرف آنا چاہئے تھا کہ یہ حالات زیادہ بہتر ہیں۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد فیصلہ ہوتا ہے۔

دفتر وصیت کے شعبہ جات

دفتر وصیت کے بنیادی طور پر دو بڑے شعبے ہیں۔ یعنی مجلس کارپرداز کے اندر دو بڑے شعبے کام کررہے ہیں ایک دفتر وصیت اور دوسرا نظامت تشخیص جائیداد۔ نظامت تشخیص جائیداد صرف جائیداد کی اسیسمنٹ (Assessment) کی حد تک ایک ڈیپارٹمنٹ ہے۔ جس کے بعد وہ موصی کی جائیداد کے بارے میں سیکرٹری کو رپورٹ کرتا ہے۔

وصیت کا مرکزی ریکارڈ

دفتر وصیت میں موصی کا مکمل ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ سوائے بھارت کے۔ یہاں پر مرکزی طور پر ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ یہیں سے وصیت کی منظوری کی سفارش ہوتی ہے، یہیں سے منسوخی یا بحالی کی بھی سفارش ہوتی ہے۔

شعبہ نئی وصایا

دفتر وصیت کے آگے مختلف شعبے ہیں۔ ایک نئی وصایا کا شعبہ ہے۔ کارکنان نئی وصیت کا پوری طرح جائزہ لیتے ہیں۔ وصیت نے جن مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اس پر پیپر ورک ہورہا ہوتا ہے۔ ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کے لئے ڈوپلیکیٹ فائلیں بنائی جاتی ہیں۔ رجسٹر آمد جائیداد، جائیداد اور امسلہ کے رجسٹر بھی کھلتے ہیں، انڈیکس بنتا ہے، نئی وصیت میں جو بھی کمی بیشی ہو اس کی روشنی میں خط و کتابت چلتی ہے۔ مجلس یا انجمن کوئی اعتراض لگائے اس کو دور کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ نظر ثانی کے لئے پیش ہوتی ہے۔ یہ سارے معاملات نئی وصایا کے شعبہ میں طے پاتے ہیں۔

کارکنوں کی تقسیم کار

جب وصیت منظور ہوجاتی ہے تو پھر تین تین چار چار ہزار وصیتیں ایک ایک کارکن کو تقسیم کی جاتی ہیں۔ ان موصیان سے جو بھی خط و کتابت ہوتی ہے، وہ کرتے ہیں، ان کی آمد کے گوشوارے چیک کرتے ہیں، ان کے سالانہ چندوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ اگر کسی کا بقایا ہو اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہیں، جماعتی رپورٹ کا جواب اور موصیان کی طرف سے پوچھی جانے والی وضاحتیں بھی لکھتے ہیں، کوئی موصی اپنا نام، شرح یا ایڈریس تبدیل کرواتا ہے تو ان معاملات کو بھی دیکھتے ہیں۔

شعبہ اندراج

پھر ایک شعبہ اینٹری یعنی اندراج کا ہے جس کا کام ہر قسم کے چندے، آمد، جائیداد، شرط اول، اعلان وصیت وغیرہ کو ان کے نام کے ساتھ کھاتوں میں درج کررہا ہوتا ہے۔ ہر موصی کی ذمہ داری ہے کہ چندہ ادا کرتے وقت اپنا درست نام اور وصیت نمبر رسید پر لکھا کریں تا اندراجات درست ہوں اور غلطی کا امکان نہ رہے۔

شعبہ کمپیوٹر

ہمارا ایک اہم شعبہ کمپیوٹر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کمپیوٹر پروگرامنگ اور ڈیٹا اینٹری کافی حد تک مکمل ہوگئی ہے۔ یہ ساتھ ساتھ جاری رہنے والا کام ہے اور اس میں مزید وسعت پیدا ہوتی جائے گی۔ اس شعبہ کے تحت فوت ہونے والے موصیان کا مکمل ریکارڈ اور نئے موصیان کے کوائف بھی ہم کمپیوٹر میں فیڈ کر رہے ہیں۔

موصی کی وفات کے بعد کے مراحل

جب کوئی موصی فوت ہوجاتا ہے اس کے بعد کے مراحل کے لئے شعبہ تدفین ہے۔ جب کسی موصی کے فوت ہونے کی اطلاع آتی ہے تو اس کی فائل کو بند کیا جاتا ہے اور اس کی آمد اور دیگر چندوں کے بقایا جات یا مکمل ادائیگیوں کو چیک کیا جاتا ہے، جائیداد کون کون سی دے چکا ہے۔ لواحقین سے کسی اور جائیداد کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ پھر تدفین کے لئے فائنل رپورٹ مرتب کی جاتی ہے۔ پھر وہ رپورٹ سیکرٹری مجلس کو دی جاتی ہے۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز اس کو چیک کرکے محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی خدمت میں اس وصیت کی منظوری کی سفارش کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر مرکز میں خلیفہ وقت موجود ہیں تو وصیت منظوری کے لئے خلیفہ وقت کے پاس جاتی ہے۔ لیکن خلیفہ وقت اگر یہاں موجود نہ ہوں تو یہ اختیار ناظر اعلیٰ کے پاس ہے اگر کوئی موصی امانتاً کہیں اور دفن ہے، اس کی میت منتقل ہونی ہے یا یادگار لگائی جانی ہے، اس لئے اس سلسلے میں خلیفہ وقت سے منظوری آتی ہے۔ بہرحال بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت دینا خلیفۃ المسیح کا اختیار رہے۔

شعبہ استقبال

ان شعبہ جات میں استقبال کا شعبہ بہت اہم ہے۔ جب بھی کوئی جنازہ آتا ہے، اس کے ورثاء کے ساتھ ملنا، جنازے کے ساتھ جانا، تدفین میں شامل ہونا، بعض اوقات جنازے کے ساتھ کم افراد ہوتے ہیں اس موقع پر خدام کی ڈیوٹی لگانا ان کو تدفین میں شامل کروانا۔ یہ شعبہ اس لئے قائم کیا گیا ہے تاکہ موصی کے لواحقین کو تدفین کے سلسلہ میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ اس شعبہ میں باقاعدہ ایک مربی سلسلہ کا تقرر کیا گیا ہے۔

امانتاً تدفین کی وجوہات

امانتاً تدفین کی ایک بڑی وجہ حادثاتی وفات ہے۔ موجودہ حالات میں کسی بھی موصی کی حادثاتی وفات ہو جائے ہم امانتاً تدفین کرتے ہیں۔ خواہ وہ ایکسیڈنٹ ہے یا اور کسی وجہ سے حادثہ ہوا ہے۔ جب تدفین کو چھ ماہ گزر جاتے ہیں اور کوئی مسئلہ نہ ہو تو پھر میت کو بہشتی مقبرہ میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ورثاء فوری حصہ جائیداد نہیں دے سکتے۔ تب بھی امانتاً تدفین ہوتی ہے۔ حصہ جائیداد ادا ہونے کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوتی ہے۔

وراثتی جائیداد کے مسائل

سب سے بڑا جائیداد کا جو مسئلہ پیش آتا ہے وہ وراثتی جائیداد کا مسئلہ ہے۔ عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وراثتی جائیداد کا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہوتا۔ اپنے حصہ کی بعض اوقات وہ جائیداد لیتے نہیں یا ان کو ملتی نہیں یا اتنی کم ہوتی ہے کہ اس کو حاصل ہی نہیں کرتے، چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ موصی جب اپنا وصیت نامہ مکمل کرتا ہے اس میں لکھتا ہے کہ آئندہ میں جو بھی جائیداد بناؤں گا اس کی بھی مطابق شرح وصیت صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نظام وصیت تابع ہے نظام وراثت کے۔ اس لئے نظام وراثت کا تقدس قائم رکھنا بھی نظام وصیت کی ذمہ داری ہے۔ موصیان اس بات کا خیال رکھیں کہ وراثت میں جس جس کے حصے مقرر ہیں ان کو وہ حصے ملنے چاہئیں، خواہ ایک پیسہ بھی آئے وہ اس کو ملنا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی اپنی رضامندی سے چھوڑتا ہے تو اس کو اپنی رضامندی سے 9 حصے چھوڑنے کا اختیار رہے کیونکہ دسویں حصے کی تو اس نے وصیت کی ہوتی ہے اس لئے زیادہ مسائل یہاں پر پیدا ہوتے ہیں۔ وراثتی جائیداد میں سے دسواں حصہ انجمن کو دے کر باقی 9 حصے جس کو مرضی دے۔ اور اگر کسی وارث نے کسی موصی کا حق نہیں دیا تو اس کو نظام جماعت سے رجوع کرنا چاہئے تھا۔ نظام جماعت اس کی رہنمائی کرے گا اس کو حصہ دلوائے گا۔ عام طور پر وراثتی جائیدادوں کے مسائل زیادہ ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائیداد بنائی تو میں نے تھی لیکن میرے نام نہیں ہے۔ یہ تو وصیت کی روح کے خلاف بات ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایک قسم کا جائیداد کو چھپانا یا جان چھڑانے والی بات ہے۔ جب جائیداد آپ نے اپنے پیسے سے بنائی، اختیار آپ کا ہے، آپ اس کو اپنی بیوی کے نام سے خریدیں، اپنے بیٹے کے نام سے خریدیں۔ وہ جائیداد آپ کی ہے اور آپ ہی کی شمار ہوگی۔ جس موصی نے اپنے پیسے سے جائیداد بنائی، خواہ وہ کسی کے نام ہی ہو پھر بھی اس کو حصہ ادا کرنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ وہ زندگی میں ہی تشخیص کروائے تاکہ بعد میں مسئلہ نہ پیدا ہو۔

پھر بیرون ملک ایک جائیداد کا مسئلہ یہ آرہا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مکان نصف میرا اور نصف میری بیوی کا ہے۔ یہ ملکی قانون کے تحت بات ہے۔ جب خاوند مکان خرید رہا ہوتا ہے تو زبردستی بیوی کا نام شامل کروا دیا جاتا ہے اور بعض ممالک میں یہ قانون ہے کہ نصف خاوند کے نام رجسٹر ہوگا اور نصف بیوی کے نام ہوگا لیکن مکان خاوند نے بنایا ہوا ہے۔ وہ مکان قانونی لحاظ سے نصف نصف ہے لیکن قانون بہرحال شریعت پر حاوی نہیں ہے۔ شرعی اور وصیت کے لحاظ سے مکان اسی کا شمار ہوگا جس نے اپنے پیسے سے بنایا ہے۔

حصہ جائیداد کی ادائیگی میں سہولت

ان تمام جائیدادوں کے مسائل کے حل کے لئے، انجمن نے بہت سی سہولتیں رکھی ہیں۔ ایک شخص کے پاس جائیداد ہے یا کچھ اور قیمتی اشیاء ہیں۔ بعض اوقات بروقت اس کی ادائیگی مشکل ہوتی ہے۔ نظام نے قواعد وصیت میں باقاعدہ یہ سہولت رکھی ہوئی ہے کہ وہ زندگی میں اس کی تشخیص کروائیں اور پہلے ایک آئٹم کی کرالیں اور پھر دوسرے اور تیسرے کی۔ ہر جائیداد کا ہم دو سال کا پیریڈ دیتے جائیں گے۔ سوائے رہائشی مکان کا جس میں اس کی رہائش ہے اس کی ہم پانچ سال کی مہلت دیتے ہیں اور اگر کسی موصی کو استطاعت ہے تو اپنی جائیداد کی بیک وقت تشخیص کرالے اور جو

مدت دی جائے اس میں ادائیگی کردے۔ پہلے اگر پلاٹ کی تشخیص کرائی ہو اور بعد میں مکان بنالیا تو پھر صرف تعمیر کی تشخیص ہوگی پلاٹ کی نہیں۔

منسوخی کی وجوہات

بہت سارے ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے وصیت پر زد پڑسکتی ہے۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ شرائط وصیت پر عمل نہ کرے تو وصیت پر زد پڑے گی۔ اس سلسلہ میں پہلے موصی کو تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر تنبیہ کے باوجود بھی سستی اور کمزوری آرہی ہو تو وصیت منسوخی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ جتنے حصہ کی وصیت کی ہوتی ہے اس کے مطابق حصہ آمد و حصہ جائیداد ادا نہ کرے۔ اگر آمد میں بقایا دار ہوتا جائے تو پھر ہم اس کو باقاعدہ تنبیہ کرتے ہیں کہ آپ کا بقایا بڑھ رہا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ نصف بجٹ کے برابر بقایا دار ہوجائے تو وہ قابل منسوخ ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ سالانہ حساب بھی نہیں کراتا تو ہم ایک حد تک 3,2 سال تک مہلت دیتے ہیں کہ تمہارے چندے تو آرہے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ چندے آمد کے برابر ہیں یا کم زیادہ ہیں۔ اس کی تصدیق کروگے تو حساب مکمل ہوگا۔ اگر خدانخواستہ کوئی ضعف ایمان اختیار کر جائے تو خود بخود وصیت منسوخ ہوجاتی ہے یا اخراج از نظام جماعت ہو تو بھی خود بخود وصیت منسوخ ہوجاتی ہے۔

رابطہ کی اہمیت

ایک موصی کو دفتر وصیت سے مسلسل رابطہ رکھنا چاہئے۔ عدم رابطہ کی وجہ سے جس میں دفتر کی خط و کتابت کا جواب نہ دینا یا بقایا دار ہو رہا ہے، دفتر اس کو وارننگ دے رہا ہے لیکن توجہ نہیں کر رہا یا تبدیلی پتہ سے آگاہ نہیں کر رہا۔ یہ موصی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ایڈریس سے دفتر وصیت کو آگاہ کرے نہ کہ دفتر کی ذمہ داری ہے کہ وہ موصی کو تلاش کرے۔

بحالی کا طریقہ

اگر کسی منسوخ شدہ وصیت کو بحال کرانا ہو تو درخواست دے۔ اس کی اسی طرح چھان بین ہوگی جس طرح نئی وصیت کی ہوتی ہے۔ جماعت سے اس کی دینی اور مالی رپورٹ کی روشنی میں وصیت بحالی کے مراحل سے گزرتی ہے۔

موصی کے لواحقین کی ذمہ داری

جب کوئی موصی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے لواحقین کی ذمہ داری ہے کہ فوراً دفتر کو بذریعہ فون، فیکس یا اگر ربوہ میں ہوں تو خود آکر وفات کی اطلاع دیں۔ ہم باقاعدہ نوٹ کرتے ہیں کہ اس کی تاریخ وفات، وقت وفات اور وجہ وفات کیا ہے۔ جب اس کے ورثاء آجاتے ہیں تو ان کا بیان لیتے ہیں کہ یہ شخص فوت ہوگیا ہے اس کی یہ یہ جائیداد تھی اس نے اپنی زندگی میں اتنا حصہ ادا کردیا ہے اور یہ یہ جائیداد رہ گئی تھی جس پر حصہ ادا نہیں ہوا ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ اگر ورثاء حصہ جائیداد کی ضمانت پیش کردیں تو بھی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوجاتی ہے۔ ایسے موقع پر مجلس کارپرداز کا فوری اجلاس ہوتا ہے تا ضمانت کی منظوری کا فیصلہ ہو۔ وفات کے وقت اگر وصیت میں کوئی مسئلہ ہو تو بھی اجلاس مجلس کارپرداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

مقبرہ موصیان

بہشتی مقبرہ کی اہمیت تو ہمیں حضرت مسیح موعود کے اس الہام سے ملتی ہے کہ انزل فیہا کل رحمۃ یعنی یہاں خدا تعالیٰ نے ہر قسم کی رحمت رکھ دی ہے۔ دیگر ممالک میں مقبرہ ہائے موصیان ہیں یعنی موصی وہاں دفن ہوتا ہے اور غیر موصی کسی اور جگہ۔ اگر موصی پاکستانی ہے تو اس کی یادگار بہشتی مقبرہ میں لگائی جاتی ہے۔

بہشتی مقبرہ کی عمومی نگرانی سیکرٹری مجلس کارپرداز کی ذمہ داری ہے جن میں روشنی، صفائی، تزئین اور دیگر انتظامات شامل ہیں وہاں حفاظت کا بھی باقاعدہ انتظام ہے۔

کتبہ لگانے کا طریق

قبر پر کتبہ لگانے کے دو طریق ہیں پہلے طریق میں دفتر وصیت خود کتبہ بنا کر لگاتا ہے اور اگر موصی کے ورثاء کتبہ خود لگانا چاہیں تو ان کو اجازت ہوتی ہے۔ اس کا باقاعدہ ایک سائز مقرر ہے اور اس کی عبارت بھی دفتر کی اجازت سے لکھی جاتی ہے۔ کتبہ میں نام، ولدیت، تاریخ وفات، وصیت نمبر، حصہ وصیت، خلیفہ وقت کی طرف سے اگر غیر معمولی خوشنودی ہو یا نمایاں خدمات سلسلہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بہشتی مقبرہ میں باقاعدہ ایک رجسٹر رکھا گیا ہے اگر آپ کو معلوم نہیں کہ کون کہاں دفن ہے تو اس رجسٹر میں حروف تہجی کے لحاظ سے نام تلاش کرسکتے ہیں۔ اگر تاریخ یا مہینہ ہی یاد ہو تو تاریخ وفات کے لحاظ سے نام تلاش کیا جاسکتا ہے۔

موصیان کی ذمہ داری

جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی توفیق ملی، وہاں ان پر یہ بھی فرض اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بھی ان لوگوں کو شامل کریں جو اس نظام میں شامل ہونے کے اہل ہیں۔ انہوں نے ایسا رستہ اختیار کیا جو تقویٰ و طہارت کا رستہ ہے اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے تحت انہوں نے جنت کے وارث بننے کے لئے یہ رستہ اختیار کیا ہے۔ اگر موصی ایک یہ ذمہ داری بھی ادا کرے کہ جہاں وہ خود تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہاں اپنے رشتہ داروں کو بھی اس طرف لائے۔ اس لحاظ سے اگر ہر موصی ایک سال میں ایک شخص کو اس نظام میں لے کر آئے یہ نظام کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے اس طرح بکثرت لوگ اس میں شامل ہو رہے ہوں گے۔

حضور انور کی خواہشات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کے حوالے سے جن خواہشات کا ذکر فرمایا ہے ان کو پورا کرنا چاہئے۔ جنوری 2006ء سے ہم نظام وصیت کی دوسری صدی میں داخل ہوجائیں گے۔ یہ وہ نظام ہے جس نے بالآخر ساری دنیا پر چھا جانا ہے۔ بنیادی طور پر مامور زمانہ کی یہ وصیت ہے جس میں حضرت مسیح موعود نے دو وصیتیں کی ہیں ایک نظام خلافت سے وابستگی اور دوسرے نظام وصیت میں شمولیت۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنے زیادہ لوگ نظام وصیت میں شامل ہوں گے اتنا زیادہ استحکام خلافت ہوگا جو ہر ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اس لحاظ سے بھی نظام وصیت میں شامل ہونے کی اہمیت ہے کیونکہ یہ کامل ایمان کی علامت ہے۔

موصیان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ سال میں کم از کم دو افراد کو قرآن کریم ناظرہ پڑھائیں اور جو قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں ان کو ترجمہ پڑھائیں۔

ڈاکٹر عاصم محمد طارق صاحب

مختصر تاریخ شعبہ وصایا جماعت احمدیہ جرمنی

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد پر جرمنی کی پہلی نیشنل مجلس عاملہ کی تشکیل ہوئی۔ اس سے قبل ابتدائی دنوں میں مکرم رانا محمد اسلم صاحب مرحوم نے جب شعبہ وصایا کا کام کیا تو اس وقت موصیان کی تعداد 125 تھی۔ اس کے بعد 83-1982ء میں مکرم محمد احمد گردیزی صاحب نے بطور سیکرٹری وصایا خدمات سرانجام دیں۔ مارچ 1985ء کے بعد کچھ عرصہ چوہدری مقصود احمد صاحب (موجودہ صدر مجلس انصاراللہ جرمنی) سیکرٹری وصایا رہے۔

1986ء میں مکرم سلیم گیلانی صاحب سیکرٹری وصایا رہے۔ 1991ء تا 2004ء مکرم محمد رشید جوئیہ صاحب نے سیکرٹری وصایا خدمات سرانجام دیں۔ 2004ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں مکرم اکرام اللہ چیمہ صاحب سیکرٹری وصایا منتخب ہوئے۔ جو تا حال خدا کے فضل سے خدمت کر رہے ہیں اس وقت شعبہ میں مکرم مشتاق ملک صاحب بطور نیشنل اسسٹنٹ سیکرٹری وصایا جرمنی خدمت کر رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ موصیان کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا اور 2003ء تک یہ تعداد 810 تک پہنچ چکی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی 2003ء کے موقع پر نیشنل عاملہ جماعت احمدیہ جرمنی کو ایک میٹنگ میں جماعت جرمنی کے 20 فیصد چندہ دہندگان کو نظام وصیت میں شامل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمایاں تیزی آئی اور احباب جماعت پیارے آقا کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس بابرکت نظام میں شامل ہونا شروع ہوئے۔

2004ء میں جلسہ سالانہ UK کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ عالمگیر کو آئندہ سال (2005ء) تک 15000 نئی وصایا اور 2008ء تک جماعت احمدیہ عالمگیر کے 50 فیصد چندہ دہندگان کو اس نظام میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے احباب جماعت جرمنی نے ہمیشہ کی طرح پیارے آقا کی آواز پر دیوانہ وار لبیک کہا اور بڑی سرعت کے ساتھ اس بابرکت نظام میں شمولیت اختیار کی۔ چنانچہ 05-2004ء میں 1100 نئی وصایا مجلس کارپرداز ربوہ کو بغرض منظوری ارسال کی گئیں۔

(احمدیہ بلیٹن جرمنی 2004ء)

غلام مصطفیٰ تبسم صاحب

نظام وصیت میں شامل 75 ملکوں کا تعارف

نمبر شمار	ملک	دارالحکومت	رقبہ	آبادی	یوم آزادی	کرنسی
1	بھارت	نئی دہلی	32,87,263 مربع کلومیٹر	ایک ارب	15/اگست 1947ء	روپیہ
2	پاکستان	اسلام آباد	8,03,940 مربع کلومیٹر	14 کروڑ	14/اگست 1947ء	روپیہ
3	جاپان	ٹوکیو	3,77,708 مربع کلومیٹر	12 کروڑ 70 لاکھ	28/اپریل 1952ء	ین
4	جنوبی کوریا	سیول	99,274 مربع کلومیٹر	4 کروڑ 50 لاکھ	15/اگست 1948ء	وون
5	ملائیشیا	کوالالمپور	3,29,747 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 93 لاکھ	31/اگست 1957ء	رنگٹ
6	انڈونیشیا	جکارتہ	19,19,440 مربع کلومیٹر	21 کروڑ 65 لاکھ	27 دسمبر 1949ء	روپیہ
7	سنگاپور	سنگاپور	640 مربع کلومیٹر	29 لاکھ 50 ہزار	9/اگست 1965ء	ڈالر
8	سری لنکا	کولمبو	65,610 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 85 لاکھ	4 فروری 1948ء	روپیہ
9	بحرین	مانامہ	685 مربع کلومیٹر	5 لاکھ 95 ہزار	15/اگست 1971ء	دینار
10	یمن	صنعاء	5,27,968 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 39 لاکھ	22 مئی 1990ء (یوم وفاق)	ریال
11	ایران	تہران	16,48,000 مربع کلومیٹر	6 کروڑ 70 لاکھ	26 فروری 1921ء	ریال
12	کویت	کویت	17,818 مربع کلومیٹر	16 لاکھ 25 ہزار	19 جون 1961ء	دینار
13	عمان	مسقط	2,12,457 مربع کلومیٹر	18 لاکھ 50 ہزار	8 ستمبر 1970ء	ریال عمان
14	سعودی عرب	ریاض	22,40,000 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 75 لاکھ	23 ستمبر 1932ء (قومی دن)	ریال
15	شام	دمشق	1,85,180 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 39 لاکھ	17/اپریل 1944ء	لیرا پاؤنڈ
16	متحدہ عرب امارات	ابوظہبی	77,700 مربع کلومیٹر	18 لاکھ 77 ہزار	2 دسمبر 1971ء	درہم
17	تھائی لینڈ	بنکاک	5,13,115 مربع کلومیٹر	5 کروڑ 93 لاکھ	24 جون 1932ء	بھات
18	ہانگ کانگ	وکٹوریہ	1,043 مربع کلومیٹر	52 لاکھ		
19	افغانستان	کابل	6,52,225 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 90 لاکھ	27 مئی 1919ء	افغانی
20	بنگلہ دیش	ڈھاکہ	1,43,998 مربع کلومیٹر	12 کروڑ 75 لاکھ	16 دسمبر 1971ء	ٹکہ
21	قازقستان	اکمولا	27,17,300 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 76 لاکھ	16 دسمبر 1991ء	ٹینگی
22	کرغستان	بشکیک	1,98,500 مربع کلومیٹر	46 لاکھ	31/اگست 1991ء	سوم
23	گھانا	اکرہ	2,38,537 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 75 لاکھ 25 ہزار	5 مارچ 1957ء	سیڈی
24	نائیجیریا	ابوجہ	9,23,768 مربع کلومیٹر	12 کروڑ 50 لاکھ	یکم اکتوبر 1960ء	نائرہ
25	گیمبیا	بانجول	11,295 مربع کلومیٹر	12 لاکھ 5 ہزار	18 فروری 1965ء	ڈلاسی
26	آئیوری کوسٹ	آبی جان	3,22,463 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 48 لاکھ	7/اگست 1960ء	فرانک
27	لائبیریا	منروویا	1,11,369 مربع کلومیٹر	30 لاکھ	26 جولائی 1847ء	لائبیرین ڈالر
28	سیرالیون	فری ٹاؤن	71,740 مربع کلومیٹر	48 لاکھ	27/اپریل 1960ء	لیون
29	بورکینا فاسو	اوگاڈوگو	2,74,200 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 5 لاکھ	5/اگست 1960ء	فرانک
30	بینن	پورٹونووو	1,12,622 مربع کلومیٹر	60 لاکھ	یکم اگست 1960ء	فرانک
31	گنی	مالابو	28,051 مربع کلومیٹر	4 لاکھ 10 ہزار	12/اکتوبر 1968ء	فرانک
32	سینیگال	ڈاکار	1,96,722 مربع کلومیٹر	83 لاکھ	20/اگست 1960ء	فرانک
33	ماریشس	پورٹ لوئیس	2,040 مربع کلومیٹر	11 لاکھ 25 ہزار	12 مارچ 1968ء	روپیہ
34	کینیا	نیروبی	5,82,646 مربع کلومیٹر	2 کروڑ 90 لاکھ	12 دسمبر 1963ء	شلنگ
35	تنزانیہ	دارالسلام	9,45,087 مربع کلومیٹر	3 کروڑ	26/اپریل 1964ء	شلنگ
36	یوگنڈا	کمپالا	2,14,139 مربع کلومیٹر	2 کروڑ 7 لاکھ	9/اکتوبر 1962ء	شلنگ

37	کانگو	کنشاسا	23,45,410 مربع کلومیٹر	5 کروڑ 5 لاکھ	30 جون 1960ء	
38	جنوبی افریقہ	پریٹوریا	12,23,201 مربع کلومیٹر	4 کروڑ 28 لاکھ	31 مئی 1961ء	رینڈ
39	زمبابوے	ہرارے	3,90,759 مربع کلومیٹر	11 کروڑ 60 لاکھ	18 اپریل 1980ء	ڈالر
40	زیمبیا	لوساکا	7,52,614 مربع کلومیٹر	94 لاکھ	24 اکتوبر 1964ء	کواچہ
41	موریطانیہ	نواکشوط	10,30,700 مربع کلومیٹر	24 لاکھ	28 نومبر 1960ء	اوقیہ
42	مصر	قاہرہ	9,97,739 مربع کلومیٹر	5 کروڑ 84 لاکھ	15 مارچ 1922ء	جنیہ
43	انگولا	لوانڈا	12,46,700 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 15 لاکھ	11 نومبر 1975ء	کوانزا
44	بوٹسوانہ	گیبرون	6,00,372 مربع کلومیٹر	14 لاکھ 50 ہزار	30 ستمبر 1966ء	پولا
45	انگلینڈ	لندن	2,44,820 مربع کلومیٹر	6 کروڑ		پونڈ سٹرلنگ
46	روس	ماسکو	1,70,75,400 مربع کلومیٹر	14 کروڑ 65 لاکھ	15 مارچ 1917ء (یوم انقلاب)	روبل
47	پولینڈ	وارسا	3,12,683 مربع کلومیٹر	3 کروڑ 90 لاکھ	22 جولائی 1944ء	زلوٹی
48	بیلجیئم	برسلز	30,518 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ ایک لاکھ 50 ہزار	4 اکتوبر 1930ء	یورو
49	ڈنمارک	کوپن ہیگن	43,075 مربع کلومیٹر	52 لاکھ 10 ہزار		کرون
50	ہالینڈ	ایمسٹرڈیم	41,526 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 55 لاکھ	25 جولائی 1581ء	یورو
51	فرانس	پیرس	5,47,030 مربع کلومیٹر	5 کروڑ 90 لاکھ	ستمبر 1944ء	یورو
52	البانیہ	تیرانہ	28,748 مربع کلومیٹر	35 لاکھ 25 ہزار	28 نومبر 1912ء	لیک
53	پرتگال	لزبن	92,082 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ	10 جون 1910ء	یورو
54	جرمنی	برلن	3,56,755 مربع کلومیٹر	8 کروڑ 20 لاکھ	3 اکتوبر 1990ء (یوم متحدہ)	یورو
55	اٹلی	روم	3,01,245 مربع کلومیٹر	5 کروڑ 75 لاکھ	2 جون 1946ء (یوم جمہوریہ)	یورو
56	ناروے	اوسلو	3,23,877 مربع کلومیٹر	43 لاکھ 60 ہزار	7 جون 1905ء	کرونا
57	سپین	میڈرڈ	5,04,782 مربع کلومیٹر	3 کروڑ 95 لاکھ	12 اکتوبر 1492ء (قومی دن)	یورو
58	سویڈن	سٹاک ہالم	4,49,964 مربع کلومیٹر	89 لاکھ 50 ہزار	6 جون 1859ء	کرونا
59	سوئٹزرلینڈ	برن	41,288 مربع کلومیٹر	70 لاکھ	یکم اگست 1291ء	سوئس فرانک
60	ترکی	انقرہ	7,79,452 مربع کلومیٹر	6 کروڑ 12 لاکھ	29 اکتوبر 1923ء	لیرا
61	یوگوسلاویہ	بلغراد	1,02,173 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 12 لاکھ	29 نومبر 1945ء	دینار
62	بیلارس	منسک	2,07,600 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 51 لاکھ	25 اگست 1991ء	بل روبل
63	بوسنیا	سارا جیوو	51,233 مربع کلومیٹر	36 لاکھ	یکم مارچ 1992ء	دینار
64	فن لینڈ	ہیلسنکی	3,38,145 مربع کلومیٹر	51 لاکھ	6 دسمبر 1917ء	یورو
65	امریکہ	واشنگٹن	96,29,091 مربع کلومیٹر	27 کروڑ 30 لاکھ	4 جولائی 1776ء	ڈالر
66	سورینام	پاراماریبو	1,63,820 مربع کلومیٹر	4 لاکھ 75 ہزار	25 نومبر 1975ء	گلڈر
67	گیانا	جارج ٹاؤن	2,10,969 مربع کلومیٹر	8 لاکھ 26 ہزار	26 مئی 1966ء	ڈالر
68	گنی بساؤ (افریقہ)	بساؤ	36,125 مربع کلومیٹر	12 لاکھ	10 ستمبر 1974ء	پیسو
69	برازیل	برازیلیا	85,11,966 مربع کلومیٹر	16 کروڑ 15 لاکھ	7 ستمبر 1822ء	ریئل
70	گوئٹے مالا	گوئٹے مالا	1,08,889 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 10 لاکھ	15 ستمبر 1821ء	کوئٹزل
71	کینیڈا	اوٹاوا	99,70,610 مربع کلومیٹر	3 کروڑ 10 لاکھ	یکم جولائی 1867ء (یوم وفاق)	ڈالر
72	آسٹریلیا	کینبرا	76,82,300 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ 88 لاکھ	یکم جنوری 1901ء	ڈالر
73	نیوزی لینڈ	ولنگٹن	2,70,534 مربع کلومیٹر	37 لاکھ	26 دسمبر 1907ء	ڈالر
74	فجی	سووا	18,330 مربع کلومیٹر	8 لاکھ	10 اکتوبر 1970ء	ڈالر
75	کمبوڈیا	نوم پنھ	1,81,035 مربع کلومیٹر	ایک کروڑ	9 نومبر 1953ء	ریئل

جماعت احمدیہ کا انفاق فی سبیل اللہ اغیار کی نظر میں

مرتبہ: ریاض محمود باجوہ صاحب

سلسلہ احمدیہ کے قیام کی حقیقی اور بنیادی غرض دنیا میں توحید کا قیام، دین حق کا تمام ادیان باطلہ پر غلبہ اور انسانی اقدار کی عظمت کا قیام ہے۔ حضرت مسیح موعود اپنے ایک شعر میں اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

ان عظیم الشان نیک مقاصد کے حصول اور اعلیٰ و ارفع اغراض کی تکمیل کے لیے جماعت احمدیہ جس جوش و جذبہ، عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ ایثار و قربانی کا جو قابل ذکر و ستائش نمونہ پیش کر رہی ہے اور دور حاضر میں دینی تقاضوں کو مجموعی طور پر جس شان کے ساتھ پورا کر رہی ہے اور جس تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف فاتحانہ رنگ میں بڑھ رہی ہے۔ روز افزوں ترقیات اور فتوحات اس کی بے مثال قربانیوں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کی قبولیت کا ایک روشن اور بین ثبوت ہے۔ مالی قربانی کے بارے میں اغیار کے بعض تاثرات اور اعترافات پیش خدمت ہیں۔

مولوی حبیب الرحمان صاحب

لدھیانوی صدر مجلس احرار

”ہم میاں محمود کے دشمن ہیں۔ وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہئے جماعت نے ایک لاکھ دے دیا۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اسے دگنا تگنا دے دیا“۔

(الفضل 26 اپریل 1935ء ص4)

”المنبر“ فیصل آباد

”تحریک جدید جس کا آغاز 1934ء میں اس سے ہوا تھا کہ مرزا محمود نے ساڑھے ستائیس ہزار روپے (تقریباً 9 ہزار روپے سالانہ) کا مطالبہ جماعت سے کیا تھا۔ اس کے جواب میں قادیانی امت نے تین سال کے عرصے میں تین لاکھ ترپن ہزار روپے پیش کیے۔ ابتداء میں یہ تحریک دس سال کے لیے تھی۔ 1944ء میں مزید نو سال کے لیے اس تحریک کو وسیع کر دیا گیا۔ لیکن 1953ء میں جب ”اینٹی قادیانی تحریک“ کا دور بیت چکا تو مرزا محمود نے نئے ولولوں کے ساتھ اعلان کیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں تحریک جدید کو اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک تمہارا سانس قائم ہے۔ (المصلح 11 نومبر 1953ء) چنانچہ اس تحریک کا گزشتہ سال کا بجٹ اڑتیس لاکھ روپے سے بھی زائد ہے۔ اس تحریک میں چندہ دینے والوں کی تعداد بائیس ہزار کے قریب ہے جو مستقل سالانہ چندہ ادا کرتے ہیں اور خواہ کتنے ہنگامی اور وقتی چندے انہیں دینا پڑیں تحریک جدید کا چندہ اس سے متاثر نہیں ہوتا“۔

(”المنبر“ فیصل آباد 11 اگست 1967ء ص8)

مدیر ”المنبر“ مزید لکھتا ہے۔

”قادیانی مالیاتی نظام تین حصوں پر مشتمل ہے۔

1۔ وقتی اور ہنگامی چندے۔ 2۔ مستقل چندے۔ 3۔ وقف جائیدادیں۔

وقتی اور ہنگامی چندوں کا سلسلہ لامتناہی اور طویل سے طویل تر ہے۔ بیوت الذکر کی تعمیر، مختلف ممالک کے دارالتبلیغ، کسی خاص سفر کے لیے چندہ، کسی ملکی مسئلے کے لیے خاص فنڈ، بعض تعلیمی سکیموں کے لیے خاص رقوم، تراجم قرآن مجید کے نام پر اپیل، الغرض ہر مسئلہ ہر عنوان پر تحریک ہوتی ہے اور جماعت اس پر لبیک کہتی ہے۔ ان وقتی چندوں کی مقدار، چند ہزار سے لاکھوں تک ہوتی ہے اور یہ تحریکات تقریباً سال بھر کسی نہ کسی عنوان سے جاری رہتی ہیں۔ ایک ختم تو دوسری شروع، دوسری جاری ہے تو تیسری کا آغاز، اس ضمن میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ مرزا محمود...... نے جو نفسیاتی محرکات ان تحریکات کے لیے تجویز کیے وہ بے حد کامیاب رہے“۔

(”المنبر“ فیصل آباد 11 اگست 1967ء ص7۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 8 ص 149-150)

ایثار اور قربانی کا اعتراف

2 مارچ 1956ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

”قادیانیوں نے گزشتہ پچاس سال میں اندرون اور بیرون ملک اپنی قومی زندگیوں کو قائم رکھنے اور قادیانی تحریک کو عام کرنے کے سلسلہ میں جو جدو جہد کی ہے اس کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ انہوں نے اس کے لیے ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ ملک میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیوی نقصانات برداشت کیے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں“۔

”ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اس سراب کو حقیقت سمجھ کر اس کے لیے جان و مال اور دنیوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت و افلاس کی زندگی اختیار کی“۔

”تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت تھی جس کے سرکاری خزانہ میں اپنے معتقدین کے لاکھوں روپے جمع تھے اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی تو قادیانیوں کا یہ سرمایہ جوں کا توں محفوظ ہو چکا تھا اور اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے از سر نو بحال ہو گئے۔ پھر یہ موضوع بھی مستحق توجہ ہے کہ یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے 313 افراد تقسیم کے بعد سے آج تک قادیان میں موجود ہیں اور وہاں اپنے مشن کے لیے کوشاں بھی ہیں اور منظّم بھی ...... قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو وہ ...... نظام ہے جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی جماعت بنا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ بھارت، کشمیر، انڈونیشیا، اسرائیل، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، برطانیہ، دمشق، نائیجیریا، افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں مرزا محمود احمد صاحب کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں اور ان کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائیدادیں ”صدر انجمن احمدیہ ربوہ“ اور ”صدر انجمن احمدیہ قادیان“ کے نام وقف کر رکھی ہیں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 16 ص535)

ایک پمفلٹ

17 مارچ 1973ء

ہر قادیانی اپنے باطل مذہب ...... کی اشاعت کے لیے اپنی آمد میں سے 1/16 یا 1/10 حصہ دیتا ہے۔ 1/10 حصہ جو شخص جماعت کے نام وقف کردے وہ ان کے نزدیک بہشتی شمار ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے جن کے نام باقاعدہ ان کے اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لیے ابھی تک ایک عاشق بھی ایسا نہیں ملا جو 1/10 چھوڑ 1/100 حصہ بھی وقف کر دیتا“۔

(بحوالہ ماہنامہ الفرقان جنوری 1974ء ص20)

مسٹر سرت چندر بوس کے تاثرات

مسٹر سرت چندر بوس جو بابو سبھاش چندر بوس صدر آل انڈیا کانگریس کے بھائی تھے۔ انہوں نے احمدیہ مشن کلکتہ میں جماعتی اجلاس کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

”جماعت احمدیہ میں بکثرت ایسے اہل علم، قربانی کرنے والے اور ایثار پیشہ اصحاب موجود ہیں جن کی متواتر سرگرمیوں کے باعث آپ کی جماعت کے بانی کی (دعوت) زمین کے آخری کناروں تک پہنچ چکی ہے“۔

(الفضل 23 مارچ 1938ء)

مسٹر ایم۔ جے آغا

مسٹر ایم۔ جے آغا اپنی کتاب ”مذہبی تحریکات ہند“ میں لکھتے ہیں:۔

احمدی جماعت کے موجودہ سربراہ میاں محمود صاحب نے دیگر ممالک میں بھی مشن قائم کیے اور احمدی مخلصین نے غیر ممالک میں (دعوت الی اللہ) کے نام پر دل کھول کر مالی قربانیاں پیش کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت نے اپنی ......سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ گزشتہ پچاس کے عرصہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں ان کے مشن عیسائی مبلغین کے مقابلے میں محدود ذرائع کے باوجود اچھا کام کر رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں اہلسنت والجماعت کے لوگ سواد اعظم کی حیثیت سے پچاس کروڑ کی تعداد میں ہیں، وسیع ذرائع اور وسائل کے باوجود ان کے دل میں تبلیغ اسلام کا کبھی خیال نہیں آیا“۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 8 ص146)

مولوی ظفر علی خاں صاحب

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے 13 مارچ 1936ء کو مسجد خیر الدین امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”احراریو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے“۔

(”ایک خوفناک سازش“ مصنفہ مظہر علی اظہر ص196)

سردار ارجن سنگھ عاجز

”قادیانی جائیداد“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

احمدیوں کی انجمن کے پاس لاکھوں روپیہ کی جائیداد ہے جس کے انتظام کے لیے ایک علیحدہ محکمہ جاری ہے۔ اگرچہ قادیان میں اکثر لوگوں کی پرائیویٹ جائیدادیں بھی ہیں مگر خود انجمن کی کافی جائیداد ہے جن کی فروخت سے لاکھوں روپیہ وصول ہو سکتا ہے۔ قادیان کے تمام دفاتر تمام مدارس اور تمام انسٹیٹیوشنوں کی عمارتیں انجمن کی اپنی ملکیت ہیں۔ اس کے علاوہ قادیان کے گردونواح میں کئی گاؤں انجمن کی اپنی ملکیت ہیں۔ علاوہ براں سندھ میں کئی گاؤں ایسے ہیں جو احمدیوں کی پرائیویٹ جائیداد ہونے کے علاوہ اس کا بیشتر حصہ انجمن کی ملکیت ہے۔ اور اس طرح

انجمن کو ہزارہا روپیہ محض جائیدادوں کے کرایہ اور فصلوں وغیرہ کے ذریعہ وصول ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ماہوار مستقل چندوں کے ذریعہ اور ہنگامی عطیوں کے ذریعہ بے شمار روپیہ حاصل ہو جاتا ہے اور ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ قادیان کی انجمن کی حیثیت ان کی آبادی تعداد اور اہمیت کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ غیر ممالک میں بھی جہاں کہیں قادیانی مشن قائم ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر مقامات پر احمدیوں نے اپنی عمارتیں بنوائی ہیں۔ اکثر ممالک میں احمدی جماعت نے ...... بھی تعمیر کر لی ہیں اور ہم بڑے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس جماعت کی مالی حالت نہایت مضبوط ہے اور چندوں اور آمدن کی حیثیت سے ہی اس جماعت کی حیثیت کافی بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کی ساکھ مستقل بنیادوں پر قائم ہے اور لوگ اس کے طور طریقوں کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ کئی ہزار عورتوں اور مردوں نے اپنی جائیداد کے 1/3 حصہ تک صدر انجمن احمدیہ کے نام وصیت کر رکھی ہے اور اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ کروڑہا روپیہ کی ایسی جائیداد وہ ہے جو مستقبل قریب میں اس انجمن کی ملکیت ہونے والی ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ آئے دن احمدی اپنی جائیدادوں کی وصیتیں کرتے جا رہے ہیں اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا"۔

("سیر قادیان" مصنفہ سردار ارجن سنگھ عاجز ایڈیٹر اخبار "رنگین" امرتسر ص 11 تا 13)

مولوی عبد المجید قرشی

ایڈیٹر اخبار "تنظیم" امرتسر جماعت احمدیہ کے مختلف شعبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے 28 دسمبر 1926ء کو لکھتے ہیں:۔

نظارت بہشتی مقبرہ

مذہبی طور پر "بہشتی مقبرہ" کی تحریک کو "اوہام پرستی" سے زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے لیکن جب "فراہمی سرمایہ" کے اعتبار سے اس تحریک کے پردے میں سونے اور چاندی کے دریا بہہ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اکالی قوم نے اصلاحی اوقاف کے سلسلے میں لاکھوں اور کروڑوں کی جائیداد پر قبضہ کر لیا لیکن "بہشتی مقبرہ کی تحریک" سرمایہ کے اعتبار سے سکھوں کی گوردوارہ تحریک سے بھی زیادہ اہم ثابت ہو رہی ہے۔ قادیان میں نظارت بہشتی مقبرہ کا ایک مستقل محکمہ ہے جس کے ماتحت ہر ایک احمدی آبادی میں شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ ماتحت شاخوں کا فرض ہے کہ وہ احمدیوں کو تلقین کرتے رہیں کہ وہ اپنی جائیداد کا یا کل آمدنی اور کل جائیداد کا دسواں حصہ باقاعدہ "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کے نام وصیت کریں۔ اس قسم کے وصیت کرنے والے احباب کو قبرستان "بہشتی مقبرہ" میں دفن ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس وقت تک سوا دو ہزار کے قریب مرد اور عورتیں اپنے مکانات، زمین، زیورات اور موجودہ آمدنی کا دسواں، آٹھواں اور پانچواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وصیت کر چکے ہیں جس کی آمدنی وصیت کرنے والوں کے انتقال کے بعد اشاعت ...... میں خرچ ہو گی ...... یہ تحریک روز بروز وسعت و اہمیت حاصل کر رہی ہے۔ اگر آئندہ چند سال میں 50 ہزار یا ایک لاکھ آدمیوں نے اپنی جائیداد اور آمدنی کے آٹھویں یا دسویں حصے صدر انجمن احمدیہ کے نام وصیت کر دیے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ "صدر انجمن احمدیہ" کی آمدنی کئی لاکھ روپیہ ماہوار تک پہنچ جائے گی۔ اس قدر وسیع اور عظیم جائیداد کا سنبھالنا اگرچہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ نظام کی پختگی اور قواعد کی پابندی کے باعث "انگریز" سلطنت ہندوستان کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس وقت جس طریق پر "احمدیہ جماعت" اپنی تحریک کو آگے بڑھا رہی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس جائیداد کے تسلط، تصرف اور انتظام پر بھی قادر ہو گی۔

سالانہ جلسہ

مختلف تحریکات کی عظمت ان کے سالانہ اجتماعات پر منحصر ہے۔ قادیان کے سالانہ جلسہ کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس سال جلسے کی مہمان داری، پنڈال، فرش فروش وغیرہ پر کم و بیش 20 ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ 15 دسمبر تک 'جلسہ فنڈ' میں سات ہزار نقد جمع ہو چکا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گھی، آٹا، دال، چاول وغیرہ سامان رسد کس قدر جمع ہوا ہے۔ سالانہ جلسہ میں کوئی چندہ جمع نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ہر ایک احمدی کی آمدنی میں اس کے اہل و عیال کی طرح برابر کی شریک ہے اور غالباً ہر ایک احمدی کو ہر مہینے اپنی آمدنی میں سے ایک مقررہ رقم انجمن کو لازمی طور پر بھیجنی پڑتی ہے۔

احمدیہ بک ڈپو

سلسلہ احمدیہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات کی مانگ بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ چونکہ آپ کی اکثر کتابیں ختم ہو چکی ہیں۔ اس لیے انہیں دوبارہ چھپوانے کے لیے ایک خاص فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ابتداءً ہی میں 24,23 ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ 21 دسمبر کے الفضل میں مینیجر بک ڈپو نے اس فنڈ کی ترقی کے لیے اپیل کی ہے۔

بیت فضل فنڈ

احمدیہ جماعت کے استعداد، عمل اور قوت و قابلیت کا اصل اندازہ ...... الفضل لندن کی تعمیر و تکمیل کے کام سے لگایا جا سکتا ہے۔ سرزمین انگلستان میں یہ پہلی ...... ہے جو ...... کے روپے سے پایہ تکمیل تک پہنچی ہے۔ تعمیر ...... کی تحریک 6 جنوری 1920ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی، اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع و طاعت کا "اسوہ حسنہ" اور کیا ہو سکتا ہے کہ 10 جون تک ساڑھے اٹھہتر ہزار روپیہ نقد اس کارِ خیر کے لیے جمع ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعہ نظم و ضبط امت اور ایثار و فدویت امر کی حیرت انگیز مثال نہیں۔

درس عظیم

یہ صرف چند اشارے ہیں۔ جماعت احمدیہ اس وقت جو کچھ کر رہی ہے یا آئندہ کرے گی۔ ہر ایک منظم جماعت وہی کچھ بلکہ کچھ اس سے زیادہ کر کے دکھلا سکتی ہے۔ ...... نے قرون اولی میں جس قدر کارنامے سرانجام دیے ان کی پشت پر تنظیم و جماعت کی الٰہی قوت کارفرما تھی۔ عظمت و وقار کا حقیقی راز "ید اللہ فوق الجماعۃ" کے فرمان نبویؐ میں مضمر تھا۔ افسوس کہ آج "حق پرست" ...... اس "درس عظیم" کو فراموش کر رہے ہیں"۔

(بحوالہ "تاثرات قادیان" مؤلفہ ملک فضل حسین صاحب طبع اول ص 173 تا 175)

اخبار "تیج" دہلی

25 جولائی 1927ء لکھتا ہے:۔

"مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی عورتیں ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔

چند سال ہوئے ان کے امیر نے ایک ...... کے لیے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندے سے ہی پوری کی جائے۔ چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے پچاس ہزار کی بجائے پچپن ہزار روپیہ جمع کر دیا۔

روپیہ کا سوال

کسی انجمن یا تحریک کو چلانے کے لیے اخلاص، جوش صادق اور صحیح طریق کار کے بعد سب سے اہم سوال روپیہ کا ہوتا ہے۔ اس سوال کو بھی ان لوگوں نے نہایت خوبی سے حاصل کیا ہے۔ ان کی آمدنی کے مفصلہ ذیل ذرائع ہے۔

1۔ ہر ایک احمدی کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی آمدنی میں سے کم سے کم ایک آنہ فی روپیہ جماعت کو دے اور یہ لوگ اس حکم کی نہایت سختی سے پابندی کرتے ہیں۔

2۔ ...... کے قوانین کے مطابق ہر ایک شخص کو جس کے پاس تقریباً 52 تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا مویشیوں اور مال تجارت کی ایک خاص مقدار ہو۔ اس کو بعض شرائط کی پابندی کے ساتھ اس کا اڑھائی فیصدی بطور مذہبی ٹیکس کے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس کو شریعت ...... کی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں۔ ہر ایک احمدی مرد و عورت اپنے حصہ کی زکوٰۃ اپنی مرکزی انجمن کو دیتا ہے۔ اس طرح سے خاصی آمدنی ہو جاتی ہے۔

3۔ قادیان میں مرزا غلام احمد نے بہشتی مقبرہ کے نام سے ایک خاص قبرستان بنایا تھا۔ اس کے متعلق احمدی لوگوں کا خیال ہے کہ جو اس میں دفن کیا جاتا ہے وہ سیدھا بہشت میں جاتا ہے اور اس میں مرنے کے بعد دفن ہونا چاہتا ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ اپنی جائیداد کا کم از کم دسواں حصہ جماعت کو دے۔ اس طریقے سے احمدیہ جماعت کو ہر سال ایک کافی رقم حاصل ہو جاتی ہے۔

ان طریقوں کے علاوہ وقتاً فوقتاً امیر چندہ کی اپیلیں کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ چند ماہ ہوئے۔ امیر نے 25 لاکھ کی اپیل کی ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ آج تک کوئی اپیل رائیگاں نہیں گئی۔

(بحوالہ "تاثرات قادیان" ص 230 تا 232)

سید محمد علی مونگھیری

"ان کی سعی اور کوشش اس قدر ان تھک اور منظم ہے جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔ ...... ان کے پاس کوئی بینک نہیں، کوئی ریاست نہیں صرف ایک بات ہے کہ مرزا نے کہہ دیا کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کے لئے کچھ دے ...... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاس بیت المال میں لاکھوں روپیہ جمع ہو گیا۔ ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ دیتا ہے اور بعض تو تہائی اور چوتھائی قادیان بھیجتے رہتے ہیں جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔

(کمالات محمدیہ ص 275)

ابتدائی 300 موصیان کی فہرست

بمطابق نقول وصایا (مرسلہ: سیکرٹری مجلس کارپرداز)

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
1	حضرت محمد حسن صاحب دفتری	کرم دین صاحب	چنیوٹ
2	مولوی غلام محمد صاحب	عطاءاللہ صاحب	قادیان
3	خداداد خان صاحب مع اہلیہ کرم بی بی صاحبہ	پہلوان خان صاحب	گھوگھیاٹ حال قادیان
4	مولوی عنایت اللہ صاحب	قریشی محمد حسین صاحب	چبہ سندھواں گوجرانوالہ
5	احمد حسین صاحب	شیخ غلام حسین صاحب	فرید آباد
6	معراج الدین صاحب عمر		لاہور
7	محمد حسن صاحب	صوبے خان صاحب	تلونڈی عنایت خاں۔سیالکوٹ
8	فتح الدین صاحب	محکم الدین صاحب	ریاست کپورتھلہ
9	بابوشاہ دین صاحب	شیخ احمد صاحب	ساہووالہ۔سیالکوٹ
10	مولوی غلام نبی صاحب	چانن صاحب	ماہل پور۔ہوشیارپور
11	شیخ نور احمد صاحب	غلام غوث صاحب	جالندھر
12	منصب علی صاحب	مراد علی صاحب	پہلور۔جالندھر
13	کرم بی بی صاحبہ	اہلیہ خداداد خاں صاحب	قادیان۔حال حیدرآباد سندھ
14	غلام محمد صاحب	میاں امیر بخش صاحب	قلعہ صوبا سنگھ۔سیالکوٹ
15	چوہدری عبداللہ خاں صاحب	چوہدری غلام حسین صاحب	بہلولپور 127 ر۔ب
16	فضل الدین صاحب	اللہ دین صاحب	کھاریاں۔گجرات
17	گلاب خان صاحب	سراب خان صاحب	گرورٹی۔ضلع مین پوری
18	عبدالغنی خاں صاحب	مولا بخش صاحب	سنور۔ریاست پٹیالہ
19	کریم بخش صاحب	لہنا صاحب	رائے پور۔ریاست نابو
20	عبداللہ صاحب	مراد صاحب	یوسف والا چک 278 لائلپور
21	میاں احمد دین صاحب زرگر	محمد عارف صاحب زرگر	قادیان حال ربوہ
22	مولوی فتح الدین صاحب مع اہلیہ	پیر بخش صاحب	دھرمکوٹ۔گورداسپور
23	ظہور الدین صاحب اکمل	مولوی امام الدین صاحب	گولیکی گجرات۔حال قادیان
24	بابو غلام محمد صاحب	میاں محمد بخش صاحب	(ٹائم کیپر محکمہ ریلوے) لاہور
25	محمد علی صاحب	فضل الدین صاحب	جلال پور جٹاں۔گجرات
26	عبدالسمیع صاحب	عبدالرحمٰن صاحب	سراوہ۔حال کپورتھلہ
27	مولا بخش صاحب	سلطان بخش صاحب	لاہور
28	غلام نبی صاحب بھٹی	حاجی فضل دین صاحب	چکوال۔حال قادیان
29	فیاض علی صاحب	رسول بخش صاحب	سراوہ
30	خداداد خان صاحب	پہلوان خان صاحب	گھوگھیاٹ حال قادیان
31	حاجی مفتی گلزار محمد صاحب	مفتی محمد بخش صاحب	بٹالہ
32	عبدالغنی خاں صاحب سنوری	مولا بخش صاحب	پٹیالہ
33	عبداللہ شاہد صاحب	برکت علی شاہد صاحب	پسرور۔سیالکوٹ
34	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	بشیر احمد صاحب	امرتسر
35	حکیم شیخ نور محمد صاحب	ہرکشن داس	لاہور
36	حافظ نور احمد صاحب	قادر بخش صاحب	لدھیانہ
37	قاضی عبدالرحیم صاحب اوورسیر	قاضی ضیاءالدین صاحب	گورداسپور۔حال ربوہ

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
38	صالح بی بی صاحبہ	اہلیہ قاضی عبدالرحیم صاحب	قادیان۔حال راولپنڈی
39	آمنہ بی بی صاحبہ	اہلیہ عبداللہ خان صاحب	بہلولپور 127 ر۔ب
40	غلام نبی صاحب	چانن صاحب	ماہل پور۔ہوشیارپور
41	مفتی محمد صادق صاحب بھیروی	عنایت اللہ صاحب	قادیان
42	حکیم فضل الدین صاحب	کرم الدین صاحب	بھیرہ
43	غلام سرور صاحب	صوبے خاں صاحب	تلونڈی عنایت اللہ۔سیالکوٹ
44	محمد عجب خان صاحب	محمد شریف خان صاحب	زیدہ صوابی۔پشاور
45	غلام احمد صاحب	محمد بخش صاحب	کوٹلی ارائیں۔سیالکوٹ
46	مولوی محمد اسماعیل صاحب	غلام احمد صاحب	بھڈال۔سیالکوٹ
47	راج بی بی صاحبہ	اہلیہ محمد اسماعیل صاحب	بھڈال۔سیالکوٹ
48	اللہ دتہ صاحب	محمد قاسم صاحب	ریاست جموں
49	مریم بی بی صاحبہ	اہلیہ میاں اللہ دتہ صاحب	ریاست جموں
50	محمد دین صاحب	عزیز الدین صاحب	گجو چک۔گوجرانوالہ
51	شیر محمد صاحب	میاں نتھو صاحب	پھلّور حال لاہور
52	سلطان حامد صاحب	میاں صلاح الدین صاحب	قتال پور۔ملتان
53	حکیم عطا محمد صاحب	حافظ غلام محمد صاحب	لاہور
54	الٰہی بخش صاحب		سمبڑیال۔سیالکوٹ
55	مہر غلام حسین صاحب نمبردار	مہر نتھو آرائیں صاحب	سیالکوٹ
56	مولوی شیر علی صاحب	نظام الدین صاحب	قادیان
57	بیگم بی بی صاحبہ	اہلیہ مولوی شیر علی صاحب	بدر۔شاہ پور
58	بابو جمال الدین صاحب	محمد سلطان صاحب	گلی باغ مہان سنگھ۔گوجرانوالہ
59	سید احمد نور کابلی صاحب	اللہ نور صاحب	کابل
60	خدا بخش صاحب پٹواری		بھاگووال۔سیالکوٹ
61	محمد حسین صاحب	سید محمد شاہ صاحب	دھرمکوٹ۔گورداسپور
62	میر عابد علی صاحب	میر محمد شاہد صاحب	دھرمکوٹ۔گورداسپور
63	حسین بخش صاحب	صوبا جٹ صاحب	شہزادہ۔گورداسپور
64	احمد بخش صاحب	باغ علی صاحب	دھرمکوٹ۔گورداسپور
65	مستری محمد موسیٰ صاحب	کریم بخش صاحب	لاہور
66	محمد شادی خان صاحب	جیون صاحب	سیالکوٹ
67	سید محمد حسین صاحب		لاہور
68	حضرت میر ناصر نواب صاحب مع اہلیہ	میر ناصر امیر صاحب	دہلی۔قادیان
69	حکیم فضل الٰہی صاحب		لاہور
70	فاطمہ بیگم صاحبہ	محمد علی صاحب	قادیان
71	حافظ محمد اسحاق صاحب	چراغ دین صاحب	بھیرہ۔حال حیدرآباد دکن
72	غلام محمد خان صاحب		میانوالی
73	حضرت مولوی سکندر علی صاحب	چوہدری ولیداد صاحب	210 /گ۔ب فیصل آباد
74	امیر الدین صاحب	نور دین صاحب	گجرات
75	ذوالفقار علی صاحب	عبدالعلی خان صاحب	قادیان
76	محمد الدین صاحب	علم الدین صاحب	لاہور
77	عبدالرحیم صاحب	چراغ الدین صاحب	ریاست مالیرکوٹلہ
78	گجری صاحبہ	اہلیہ منشی سکندر علی صاحب	قادیان
79	مولوی عظیم اللہ صاحب	احمد خان صاحب	ریاست نابعہ
80	محمد الدین صاحب		سیالکوٹ

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
81	بابو الٰہی بخش صاحب	فضل دین صاحب	سمبڑیال۔سیالکوٹ
82	حافظ محمد الدین صاحب	عزیز الدین صاحب	چک نمبر 117 چھور
83	عبد اللہ صاحب	کریم بخش صاحب	ڈھونس۔سیالکوٹ
84	مولوی حسن موسیٰ خان صاحب	حاجی موسیٰ خان صاحب	آسٹریلیا
85	احمد نور صاحب	اللہ نور صاحب	کابل
86	سردار بیگم صاحبہ	اہلیہ چوہدری محمد حسین صاحب	تلونڈی عنایت خاں حال لاہور
87	سید لعل شاہ صاحب		نوشہرہ۔پشاور
88	حضرت میاں محبوب عالم صاحب	میاں غلام قادر صاحب	نیلا گنبد۔لاہور
89	ملک مولا بخش صاحب		گورالی۔گجرات
90	عبد اللہ صاحب	رحیم بخش صاحب	کوٹلی ہرنرائن۔سیالکوٹ
91	لال دین صاحب	سرو صاحب	قتال پور۔ملتان
92	احمد الدین صاحب	سلطان جو صاحب	لاہور
93	محمد مراد صاحب	صلاح الدین صاحب	قتال پور۔ملتان
94	میاں جمال دین صاحب	محمد صدیق صاحب	سیکھوانی۔گورداسپور
95	مولوی امام دین صاحب	محمد صدیق صاحب	سیکھوانی۔گورداسپور
96	مولوی خیر الدین صاحب	محمد صدیق صاحب	سیکھوانی۔گورداسپور
97	بابو شاہ دین صاحب	شیخ احمد صاحب	ساہو والہ۔سیالکوٹ
98	کرم بی بی صاحبہ	اہلیہ بابو شاہ دین صاحب	لارنس پور حال قادیان
99	رسول بیگم صاحبہ	بنت چوہدری اللہ دین صاحب	لارنس پور۔اٹک
100	نور احمد صاحب	صالح محمد صاحب	بستی وریام کملانا ضلع جھنگ
101	حاجی صاحب	بوٹا صاحب	کوٹلی ہرنرائن۔سیالکوٹ
102	فضل محمد صاحب	سندھی صاحب	ہرسیاں گورداسپور حال قادیان
103	محمد حافظ صاحب	سلطان احمد صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور
104	ملاو چھا صاحب		بہلو کے۔گوجرانوالہ
105	عبد اللہ کھرل صاحب		چک 278۔یوسف والا
106	مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے	حافظ فتح الدین صاحب	قادیان
107	شیخ رحمت اللہ صاحب	شیخ عبد الکریم صاحب	گجرات حال لاہور
108	حکیم عبد العزیز صاحب	نبی بخش صاحب	ایمن آباد۔گوجرانوالہ
109	حضرت حاجی حکیم مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول)		بھیرہ حال قادیان
110	فضل دین صاحب	غلام محمود صاحب	خوشاب
111	میاں نبی بخش صاحب	رحیم بخش صاحب	امرتسر
112	غلام قادر صاحب	فخر الدین صاحب	سیالکوٹ
113	نعمت بی بی صاحبہ	بنت سیّد احمد صاحب	کابل حال قادیان
114	صاحب نور صاحب	اللہ نور صاحب	کابل۔قادیان
115	خیال بی بی صاحبہ	بنت نور محمد صاحب افغان	قادیان
116	ڈاکٹر عباد اللہ صاحب	امیر الدین صاحب	امرتسر
117	عبد الغفار صاحب	دین دار صاحب	خوست افغانستان۔قادیان
118	حضرت منشی عبد العزیز صاحب	امام الدین صاحب	گورداسپور
119	پیر منظور محمد صاحب	منشی احمد جان صاحب	قادیان
120	قمر جان صاحبہ	اہلیہ منشی احمد جان صاحب	لدھیانہ۔حال قادیان
121	محمدی بیگم صاحبہ	اہلیہ پیر منظور محمد صاحب	قادیان
122	چوہدری حاکم علی صاحب	چوہدری ودھاوہ صاحب	چک پنیار ضلع گجرات

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
123	سید محمد حسین شاہ صاحب	خان بہادر سید عالم شاہ صاحب	گورداسپور
124	مہرو صاحبہ	بیوہ صلاح الدین صاحب	سیکھواں۔گورداسپور
125	غوثاں صاحبہ	اہلیہ مدد خان صاحب	قادیان
126	کریم بخش صاحب	امام بخش صاحب	قادیان
127	اللہ بخش صاحب	قادر بخش صاحب	ملتان
128	حافظ محمد اسحاق صاحب	میاں چراغ الدین صاحب	بھیرہ۔شاہ پور۔حیدر آباد دکن
129	مدد خان صاحب	فتح محمد خان صاحب	قادیان
130	قمر النساء بیگم صاحبہ	اہلیہ قدرت اللہ صاحب	قادیان
131	حلیمۃ النساء صاحبہ	اہلیہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	امرتسر حال پنڈی گھیپ
132	شیخ غلام احمد صاحب		قادیان
133	صفیہ بیگم صاحبہ	اہلیہ شیخ غلام احمد صاحب	قادیان حال فیصل آباد
134	عبد القادر صاحب	مکھن صاحب	موضع سنجووال ضلع ہوشیار پور
135	مرزا یعقوب بیگ صاحب		لاہور
136	حکیم محمد حسین صاحب قریشی		لاہور
137	خان صاحب نواب محمد علی خان	غلام محمد خان صاحب	مالیر کوٹلہ
138	امۃ الحمید بیگم صاحبہ	اہلیہ نواب محمد علی خان صاحب	مالیر کوٹلہ
139	مہر غلام علی صاحب	نتھو آرائیں صاحب	اراضی یعقوب سیالکوٹ
140	مولوی فتح الدین صاحب	پیر بخش صاحب	دھرمکوٹ۔گورداسپور
141	عمر دین صاحب	امیر بخش صاحب	کلاس والہ۔سیالکوٹ
142	عبد اللہ عرف میراں بخش صاحب	احمد الدین صاحب	جنڈو ساہی ضلع سیالکوٹ
142-B	حسین بی بی صاحبہ	اہلیہ عبد اللہ صاحب	جنڈو ساہی ضلع سیالکوٹ
143	بہاول شاہ صاحب		سرسبز داری ضلع انبالہ
144	ملک حسن محمد صاحب	امیر بخش صاحب	سمبڑیال ضلع سیالکوٹ
145	چوہدری اللہ دتا صاحب	طالع مند صاحب	میانوالی مہاراں ضلع سیالکوٹ
146	مولوی قطب الدین صاحب مع اہلیہ حاکم بی بی صاحبہ	غلام حسین صاحب	قادیان
147	فاطمہ بی بی صاحبہ	اہلیہ حکیم فضل دین صاحب	بھیرہ ضلع ہوشیار پور
148	غلام رسول صاحب	غلام محمد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
149	حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب	گوراں دتہ صاحب	قادیان
150	سید ناصر شاہ صاحب	سید محمد شاہ صاحب	قادیان
150-B	سید فضل شاہ صاحب	//	//
150-C	ہاجرہ بی بی صاحبہ	اہلیہ سید ناصر شاہ صاحب	//
150-D	سکینہ بی بی صاحبہ	اہلیہ سید فضل شاہ صاحب	قادیان حال لاہور
151	جیوے خان صاحب	بلند خان صاحب	لنگڑوعہ ضلع جالندھر
152	غلام قادر صاحب	خیرو خان صاحب	لنگڑوعہ ضلع جالندھر حال لاہور
153	مولوی طفیل احمد صاحب	منشی نور محمد صاحب	مراد آباد۔چندوسی
154	میاں غلام احمد صاحب	میاں امیر بخش صاحب	قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ
155	مولوی جلال الدین صاحب	محمد الیاس صاحب	کھر یپڑ۔لاہور
156	فاطمہ بی بی صاحبہ	چوہدری غلام سرور صاحب	چک 55/2-R منٹگمری
157	ڈاکٹر غلام غوث صاحب	نبی بخش صاحب	لدھیانہ
158	حضرت میاں محمد دین صاحب	نور دین صاحب	پنڈی رام پور حال قادیان
159	ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب	نبی بخش صاحب	قادیان
160	عطا محمد صاحب	حافظ محمد حیات صاحب	چنیوٹ ضلع جھنگ

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
161	فتح بانو صاحبہ	مستری قطب الدین صاحب	قادیان
162	عبدالسمیع صاحب	عبدالرحمٰن صاحب	سراوہ حال کپورتھلہ
163	صوفی کرم الٰہی صاحب	میاں اللہ دتہ صاحب	لاہور
164	بابو عبدالرحمٰن صاحب	قادر بخش صاحب	جالندھر
165	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	نتھو صاحب	ڈیرہ غازیخان
166	ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب	وسوندا سنگھ	قادیان
167	احمد علی صاحب	حافظ فتح الدین صاحب	کپورتھلہ
168	غلام فاطمہ صاحبہ	اہلیہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بنت خلیفہ نورالدین صاحب	جموں حال قادیان
169	دولت خان صاحب	بودے خان صاحب	نند چور ضلع ہوشیارپور
170	محمد فضل صاحب	غلام محمد صاحب	راولپنڈی
171	نیاز احمد خان صاحب	غلام محمد خان صاحب	لاہور
172	اللہ بخش صاحب	غلام قادر صاحب	نواں شہر ضلع جالندھر
173	محمد الدین صاحب	خدا بخش صاحب	کریم پور ضلع جالندھر
174	حکیم غلام محمد صاحب	شیخ برکت علی صاحب	راہوں ضلع جالندھر
175	مرزا عباس علی صاحب	شیر خان صاحب	جہلم
176	محمد زمان صاحب	میاں محمد شاہد صاحب	سنگ آباد ضلع اٹک
177	محمد عبداللہ صاحب	محمد صدیق صاحب	
178	عصمت بیگم صاحبہ	اہلیہ حکیم محمد زمان صاحب	اورنگ آباد ضلع اٹک
179	حیات نور صاحبہ	اہلیہ محمد اسماعیل صاحب	بھڈال ضلع سیالکوٹ
180	احمد صاحب	احمد دین صاحب	گجرات حال جہلم
181	بیگم بی بی صاحبہ	حکیم محمد الدین صاحب	سیدانوالہ سیالکوٹ۔قادیان
182	عصمت خورشید بانو صاحبہ	بنت رحمت اللہ صاحب	امرتسر
183	کبریٰ صاحبہ	بنت کرامت حسین صاحب	امرتسر حال پنڈی کھیپ
184	فاطمہ سکینہ صاحبہ	بنت کرامت حسین صاحب	امرتسر حال وارد پنڈی کھیپ
185	کنیز فاطمہ صاحبہ	اہلیہ کرامت حسین صاحب	امرتسر
186	ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب	سید باغ حسن شاہ صاحب	سہالہ راولپنڈی۔قادیان
187	سیدہ بیگم صاحبہ	اہلیہ ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب	سہالہ راولپنڈی
188	حسن علی شاہ صاحب	فضل شاہ صاحب	درہوالہ۔سیالکوٹ
189	رحیم بخش صاحب	عبداللہ صاحب	فتوکے ضلع سیالکوٹ
190	نادر خان صاحب	جہاں خان صاحب	سرکار ضلع جہلم
191	مولوی عبدالستار خان صاحب	دیندار صاحب	خوست کابل۔قادیان
192	عبداللہ صاحب افغان	عبدالغفار صاحب	قادیان
193	سید غلام محمد صاحب افغان	دین محمد صاحب	کابل حال قادیان
194	سلیمان صاحب	عمرا صاحب	میانوالہ ضلع جالندھر
195	اروڑا صاحب	منصب دار صاحب	محلہ یعقوب اراضی
196	نظام الدین صاحب	جمعہ صاحب	گولیکی ضلع گجرات
197	امام الدین صاحب	مولوی بدرالدین صاحب	گولیکی ضلع گجرات
198	مریم بی بی صاحبہ	اہلیہ امام الدین صاحب	گولیکی ضلع گجرات
199	مولوی امیرالدین صاحب	نوردین صاحب	گجرات
200	اللہ رکھا صاحب	جانی صاحب	شاہدرہ ضلع لاہور
201	غلام نبی صاحب	حاجی فضل دین صاحب	چکوال حال قادیان
202	مامون صاحب	جیونا صاحب	چونڈا ریاست پٹیالہ
203	سید نعمت علی شاہ صاحب	سید بہاول شاہ صاحب	مالیرکوٹلہ
204	نور بی بی صاحبہ	اہلیہ سید نعمت علی شاہ صاحب	مالیرکوٹلہ حال قادیان
205	چوہدری غلام سرور صاحب	چوہدری صوبے خان صاحب	چک L-2/55 اوکاڑہ
206	فضل کریم صاحب	شیخ عطا محمد صاحب	گھسن کلاں ضلع گورداسپور
207	بابا نوردین صاحب	اللہ بخش صاحب	لاہور
208	احمد صاحب	باغ علی صاحب	دھرکوٹ ضلع گورداسپور
209	منشی غلام محمد صاحب		لاڑکانہ
210	تاجا صاحب کھرل	سرشتہ صاحب	یوسف والا چک 278 فیصل آباد
211	خاتون صاحبہ	اہلیہ تاجا صاحب کھرل	یوسف والا چک 278 فیصل آباد
212	بکھاں صاحبہ	اہلیہ عبداللہ صاحب	یوسف والا چک 278 فیصل آباد
213	عبداللہ صاحب	مراد کھرل صاحب	یوسف والا چک 278 فیصل آباد
214	منشی محمد امام الدین صاحب	منشی نظام الدین صاحب	بگا گڑھ ضلع سیالکوٹ
215	چوہدری شاہ محمد صاحب	چوہدری محمد یار خان صاحب	کھاریاں ضلع گجرات
216	محمد الٰہی صاحب وزیرآبادی		
217	سلطان محمد صاحب	سید خان صاحب	بلوچستان
218	محمد سعید صاحب	حافظ نور احمد صاحب	کوٹلی ضلع سیالکوٹ
219	عائشہ بی بی صاحبہ	اہلیہ ماسٹر محمد سعید صاحب	بھویانوالہ سیالکوٹ
220	حافظ فضل احمد صاحب	نور احمد صاحب	ڈنگہ ضلع گجرات
221	مائی تابی صاحبہ	بنت کریم بخش صاحب	قادیان
222	عبداللہ صاحب	فضل دین صاحب	ڈنگہ ضلع گجرات
223	مولوی عظیم اللہ صاحب	احمد خان صاحب	ریاست نابھہ
224	عبداللہ صاحب	کریم بخش صاحب	سنور ریاست پٹیالہ
225	سردار بیگم صاحبہ	اہلیہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب	قادیان حال لاہور
226	خدا بخش صاحب پٹواری	نور محمد صاحب	پھلواڑی ریاست کپورتھلہ
227	بی بی صاحبہ	اہلیہ خدا بخش صاحب پٹواری	بیگووال ضلع جالندھر
228	ممتاز بیگم صاحبہ	اہلیہ علی حسن خان صاحب	بڈلیس سیالکوٹ
229	مولا بخش صاحب مع اہلیہ برکت بی بی صاحبہ	سلطان بخش صاحب	لاہور
230	فیروز الدین صاحب نمبردار	ککو آرائیں صاحب	سیالکوٹ
231	ماسٹر فقیر اللہ صاحب	منشی امام بخش صاحب	لاہور
232	احمد دین صاحب گوجر	نبی بخش صاحب گوجر	کریم پور ضلع جالندھر
233	مولوی غلام نبی صاحب	محکم الدین صاحب	قادیان
234	منشی امام الدین صاحب پٹواری	حکم الدین صاحب	دارالرحمت قادیان
235	منشی عبدالخالق صاحب	مولوی محمد حسین صاحب	قادیان۔احمد نگر ضلع جھنگ
236	شیخ رحیم بخش صاحب	میراں بخش صاحب	جموں
237	خیرالدین عرف فضل الدین صاحب	شمس الدین صاحب	مجوکھوہ ضلع سیالکوٹ
238	غلام دستگیر صاحب	علی محمد شاہ صاحب	راہوں ضلع جالندھر
239	علی محمد شاہ صاحب	غلام محمد شاہ صاحب	راہوں ضلع جالندھر
240	سکینہ بیگم صاحبہ	بنت غلام قادر شاہ صاحب	راہوں ضلع جالندھر

وصیت نمبر	نام	ولدیت/زوجیت	سکونت
241	اولیاء بیگم صاحبہ	بنت مولوی علی محمد شاہ صاحب	راہوں ضلع جالندھر
242	بابو غلام محمد صاحب ثانی	میاں محمد بخش صاحب	لاہور
243	شیخ محمد حسین صاحب	محکم الدین صاحب	چنیوٹ
244	نبی بخش صاحب	میاں نظام الدین صاحب	ضلع لاہور
245	بابو ہدایت اللہ صاحب		پشاور صدر
246	کلثوم بیگم صاحبہ	اہلیہ بابو ہدایت اللہ صاحب	//
247	صغریٰ بی بی صاحبہ	بنت ہدایت اللہ شاہ صاحب	
248	غلام حسن صاحب	مولوی محمد کامل صاحب	کھاریاں ضلع گجرات
249	غلام محمد خان صاحب	غلام حسین خان صاحب	میانوالی
250	سلطان بیگم صاحبہ	بنت مولوی غلام حسین صاحب	میانوالی
251	فقیر اللہ صاحب	خیر دین صاحب باجوہ	کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ
252	ابراہیم صاحب	محکم الدین صاحب	چنیوٹ
253	حاجی رحمت اللہ صاحب	چوہڑ صاحب	راہوں ضلع جالندھر
254	بہاول شاہ صاحب	شیر محمد صاحب	شاہ پور ضلع جالندھر
255	محمد الدین صاحب	گوہر صاحب	کنگرالی ضلع گجرات
256	محمد عارف صاحب	عادل صاحب	قادیان
257	حسین بخش صاحب	صوبا صاحب	شہزادہ ضلع گورداسپور
258	چوہدری غلام حسن صاحب	صوبا خان صاحب	قادیان
259	آمنہ بی بی صاحبہ	اہلیہ چوہدری غلام حسن صاحب	علی آباد لائل پور
260	دین محمد صاحب لوہار	امام الدین صاحب	قادیان۔جہلم۔ربوہ
261	نعمت اللہ صاحب	رمضان علی صاحب	قادیان
262	اکبر شاہ خان صاحب	مولوی نادر شاہ صاحب	نجیب آباد حال قادیان
263	شیخ عبدالعزیز صاحب	شیخ عبدالکریم صاحب	سہارنپور
264	محمد الدین صاحب	بہرام خان صاحب جٹ	گولیکی ضلع گجرات
265	امام الدین صاحب	حسن محمد صاحب	جسوکے ضلع گجرات
266	عبداللہ بیگ صاحب پروفیسر	ولی بیگ صاحب	قادیان
267	حافظ نور محمد صاحب	میاں مراد علی صاحب	فیض اللہ چک ضلع گورداسپور
268	حافظ تصور حسین صاحب	علی حسین صاحب	بریلی حال قادیان
269	فیاض النساء بیگم صاحبہ	اہلیہ حافظ تصور حسین صاحب	قادیان
270	محمد الدین صاحب	حسن الدین صاحب	گجرات
271	بیگم بی بی صاحبہ	محمد الدین صاحب	کھاریاں ضلع گجرات
272	اللہ دتا صاحب	قاسم صاحب	جموں
273	مستری فضل دین صاحب	محمد بخش صاحب	قادیان
274	حکیم غلام محمد صاحب	شیخ برکت علی صاحب	راہوں ضلع جالندھر
275	سید نظیر حسن صاحب	نیاز علی صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
276	مریم بی بی صاحبہ	اہلیہ اللہ دتہ صاحب	جموں
277	انور حسن خان صاحب	فضل حسین خان صاحب	ہرنائی تھانہ اختیار پور
278	چوہدری غلام احمد صاحب	گامن خان صاحب	کریام ضلع جالندھر
279	محمد نصیر خان صاحب	چوہڑ خان صاحب	بنوڑ ریاست پٹیالہ
280	عزیز الرحمٰن صاحب	سید حبیب الرحمٰن صاحب	بانس بریلی۔حال قادیان
281	محمدی بیگم صاحبہ	اہلیہ عزیز الرحمٰن صاحب	// //
282	عائشہ بانو صاحبہ	بنت عزیز الرحمٰن صاحب	// //
283	ماسٹر عبدالرحیم صاحب	نیر سلیمان صاحب	قادیان
284	نورالدین صاحب	الٰہی بخش صاحب	کنجاہ ضلع گجرات
285	صغریٰ بیگم صاحبہ	بنت منشی صوفی احمد جان صاحب حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل	قادیان
286	احمد الدین صاحب	شیر محمد صاحب	گوجرانوالہ
287	مہر دین صاحب	فضل الٰہی صاحب	سیالکوٹ شہر
288	حکیم غلام محی الدین صاحب	حافظ بہاؤالدین صاحب	
289	عبداللہ صاحب	امام الدین صاحب	سیالکوٹ
290	ابوبکر یوسف صاحب	خواجہ محمد یوسف	جدہ
291	عبدالغنی صاحب	غلام محی الدین صاحب	کنجاہ ضلع گجرات
292	برکت بی بی صاحبہ	اہلیہ عبدالغنی صاحب	//
293	فاطمہ بی بی صاحبہ	احمد الدین صاحب	دارالرحمت شرقی ربوہ
294	فقیر اللہ احمدی صاحب	خیر دین صاحب	کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ
295	شیخ نور دین صاحب	میراں بخش صاحب	قادیان۔منٹگمری۔کراچی
296	شیر محمد صاحب	میراں بخش صاحب	قادیان
297	غلام محمد صاحب فورمین ریلوے پولیس		لاہور
298	نور محمد صاحب	سیدا صاحب	قادیان
299	غوثاں صاحبہ	بنت قادر بخش صاحب	قادیان
300	کریم خاتون صاحبہ	بنت مولا بخش صاحب	مالیر کوٹلہ

بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون پہلے تین خوش نصیب

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔حضرت میاں الٰہی بخش صاحب۔حضرت چوہدری اللہ داد صاحب

مکرم محمد رئیس طاہر صاحب

حضرت مسیح موعود نے 31دسمبر 1905ء کو رویا میں دیکھا کہ ’’مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی قبر کے پاس تین اور قبریں ہیں اور ایک قبر پر لال کپڑا ڈالا ہے۔،، (تذکرہ صفحہ :500)

31 مئی 1906ء کو آپ نے اس رویا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’یہ جو رویا دیکھا تھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی قبر کے پاس دو اور قبریں ہیں وہ بھی پورا ہوا۔ایک قبر الٰہی بخش صاحب ساکن مالیر کوٹلہ کی بنی اور دوسری چودھری صاحب مرحوم کی بنی۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 22)

یہ تینوں بزرگ بہشتی مقبرہ قادیان کے اولین مدفون ہیں اور حضرت مسیح موعود کی خصوصی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ان تینوں بزرگان اور مخلص رفقاء حضرت مسیح موعود کا مختصر ذکر ذیل کے مضمون میں پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

آپ 1858ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب سے حاصل کی۔آپ بچپن سے ہی نہایت ذہین و لائق تھے۔اپنی خداداد استعدادوں اور خوش اخلاقی کی بنا پر اساتذہ میں مقبول تھے۔توحید اور کلام اللہ سے غیر معمولی اور والہانہ عشق تھا۔قرآن کی تلاوت نہایت دلنشین انداز میں کیا کرتے تھے۔تفسیر القرآن کا وسیع مطالعہ تھا۔قرآن مجید کی تلاوت ایسے جذب سے کرتے تھے کہ راہ چلتے لوگ رک جاتے تھے۔جب فونوگراف ایجاد ہوا اور حضرت مسیح موعود کے پاس قادیان میں لایا گیا تو پیغام پھیلانے کیلئے اس کا استعمال بھی کیا گیا چنانچہ اس موقع پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے سورۃ انبیاء کے آخری رکوع کی تلاوت ریکارڈ کروائی۔

قرآن مجید کے وسیع مطالعہ کے باعث آپ مزید کے متلاشی تھے۔علماء کے پاس جاتے مگر تسکین نہ ملتی۔ تا حالیکہ آپ کی ملاقات حضرت حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی وساطت سے حضرت مسیح موعود سے ہوئی۔یہاں آکر آپ کی پیاسی روح سیراب ہوئی۔اپنی اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود تحریر کرتے ہیں۔

’’کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح میں ایک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔میں نے اس دوا کو جس کا میں ایک عرصہ دراز سے جویاں تھا۔قریب یقین کیا میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔اور دل میں ایک طاقت ورلذت آتی معلوم ہوتی تھی۔‘‘ (الحکم 31۔اکتوبر 1899ء)

آپ جلد جلد اخلاص میں بڑھے۔اور بڑے جوش سے اس پیغام کے پھیلانے میں لگ گئے۔آپ کی حسن تلاوت اور توحید و عشق رسول میں بڑھے ہونے کی وجہ سے بیت مبارک قادیان میں امامت کے فرائض بھی ادا کرنے کی توفیق پائی۔

آپ کے اخلاص اور دینی محبت اور ایثار و قربانی کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

مولوی صاحب اس عاجز کے یک رنگ دوست اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں۔اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ان کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے۔اخلاص کی برکت اور نورانیت ان کے چہرہ سے ظاہر ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 523)

آپ زبردست مقرر تھے۔ لاہور میں جلسہ بین المذاہب میں حضرت مسیح موعود کا مضمون ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ آپ نے پڑھا تھا۔یہی وہ مضمون تھا جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کو خدا نے پہلے خبر دی تھی کہ ’’مضمون بالا رہا‘‘ حضرت مولانا صاحب کے اس مضمون کے پڑھنے پر حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین دیا۔فرمایا:۔

’’اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور ...... کے معزز رکن حِبّی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون کے پڑھنے میں وہ بلاغت فصاحت دکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا۔‘‘

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 316)

جلسہ اور دوسرے مواقع پر بھی آپ تقاریر کیا کرتے تھے۔فونوگراف میں حضرت مسیح موعود کے اشعار ’’آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے‘‘ آپ کی ہی مترنم آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔احیاء دین کیلئے آپ کی مساعی بہت ہیں۔آپ نے ایک رسالہ ’’تہذیب‘‘ حضرت مسیح موعود کی اجازت سے شائع کیا۔جس میں مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے جاتے۔حضرت مسیح موعود نے اس کا ذکر ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 کے صفحہ 119 پر کیا ہے۔توحید کا داعی، رسول اللہؐ کا عاشق، حضرت مسیح موعود پر جان فدا کرنے والا عالم باعمل 11۔اکتوبر 1905ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔آپ اور حضرت برہان الدین صاحب کی وفات پر حضرت مسیح موعود کو ایک ایسے مدرسہ کی تحریک ہوئی جہاں علماء تیار کئے جاسکیں۔چنانچہ مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔

پہلے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ سے باہر ہوئی۔بعد میں بہشتی مقبرہ کی تیاری ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

حضرت میاں الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلہ

حضرت میاں الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔فوج میں ملازم رہ چکے تھے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے بطور اعانت ماہوار وظیفہ پاتے تھے۔آپ کے زیادہ حالات محفوظ نہیں صرف آخری عمر میں بیمار ہونے اور حضرت مسیح موعود کا ازراہ شفقت آپ کی عیادت کرنے کا ذکر محفوظ ہے۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی فرماتے ہیں:۔

’’ایک شخص ضعیف العمر جو اب وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے اپنی موت سے چند روز پہلے گول کمرہ کے سامنے کچھ دن کے لیے اپنے وطن مالیر کوٹلہ جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا ...... آپ نے فرمایا اب تم ضعیف ہوگئے اور بیمار بھی ہو مت جاؤ، زندگی کا اعتبار نہیں اس نے کہا تو خدا کا (مامور) ہے تو سچا...... ہے تو بے شک خدا کا...... ہے میں تجھ پر ایمان لایا ہوں اور صدق سے تجھے خدا کا...... مانا ہے میں تیری نافرمانی اور حکم عدولی کو کفر سمجھتا ہوں بار بار یہ کہتا تھا اور دایاں ہاتھ اٹھا کے اور انگلی سے آپ کی طرف اشارہ کرکے بڑے جوش سے کہتا تھا اور آپ اس کی باتوں کو سن کر بار بار ہنستے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ بس اب آرام کرو اور یہیں رہو جانے کا نام مت لو، اس کی آنکھوں سے پانی جاری تھا یہ کہتا ہوا مہمان خانہ کو لوٹا کہ اللہ کے...... کا فرمانا بچشم منظور ہے۔

(تذکرۃ المہدی ص 306)

اسی روایت کا ذکر حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب نے اپنی کتاب سیرت حضرت مسیح موعود میں کیا ہے۔حضرت میاں صاحب کی اس بیماری اور حضور کے ارشاد پر سفر نہ کرنے کا ذکر خود حضور نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے۔

فرمایا آج میں میاں الٰہی بخش صاحب کو خود ملا تھا وہ بہت مضطرب تھے کہ کس طرح مجھ کو کوٹلہ میں پہنچایا جاوے اور کہتے تھے کہ کوٹلہ میں میری پنشن مقرر ہے۔جولائی سے واجب الوصول ہوئی میں نے ان کے بیش اصرار پر تجویز کی تھی کہ ان کو ڈولی پر سوار کرکے اور ساتھ ایک آدمی کرکے پہنچایا جاوے مگر پھر معلوم ہوا کہ ایسا سخت بیمار جس کی زندگی کا اعتبار نہیں وہ بموجب قانون ریل والوں کے ریل پر سوار نہیں ہوسکتا۔اس لیے اس وقت میں نے ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں صاحب کو ان کی طرف بھیجا ہے تا ملائمت سے ان کو سمجھاویں کہ ایسی بے اعتبار حالت میں ریل پر وہ سوار نہیں ہوسکتے اور بالفعل دو روپیہ ان کو بھیج دیے ہیں کہ اپنی ضروریات کے لیے خرچ کریں اور اگر میرے روبرو واقعہ وفات کا ان کو پیش آگیا تو میں ان شاء اللہ القدیر اس قبرستان میں ان کو دفن کراؤں گا......والسلام

راقم مرزا غلام احمد عفی عنہ

4/اپریل 1906ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول ص 36)

حضور کے اس خط لکھنے کے پانچ دن بعد یعنی 9/اپریل 1906ء کو آپ بعمر اسّی سال وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے آپ دوسرے شخص تھے۔ ایڈیٹر

صاحب اخبار بدر نے آپ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

''حاجی الٰہی بخش صاحب ساکن ریاست مالیر کوٹلہ جو کئی سالوں سے اپنا تمام مال اسباب دین کے راہ میں دے کر اور وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں رہتے تھے۔ 9/اپریل کو بقضائے الٰہی فوت ہوگئے حضرت امام ...... نے مرحوم کا جنازہ پڑھا اور آپ کو مقبرہ بہشتی میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔ حاجی صاحب موصوف بڑے دیندار آدمی تھے اور اپنا مال و جان سب اللہ کے راہ میں قربان کر چکے تھے خدا تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ آمین''

(بدر 12/اپریل 1906ء ص 11 کالم 2)

حضرت مسیح موعود نے فرمایا

''قبرستان کے متعلق جو الہام الٰہی تھا کہ انزل فیھا رحمۃ اس کے مستحق چوہدری صاحب موصوف بھی ہوئے'' (بدر 7 جون 1906ء صفحہ 4)

حضرت چوہدری اللہ داد خان صاحب

حضرت اقدس مسیح موعود کے مخلص رفقاء میں ایک نام حضرت چوہدری اللہ داد خان صاحب کا ہے۔ آپ شاہ پور نزد بھیرہ کے باشندے تھے۔ تقریباً 1873ء میں پیدا ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ 313 رفقاء میں نمبر 260 پر آپ کا نام درج ہے۔ آپ کو شاہ پور میں احمدی ہونے کی وجہ سے بعض ابتلاؤں کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے صبر واستقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت اقدس سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی رخصت ملتی تو فوراً قادیان کا رخ کرتے اور صحبت صادقین سے مستفیض ہوتے۔ مگر واپسی پر دل غمگین ہوتا۔ ایک دفعہ قادیان دو ماہ کی رخصت لے کر آئے مگر دو ماہ گزرنے پر بھی واپس جانے کو دل نہ مانا اور مزید رخصت لے لی۔ شاہ پور میں 50 روپے کی ملازمت کرتے تھے۔ مگر جب قادیان میں ریویو آف ریلیجنز کے آغاز میں دفتر میگزین میں 15 روپے ماہوار کی ملازمت ملی اور صرف گزارے کی صورت نظر آئی تو سب کچھ چھوڑ کر قادیان کی محبت میں فوراً تیار ہوگئے اور 1904ء کے ابتداء سے دفتر میگزین میں کلرک متعین ہو کر قادیان مہاجر ہو کر آ گئے اور اس خدمت میں دن رات صرف کر دیئے۔ یہ بھی مالی قربانی کی عظیم الشان مثال ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جو بھی مالی تحریک حضرت مسیح موعود کی طرف سے ہوتی باوجود قلت معاش کے آپ اول طور پر لبیک کہنے والوں میں ہوتے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی آپ کی اس قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''...... اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے 8/ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 455)

خدمت دین کا جذبہ بھی آپ کے اندر بہت تھا۔ رسالہ ریویو کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں بھی آنریری خدمت بجا لاتے رہے۔ اخبار بدر اور رسالہ ریویو کئی لوگوں کو اپنی جیب سے لگوا کر دیا۔ آپ کے خدمت دین کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:۔

''فضل درزی نے ایک اور بات سنائی کہ ایک دفعہ میں منشی اللہ داد صاحب مرحوم کے پاس رات کو نو بجے گیا تو دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے میں نے کہا کیا دن کام کے واسطے تھوڑا ہے جو آپ رات بھی دفتر میں لگے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ دن کو تنخواہ کیلئے کام کرتا ہوں رات کو خدا کیلئے۔ سبحان اللہ کیا ایمان ہے۔ ایسے ہی نیک لوگ تھے جن کو خدا نے مقبرہ بہشتی میں جگہ دی۔ منشی اللہ داد مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے تمام دنیا کے شہروں کے آرام اور آسائش کو ترک کر کے ایک پختہ یقین اور ایمان کے ساتھ ...... کے قرب وجوار میں رہائش کرنے اور تا موت قادیان میں رہنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا......

(الفضل 26 فروری 1916ء ص 11)

مئی 1906ء میں تپ محرقہ سے علیل ہوگئے اور سترہ دن بخار میں مبتلا رہ کر 27 مئی 1906ء کو وفات پائی۔ آپ نے وصیت نہ کی تھی لیکن حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ''چوہدری اللہ داد صاحب بڑے مخلص تھے ایسا آدمی پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے'' اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ ان کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ حسب الحکم ایسا ہی کیا گیا بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے آپ تیسرے شخص تھے۔

حضرت مسیح موعود نے آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''بڑے مخلص آدمی تھے ایسا آدمی پیدا ہونا مشکل ہے۔ فرمایا جو الہام الٰہی نازل ہوا تھا کہ ''دو شہتیر ٹوٹ گئے'' ان میں سے ایک شہتیر تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تھے، دوسرے چودھری صاحب معلوم ہوتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 22)

انیس احمد ندیم صاحب

بہشتی مقبرہ کے چند یادگاری کتبے

نظام وصیت کے ذریعہ سے خداتعالیٰ نے چاہا کہ ان پاک دل اور برگزیدہ لوگوں کے نام ابدالآباد تک زندہ رہیں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرلیا اور نصرت دین کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدق اور اخلاص سے بھری ہوئی ایسی روحیں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو عطا فرمائیں اور ایسے کامل الایمان وجود آپ کے ساتھی کہلائے جنہوں نے اپنا سب کچھ رہ مولیٰ میں نثار کر دیا حضرت مسیح موعود اپنے ان پیاروں کا ذکر بڑے ہی محبت بھرے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

”سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غمخوار ہوئے اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجالائے خداتعالیٰ کی ان پر رحمت ہو ...... مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی تب اسی قدر قرائن سے خداتعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہوگئے میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لیے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لیے مجھے حکم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آگیا ہے۔ مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جل شانہ کی چادر کی تحت میں چھپا ہوا بندہ تھا اس کی خوشبو ان کو آگئی ......“

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد نمبر 5 ص349)

حضرت مسیح موعود نے خداتعالیٰ سے خبر پاکر جس نظام کی بنیاد رکھی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام فرما دیا کہ ان نورانی وجودوں کے ذکر کو ایسی ہمیشگی عطا فرمادی کہ کروڑوں انسانوں نے ان راستبازوں کی قبروں پر کھڑے ہوکر ان کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق طلب کی اور ان کی قربانیوں کا ذکر ایسا زندہ ہوا کہ کوئی دن ایسا نہیں جب یہ منور مقابر دعاؤں اور ذکر الٰہی سے چکا چوند نہ ہوتے ہوں۔

”یہ تجویز میں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور وحی سے کی ہے اور اسی کے امر سے اس کی بناڈالی ہے کیوں کہ اس کے متعلق عرصہ سے مجھے خبر دی گئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تجویز بھی بہت سے لوگوں کے لیے ابتلاء کا موجب ہوگی لیکن اس بنا سے غرض یہی ہے کہ تا آنیوالی نسلوں کے لیے ایک ایسی قوم کا نمونہ ہو جیسے صحابہ کا تھا اور تا لوگ جانیں کہ وہ (-) اور اس کی اشاعت کے لیے فدا شدہ تھے .... وہ جوہر صدق وصفا کے جو اب تک چھپے ہوئے تھے ظاہر ہوں گے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 593)

نیز فرمایا:۔ یہ بدعت نہیں کہ قبروں پر کتبے لگائے جاویں اس سے عبرت ہوتی ہے (ہفت روزہ الحکم قادیان۔جلد 13 نمبر 1 صفحہ 13 مورخہ 7 جنوری 1909ء)

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ ”مقبرہ بہشتی میں دو مقبروں کے کتبے حضرت مسیح موعود نے خود لکھے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کا نمونہ ہیں کہ اس مقبرہ کے کتبے کس طرح کے ہونے چاہئیں اب جو کتبے عموماً لکھے جاتے ہیں ان سے بعض دفعہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص کہاں دفن ہے یا اس کے اندر کیا کیا خوبیاں تھیں یا سلسلہ کی کس کس قسم کی خدمت اس نے کی ہے وہ کتبے جو حضور نے لکھے وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے ہیں۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 32)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود کا کتبہ ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے درست کیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا کتبہ غالباً ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھ کر حضرت خلیفہ ثانی کو دکھا لیا تھا حضرت مسیح موعود کے کتبہ میں حضرت خلیفہ اول نے صرف اتنی تبدیلی کی تھی کہ جہاں نانا جان نے حضرت مسیح موعود کے متعلق کتبہ کے آخر میں (-) کے الفاظ لکھے تھے اسے حضرت خلیفہ اول نے بدل کر علیہ وعلیٰ مطاعہ محمد الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کر دیے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 32)

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 1899ء میں پیدا ہوئے اور 1907ء میں وفات پاگئے۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود کے کئی الہامات کے مورد تھے اور آپ کی وفات سے قبل بھی متعدد الہامات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس حادثہ سے آپ کو اطلاع دی۔ حضرت اقدس کو آپ سے غیر معمولی محبت تھی جس کا اظہار اس بیماری کے دوران حضرت اقدس کی حالت سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ عجیب نمونہ ہے کہ جب حسب الہامات الٰہی آپ کی وفات ہوجاتی ہے تو اس بے پناہ محبت کے باوجود وہ شفیق اور مہربان باپ اس بات سے خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے کہ خدا کی بات پوری ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود نے آپ کی وفات پر مرثیہ رقم فرمایا اور کتبہ کی عبارت ان الفاظ میں تحریر فرمائی:۔

لوح مزار میرزا مبارک احمد

نوشتہ ماہ ستمبر 1907ء

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن
کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اسی طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے ایک نہایت ہی مخلص اور فدائی رفیق مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے کتبہ کی عبارت بھی تحریر فرمائی اور آپ کی شان میں ایک مرثیہ رقم فرمایا جو اس کتبہ پر تحریر ہے اس کا ایک شعر اس طرح ہے:۔

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

یہ شعر اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے کتبہ پر تحریر کردہ آخری شعر بہشتی مقبرہ میں اکثر کتبوں پر تحریر کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح حضرت چوہدری محمد نصر اللہ خان صاحب کے کتبہ کی عبارت سیدنا حضرت مصلح موعود نے رقم فرمائی اور ان کی یادوں کو بڑے ہی محبت بھرے الفاظ میں یوں بیان فرمایا:۔

”باریک اشاروں کو سمجھتے تھے اور ایسی نیک نیتی سے کام کرتے کہ میرا دل محبت اور قدر کے جذبات سے بھر جاتا اور آج تک ان کی یاد دل کو گرما دیتی ہے۔“

حضرت مولوی نعمت اللہ شہید صاحب کی وفات پر حضرت مصلح موعود نے ایک اور تحریک فرمائی کہ:۔

”میری رائے ہے کہ جس قدر سلسلہ کے شہید ہوں ان کے نام ایک کتبہ پر لکھوائے جائیں اور اس کو حضرت مسیح موعود کے سرہانے کی طرف لگوایا جائے تا وہ ہر اک کی دعا میں شامل ہوتے رہیں اور ہر اک کی نظر ان کے ناموں پر پڑتی رہے فی الحال اس کتبہ پر مولوی شہزادہ عبداللطیف صاحب اور مولوی نعمت اللہ صاحب کا نام ہو۔ اگر آئندہ کسی کو یہ مقام عالی عطا ہو تو اس کا نام بھی اس کتبہ پر لکھا جائے۔

(دورہ یورپ۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 468)

سیدنا حضرت بانی سلسلہ نے کتبہ لگانے کا مقصد اور حکمت بڑے ہی پیارے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

میں نے پسند کیا کہ ایسے لوگ جو اشاعت (-) کا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں اور جو اپنے صدق و اخلاص کا نمونہ دکھا کر فوت ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں ان کی قبروں پر ایک کتبہ لگا دیا جاوے جس میں اس کے مختصر سوانح ہوں اور اس اخلاص و وفا کا بھی کچھ ذکر ہو جو اس نے اپنی زندگی میں دکھایا تا جو لوگ اس قبرستان میں آویں اور ان کتبوں کو پڑھیں ان پر ایک اثر ہو اور مخالف قوموں پر بھی ایسے صادقوں اور راستبازوں کے نمونے دیکھ کر ایک خاص اثر پیدا ہو۔

(الحکم 31 جنوری 1906ء)

اے حب جاہ والو۔ یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں میں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

دنیا کے مسائل کا حل نظام نو یعنی وصیت میں ہے

''ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں''۔ الہام حضرت مسیح موعود

محمد اشرف کاہلوں صاحب

تمدنی ترقی وارتقاء کے ساتھ اقتصادی مسائل نے بھی جنم لینا شروع کردیا۔ کیونکہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک طرف مختلف مذاہب عالم نے ان مسائل کے حل کے لئے تعلیمات پیش کیں۔ تو دوسری جانب دنیاوی طور پر مختلف تحریکوں کا آغاز ہوا۔ دنیاوی تحریکیں دو طور پر ابھریں۔ اولاً ایک خاص پس منظر اور معروضی حالات کے منطقی نتائج کے اعتبار سے ثانیاً ان تحریکات کے ردعمل کے طور پر۔

دنیوی تحریکوں میں لبرل ازم، سوشلزم، بالشوزم، مارکسزم اور ڈیما کریس ہیں۔ یورپ میں ان کے ردعمل کے طور پر فیسزم، نا ٹسزم اور فیلنگس جیسی تحریکوں کا وجود سامنے آیا۔ معروضی حالات اور ظاہری فکری چکا چوند سے ان تحریکوں نے وقتی طور پر مقبولیت پائی لیکن اپنے اندرونی نقائص کے سبب زوال پذیر ہوئیں۔ اقتصادی مسائل کا حل کیا ہونا تھا بلکہ دنیا معاشی تنزلی کا شکار ہوگئی۔ مسائل کی سنگینی میں اضافہ ہوا۔ غربت و امارت کا گراف بڑھا، وسائل و دولت پر قبضہ و تصرف کی کشمکش تیز ہوئی۔ ہولناک جنگوں نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مختلف حیلوں بہانوں سے دنیا پر اقتصادی غلبہ کی جنگ اب بھی جاری ہے لیکن ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کی کیفیت کا عالم طاری ہے۔

مذاہب عالم میں بڑے مذاہب ہندومت، یہودیت، عیسائیت اور دین ہیں۔ اقتصادی تعلیم کے حوالہ سے ان کی تعلیم کا خلاصہ بغرض موازنہ پیش ہے۔

ہندو مذہب کا محور و مرکز ''تناسخ'' ہے۔ ان کے مطابق تو کوئی نیا نظام معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ نظریہ تناسخ کے مطابق غربت پچھلے جنم کے ادنیٰ اعمال کا نتیجہ ہے اور امارت گزشتہ اچھے اعمال کا انعام ہے۔ گویا کہ مقدمہ غیر مبدل ہے۔ اس مذہب میں ذات پات کا اہم رول ہے۔ برہمن کا کام شودر نہیں کرسکتا۔ ویش کا کام کھشتری نہیں کرسکتا۔ کارہائے زندگی کے ان کے اپنے دائرے ہیں۔ انہی دائروں اور زمروں میں یہ لوگ کام کرسکتے ہیں۔ ایسے اعتقادات کب معاشرہ میں معاشی انقلاب لا سکتے ہیں۔ یہودیت ایک مختص الزماں اور مختص القوم مذہب ہے یعنی قومی مذہب ہے۔ عالمگیریت اس میں پائی نہیں جاتی۔ اس کی تعلیم بھی غربت کو دور کرکے انسانی مساوات قائم نہیں کرسکتی۔ اس مذہب کی حکومت میں ظلم بڑھے گا۔ انصاف کہاں سے ملے گا؟

مثلاً اس مذہب کی تعلیم ہے کہ تو اپنے بھائی سے سود نہ لے اور اسے چھوڑ کر جس سے چاہے سود وصول کر۔

(استثناء باب 23، 19۔ احبار باب 25، 35 تا 37)

غلامی کے بارہ میں تعلیم ہے کہ ایک یہودی زیادہ سے زیادہ سات سال تک غلام بنایا جاسکتا ہے۔ غیر یہودی کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔

(استثناء باب 15، 12)

جہاں تک غیر قوموں کے ساتھ سلوک کا معاملہ ہے۔ ان سے سخت سلوک کرنے کا حکم دیتی ہے۔ توریت میں آتا ہے۔ ''جب تو کسی شہر کے پاس اس سے لڑنے کے لئے آپہنچے تو پہلے اس سے صلح کے پیغام کر۔ تب یوں ہوگا کہ اگر وہ تجھے جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لئے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔ اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ اسی طرح سے تو ان سب شہروں سے جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے نہیں ہیں کیجیئو''۔

(استثناء باب 20، 10 تا 17)

عیسائیت کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت ایک لعنت ہے اور محبت کی تعلیم ہے۔ دونوں باتیں محل نظر ہیں کیونکہ اگر شریعت لعنت ہے تو شریعت کا پیغام بھی لعنت ہوا۔ دوسرے یہ کہ خدا کی شریعت خواہ مختصر اور جامع ہو لعنت ہے۔ لیکن بندوں کی مجوزہ شریعت و قانون رحمت ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی تعلیم تو انسانوں کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے اور انسانی قانون و حدود میں سقم ہوتے ہیں اور باعث لعنت بنتا ہے۔

جہاں تک محبت کی تعلیم کا اثر و تعلق ہے۔ خود اس پر عیسائی اقوام کا عمل نہیں۔ یورپ میں لڑائیاں کیوں ہوئیں؟ دیگر اقوام عالم کے ساتھ کیا محبت کا معاملہ ہے؟ شواہد و حالات خود اس تعلیم کے خلاف ہیں۔

اس تعلیم کا نتیجہ کیا برآمد ہوا ہے؟ صرف یہی کہ ان کے فلسفہ، تمدن اور سیاست میں جو چیز بھی غالب آجائے اسے ''کرسچین سویلزیشن'' کا نام دیا جاتا ہے۔

ایک زمانہ میں طلاق نہ دینا مسیحیت کا خاصہ تھا اب طلاق دینا اس کا خاصہ ہے۔ مذہب کیا ہوا موسم کی ناک ہوا۔ ایسا مذہب غربت اور اقتصادی پسماندگی کو کیونکر دور کرسکتا ہے۔ جہاں شریعت انسانوں کے ہاتھ ہو۔

ایک بات مدنظر رہے کہ ممکن ہے آغاز مذہب میں ایسی تعلیم نہ ہو۔ بانیان مذاہب نے یہ تعلیم نہ دی ہو۔ تعلیم کے بعض حصے وقتی اعتبار سے زمانہ کے مطابق ٹھیک ہوں مگر اب نہیں۔ کچھ تعلیم پیروکاروں نے بانی مذہب کے نام لگادی ہو۔ کیونکہ حفاظت تعلیم و کتاب کا وعدہ ''حفاظت الٰہی'' ان کے ساتھ نہ تھا۔

ان مذاہب کے مقابل پر جو دین نے تعلیم پیش کی ہے اس کے بنیادی نکات اجمالاً کچھ یوں ہیں۔

اقتصادیات پر اثر انداز ہونے والا ایک عنصر ''انسانی غلامی'' ہے۔ دین نے غلامی کو سرے سے ہی ختم کردیا ہے۔ بلکہ غلاموں کو آزاد کرنے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔

جنگی قیدی بھی معیشت پر اثر ڈالتے ہیں۔ حرص و آز کو ہوا دیتے ہیں۔ دین نے لڑائی جب ''اثخان فی الارض'' کے درجہ میں داخل ہو تب جنگی قیدی بنانے کا حکم دیا ہے۔ دین جارحیت سے منع کرتا ہے، دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ ایسی تعلیم کیونکر جنگی قیدی بنانے کی ترغیب و تحریص دے گی۔ دفاعی جنگ میں جب جنگی قیدی پکڑے جائیں تو ان کی نسبت یہ حکم ہے کہ احسان کے رنگ میں انہیں چھوڑ دو۔ یا بحصہ دینی تاوان جنگ وصول کرکے رہا کردو۔ دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک ضرور پالیسی اپنانی پڑے گی۔ جب تک ان قیدیوں کی رہائی کی کوئی صورت سامنے نہیں آتی ان سے حسن سلوک روا رکھنے کا حکم ہے۔ مثلاً یہ کہ طاقت کے مطابق کام لینا۔ 2۔ اپنے جیسا کھانا دینا۔ 3۔ اپنے جیسا لباس مہیا کرنا۔ 4۔ مار پیٹ کی ممانعت۔ اگر کوئی انہیں غلطی سے بھی مارے گا تو وہ آزادی کا حقدار ہوگا۔ 5۔ قابل شادی قیدیوں کی شادی کرا دینا۔ 6۔ فدیہ کی عدم استطاعت کی صورت میں مکاتبت کے ذریعہ آزاد کرنا۔

یہ تو ظاہری غلامی کے سدباب کے لئے دین نے اقدامات تجویز کئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باطنی غلامی یعنی غربت و ماتحتی کے بارے میں دینی تعلیم کیا ہے؟ دین کیا علاج تجویز کرتا ہے؟ اس سوال کے جواب سے قبل دنیا میں پائے جانے والے طبقاتی امتیازات کے اسباب و علل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

دنیا میں پایا جانے والا فرق و امتیاز بعض فلسفیانہ نظریات کا مرہون منت ہے جو حسب ذیل ہیں۔

1۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ دنیا میں کچھ لوگ Might is Right کے قائل ہیں۔ 2۔ اولیت فائق کو ہے یعنی جو مالی طور پر یا کسی اور طور پر فائق و بالا ہے اسے فائق ہی رہنا چاہئے۔ 3۔ نسلی فوقیت ہی حقیقی فوقیت ہے۔ 4۔ جمہور کو حکومت کا حق ہے اس کے مطابق اقلیتوں کو دبا دیا جاتا ہے۔ 5۔ گری چیز کے ملنے پر حق ملکیت قائم کرنا۔

دین ان نظریات کی نفی کرتا ہے۔ وہ باطنی غلامی کی اصلاح کے جو طریقے پیش کرتا ہے۔ وہ قابل عمل بھی ہیں اور مفاد عامہ میں بھی ہیں۔

1۔ دین کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ ساری دنیا کے لئے ہے کسی ایک کا حق نہیں۔ ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا میں اسی طرف اشارہ ہے۔

2۔ طبعی وسائل میں حکومت کا حصہ۔ کانوں میں دین نے حکومت کا حصہ 1/5 رکھا ہے اور مالکان کے باقی مال پر اگر وہ زکوٰۃ کی مد میں آتا ہے تو اڑھائی فیصد زکوٰۃ ہے۔ اس مال سے غرباء کے حقوق ادا ہوسکتے ہیں۔

3۔ خبر گیری کے بہانے دوسروں کے مال پر قبضہ کی ممانعت۔ دوسروں کے اموال پر محض خبر گیری کے بہانے قابض ہونے سے دین نے روک دیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں طاقت ور اقوام کی یہی پالیسی ہے۔ عراق و افغانستان اور دیگر ممالک اس پالیسی کا شکار ہیں۔

4۔ لیگ آف نیشنز۔ دنیا کے ایک مرکز پر آجانے سے قبل جو پالیسی قیام امن کے لئے دین نے وضع کی ہے اس کے بنیادی چار اصول بیان کئے ہیں۔

1۔ حکومتوں میں اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں حکومتوں کو مذاکرات کے ذریعہ تنازعہ ختم کرنے پر مجبور کرنا۔

2۔ اگر ایک فریق اس پر آمادہ نہ ہو تو اس کے خلاف اجتماعی جدوجہد کرنا۔

3۔ اجتماعی لڑائی میں مغلوب فریق باہمی سمجھوتہ پر راضی ہوجائے تو صلح کا فیصلہ کرانا۔

4۔ حقدار کو حق دلایا جائے اور دخیل اقوام کسی فریق سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں۔

اجتماعی اور بین الاقوامی امن کے متعلق یہ دینی تعلیم ہے۔

غربا کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے دین نے انفرادی اصلاح کے اقدامات بھی تجویز کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

1۔ورثہ کی تقسیم:

جائیدادوں کی تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جائیداد ورثا میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ دین ورثہ میں کسی ایک کا ہی حق مقرر نہیں کرتا۔ ورثہ کی تقسیم سے ارتکاز دولت رک جاتی ہے۔

2۔روپیہ جمع کرنے کی ممانعت:

دین دولت کو ذخیرہ کرنے سے روکتا ہے۔ وہ تعلیم دیتا ہے کہ دولت کو خرچ کرو یا تجارت میں لگاؤ۔ تیسری صورت قائم نہیں رکھتا۔ اس طرح زر کی گردش سے غربا کو فائدہ پہنچتا ہے۔

3۔سود کی ممانعت:

دین میں سود حرام ہے۔ اقتصادیات کے بگاڑ میں سودی نظام کا اہم رول ہے۔ دولت محدود ہاتھوں میں جمع نہیں ہوتی۔

4۔زکوٰۃ اور صدقات:

اس کے ذریعہ بھی غربا کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔

5۔شخصی حق ملکیت قائم کرنا:

دین نے حق ملکیت کو تسلیم کیا ہے لیکن بطور ایجنٹ کے۔ دین نے حق ملکیت کی طاقت کو مختلف تدبیروں سے کمزور کیا ہے یعنی طوعی چندوں کے ذریعہ سے۔ ایسے تمام اقدامات جو اقتصادی حالت کی اصلاح کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ وہ ایک منظّم مرکزی نظام حکومت کے متقاضی ہیں کیونکہ اجتماعی شکل میں ہی ان مسائل کا حل ممکن ہے۔

دین حق کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ حضرت مسیح موعود کے ذریعے مقدر ہے۔ اس لئے دین حق کی تعلیم کی روشنی میں ان کا پیش کردہ نظام ہی دنیا کو غربت کے چنگل سے نجات دلا سکتا ہے۔ مزید برآں مامور زمانہ ہونے کی بنا پر لازم تھا کہ آپ غلبہ دین حق اور غربا و یتامیٰ کے لئے ایسا نظام وضع کرتے جو آپ کی ماموریت کے اس مقصد کو مستقبل میں پایۂ تکمیل تک پہنچاتا۔

چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے 1905ء میں نظام نو کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے ''الوصیت'' رسالہ رقم فرمایا اور اس میں مستقبل کے لائحہ عمل کا ذکر فرمایا۔ مامور زمانہ تو تخم ریزی کرتا ہے۔ تن آور اور شجر سایہ دار وہ بیج بعد میں بنتا ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (تذکرۃ الشہادتین)

رسالہ ''الوصیت'' میں آپ نے ''نظام نو'' کی تخم ریزی کی ہے۔ اس رسالہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو امور بیان فرمائے ہیں وہ لائق فکر و عمل ہیں۔

حضرت مسیح موعود نے الہامات الٰہیہ کی روشنی میں اپنی وفات کو قریب کے زمانہ میں جانا۔ اس کے پیش نظر آپ نے ماموروقت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی سنت کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ذات قادر مطلق امام وقت کے وصال کے بعد قدرت ثانیہ کا ظہور فرماتی ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھالا دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے (یعنی میری وفات کے قریب ہونے کی خبر) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔...... میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔'' (الوصیت)

آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی مثال دے کر ''دوسری قدرت'' کے مفہوم کو کھول دیا تا کہ ذہنوں میں ابہام نہ رہے۔ ''دوسری قدرت'' سے مراد وہ سلسلہ نیابت ہے جو آپ کے وصال کے بعد خدا تعالیٰ جاری کرنے والا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پیش خبری کو حرف بحرف پورا کر دکھایا ہے۔ نیابت احمدیہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔

اسی رسالہ میں آپ نے ایک مقبرہ کی بشارت بھی دی۔ جس کے متعلق کئی سال پہلے آپ کو رویا ہو چکا تھا اور بتایا گیا کہ جماعت کے خاص مخلصین کے لئے جو خدا کی نظر میں بہشتی ہیں ایک الگ قبرستان ہونا چاہئے تا کہ وہ ایک یادگار ہو اور بعد میں آنے والی نسلیں اسے دیکھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔

اس مقبرہ میں تدفین کے لئے دو شرطیں مقرر فرمائیں۔ 1۔اس مقبرہ میں دفن ہونے والا ایک سچا اور مخلص مومن ہو جو متقی اور محرمات سے پرہیز کرنے والا اور ہر قسم کے شرک اور بدعت سے پاک ہو۔ 2۔ وہ احمدیت کی خدمت کے لئے اپنی جائیداد کا کم از کم 1/10 اور زیادہ سے زیادہ 1/3 حصہ سلسلہ کے نام وصیت کرے۔ اسی شرط کی تشریح میں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی صاحب جائیداد نہیں اور شرط اول پر پورا اترنے والا ہے اور دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا۔ وہ بھی اس میں دفن ہو سکتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان جائیدادوں اور آمدنیوں کا کیا مصرف ہوگا؟ حضرت مسیح موعود اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ ان وصایا سے جو آمد ہوگی۔

1۔وہ ترقی (دین حق) اور اشاعت علم و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے خرچ ہوگی۔ (شرط نمبر 2)

2۔اسی طرح ہر ایک امر جو مصالح اشاعت (دین حق) میں داخل ہے۔ جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔ (شرط نمبر 2)

3۔ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے۔ (شرط نمبر 2)

4۔جائز ہوگا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔ (ضمیمہ شرط نمبر 9)

حضرت مسیح موعود نے ''قدرت ثانیہ'' کے ظہور کی بشارت بھی دی اور اسی پیش خبری کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خلافت احمدیہ کی شکل میں اس کا ظہور فرما دیا۔ تو وصایا کے اموال بھی شرائط کے موافق خلافت احمدیہ کے تابع ہوں گے۔

خلافت کے جو مقاصد اور مصالح ہیں وہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فرقان حمید میں بیان کردیئے ہیں۔ اگر ان کو خلاصۃً بیان کیا جائے تو اس کا آخری مقصد ''قیام توحید'' ہے اور اس غرض کو نظام وصیت کے ذریعہ ہی بطریق احسن پورا کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نظام وصیت کا پھیلاؤ اور مضبوطی خلافت کے استحکام کا ذریعہ ہے اور استحکام خلافت سے ہی دنیا میں وہ انقلاب آئے گا جو کشفاً حضرت مسیح موعود نے اس رنگ میں دیکھا۔ ''ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اس کشف کی تفہیم میں فرماتے ہیں۔ ''اس کشف میں آسمان سے مراد حقوق اللہ ہیں اور زمین سے مراد حقوق العباد ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود کے ذریعہ جو انقلاب مقدر ہے۔ وہ لوگوں کے دین اور دنیا دونوں پر ایک سا اثر انداز ہوگا۔ اور گویا اس جہاں کا آسمان بھی بدل جائے گا اور زمین بھی بدل جائے گی اور آسمان اور زمین کے الفاظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ تبدیلی ملکی اور قومی نہیں ہوگی بلکہ جس طرح یہ آسمان اور زمین سارے جہاں کے لئے وسیع ہیں اور سب پر حاوی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ایک عالمگیر انقلاب پیدا ہوگا۔ جس سے دنیا کا کوئی ملک اور دنیا کی کوئی قوم باہر نہیں رہے گی۔'' (سلسلہ احمدیہ ص 304,303)

یہ انقلاب نو نظام وصیت سے وابستہ ہے جس کی جڑیں نظام خلافت سے پیوند رکھتی ہیں۔ نظام وصیت چار اغراض کو پورا کرتا ہے۔ 1۔سب انسانوں کی ضرورتوں کو 2۔انسانی ضرورتوں کو پورا کرتے وقت انفرادیت اور عائلیت کے لطیف جذبات کو قائم رکھتا ہے۔ 3۔یہ طوعی نظام ہے جبر کا عنصر نہیں۔ یعنی امراء و دیگر افراد سے طوعی طور پر مال اس کے ذریعہ لیا جاتا ہے۔ 4۔یہ نظام ملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔

ان باتوں کے ہوتے ہوئے یہ نظام وصیت ہی انقلاب نو کے مقاصد کو پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ مشرقی و مغربی کا تصور مٹ جاتا ہے۔ اخوت و محبت اور بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے۔ اخوت کا عالمگیر تصور ابھرتا ہے۔ باہمی محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ مال و منال سے محبت کم ہوتی ہے۔ ہمدردی نمو پاتی ہے۔

حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں۔ ''پس اے دوستو! جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے۔ سمجھ لو کہ آپ لوگوں میں سے جس جس نے اپنی اپنی جگہ وصیت کی ہے اس نے نظام نو کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس نظام نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے۔''...... (نظام نو ص 133)

نظام نو کے لئے نظام وصیت کی ترقی کی بشارت حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

''یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی۔ جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے گی بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانے کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں۔ اور دنیا سے پیار نہ کریں سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں۔ ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گزارہ نہ ہو ان کو بطور مد خرچ اس میں سے دیا جائے۔''

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 319)

ع

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

خواجہ کمال الدین صاحب نے جب ''الوصیت'' کا مسودہ پڑھا اور اس کے حسن و جمال کے پرتو نے ان کے دل و دماغ کو ایک حد تک منور کیا تو اپنی رانوں پر ہاتھ مار مار کر کہنے لگے۔

''واہ اوئے مرزیا احمدیت دیاں جڑاں لگا دتیاں نیں۔'' (نظام نو ص 129)

نظام وصیت اور تحریک جدید

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں تحریک جدید کا القاء فرمایا تا کہ اس ذریعہ سے ابھی سے ایک مرکزی فنڈ قائم کیا جائے اور ایک مرکزی جائیداد پیدا کی جائے جس کے ذریعہ (دعوت) احمدیت کو وسیع کیا جائے۔ پس تحریک جدید کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عقیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ تو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آنے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں تا کہ اس وقت تک کہ وصیت کا نظام مضبوط ہو اس ذریعہ سے جو مرکزی جائیداد پیدا ہو اس سے (دعوت) احمدیت کو وسیع کیا جائے اور (دعوت الی اللہ) سے وصیت کو وسیع کیا جائے۔

پس جوں جوں (دعوت الی اللہ) ہوگی اور لوگ احمدی ہوں گے وصیت کا نظام وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا اور کثرت سے اموال جمع ہونے شروع ہو جائیں گے......... پس وصیت کے ذریعہ اس وقت جو اموال جمع ہو رہے ہیں ان کی رفتار بے شک تیز نہیں مگر جب کثرت سے احمدیت پھیل گئی اور جوق در جوق لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے اس

(باقی صفحہ 64 پر)

عالمی شہرت یافتہ رسالہ ''الوصیت'' امام الزماں

ابو السلطان

رسالہ الوصیت کے خوش قسمت کاتب

حضرت منشی کرم علی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود

حضرت اقدس مسیح موعود نے 20 دسمبر 1905ء کو سپرد قلم فرمایا اور حضور کے نہایت مخلص مرید حضرت چوہدری الہ داد صاحب آف ضلع شاہ پور (متوفی 27 مئی 1906ء) کے زیر انتظام 24 دسمبر 1905ء کو میگزین پریس قادیان دارالامان سے شائع ہوا جس کے ساتھ ہی صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مرکزی ادارہ معرض وجود میں آیا۔

صدر انجمن کے قواعد وضوابط کے مطابق پہلی وصیت حضرت بابا محمد حسن صاحب (وفات 20 جولائی 1950ء) والد ماجد حضرت مولانا رحمت علی صاحب مبشر احمدیت، انڈونیشیا کی منظور کی گئی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اس مقدس سرزمین میں سپرد خاک کئے گئے۔ حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ 1905ء کے موقع پر 27 دسمبر کو صبح دس بجے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی نعش مبارک جو امانتاً دفن کی گئی تھی کو مقبرہ بہشتی میں منتقل کیا گیا **اس طرح تحریک احمدیت کے اس برگزیدہ وجود سے اس آسمانی مقبرہ کا افتتاح عمل میں آیا۔**

رسالہ ''الوصیت'' کے تراجم متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں اور اس کی رہنمائی میں دنیا بھر کے متعدد ممالک میں ''نظام الوصیت'' اور مقابر کا قیام بھی حیرت انگیز طور پر نہایت برق رفتاری سے دکھلائی دے رہا ہے۔ جہاں تک اس رسالہ کی کتابت کا تعلق ہے اس کا موجودہ حسین ونفیس ایڈیشن تو منشی غلام جیلانی آف ننکانہ صاحب (وفات 14 جون 1992ء) خوشخطی کا بہترین نمونہ ہے مگر اس کے پہلے مایہ ناز اور تاریخی کاتب **حضرت منشی کرم علی صاحب** (بیعت 1897ء۔ وفات 15 دسمبر 1952ء) تھے جن کا اصل وطن لمبا نوانی تحصیل وضلع گوجرانوالہ تھا۔ آپ سلسلہ کے ممتاز خادم مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل مربی سلسلہ (وفات 2 ستمبر 1968ء) کے خسر تھے۔ مہاشہ صاحب کے عقد میں آپ کی صاحبزادی امیر بیگم صاحبہ آئیں۔

حضرت قاضی ظہور الدین صاحب کے قلم سے حضرت منشی کرم علی صاحب کے روح پرور حالات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

ایک وقت تھا کہ قادیان میں نہ کوئی پریس تھا نہ کاتب۔ حضرت مسیح موعود کو اپنے مسودات طبع کرانے کے لئے امرتسر جانا پڑتا۔ بعض اوقات پا پیادہ ہی چل پڑتے۔ اس قسم کی دقتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے آخر قادیان پریس دستی قائم ہوگیا۔ ابتداء میں حضرت پیر سراج الحق نعمانی، حضرت پیر منظور صاحبان کتابت کی خدمات بجالاتے۔ امرتسری کاتب بھی۔ اس سلسلہ میں منشی کرم علی صاحب بھی آ پہنچے۔ اور قادیان کے ہو رہے غیر احمدی کاتب اول تو آتے ہی نہ تھے۔ پھر باوجود ڈبل اجرت اور کھانے وغیرہ کی امداد کے ٹھہرتے نہیں تھے۔ منشی کرم علی صاحب کا خط بہت شستہ تھا ریویو آف ریلیجنز اردو کی کتابت وہی کرتے تھے۔ **خط معکوس میں بھی ان کو قابل تعریف دسترس حاصل تھی۔ جس سے سنگسازی کی مشکلات حل ہوگئیں۔ میں نے دیکھا کہ حقیقۃ الوحی چھپ رہی تھی۔ چھاپنے والے مرزا اسماعیل بیگ تھے جو حضور کے بچپن کے خادم تھے پروف حضور نے جو ملاحظہ فرما کر واپس بھیجا۔ تو قریباً آدھا صفحہ عبارت بڑھا دی۔ منشی صاحب نے بلاتکلف پتھر پر الٹا لکھا۔ چنانچہ جس خوبی سے یہ کام کیا گیا۔** حقیقۃ الوحی طبع اول کے صفحات سے فنی واقفیت والے دیکھ کر داد دے سکتے ہیں۔

پھر حضور کا منشاء تھا کہ چراغ الدین جمونی وغیرہ کی تحریروں کا عکس چھپے لاہور سے فوٹو کرانے میں کئی دقتیں تھیں۔ جلدی بھی تھی۔ منشی صاحب نے باریک کاغذ کاپی کے طور پر رنگ کرا سے اصل تحریر پر رکھ کر عکس لے لیا۔ اور یوں بلاخرچ بہت جلدی یہ کام بھی ہوگیا۔ منشی صاحب نے اپنے کئی شاگرد بھی تیار کئے بالخصوص منشی محمد حسین صاحب کاتب بدر جو آخری دم تک بدر اور الفضل لکھتے رہے اور سنگسازی بھی کرتے رہے۔ انہی کے فرزند احمد حسین نام آجکل الفضل کے ہیڈ کاتب ہیں۔ لیتھو پریس میں اصلاح سنگ بہت ضروری ہے اور احمدیہ تصانیف واخبارات جن میں زیادہ حصہ قرآن مجید کی آیات واحادیث اور دینی معلومات کا ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح یہی دو چار احمدی کر سکتے تھے۔ لاہور میں اب دقت پیش آ رہی ہے کاپی جواڑ جاتی ہے یا اس میں کچھ غلطیاں رہ جاتی ہیں تو اصلاح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ سنگساز دینیات عربی اور ہمارے لٹریچر سے ناواقف ہیں۔ اور وہ کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اگر بنائیں۔ ورنہ اول تو بناتے ہی نہیں۔ جب ریویو اردو کا چارج مجھے دیا گیا تو منشی صاحب کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ اور ہاتھ مضبوط نہیں رہا تھا۔ اس لئے جب ان کو معلوم ہوا کہ میں کتابت کا کچھ اور انتظام کرنا چاہتا ہوں تو وہ بیرونی محلّہ سے جہاں ایک معمولی سا مکان بنالیا تھا۔ دفتر میں آئے اور پاس بیٹھ کر مجھے کہا۔ میری طرف دیکھئے اور میری گزارش سنئے۔ میں نے بچشم پُر آب آپ سے یہ خواہش سن کر کہ ریویو کو میں نے ہی لکھنا شروع کیا تھا۔ اب چند روز کی بات ہے یہ شرف مجھ سے نہ لیا جائے۔ انہیں تسلی دلائی کہ آپ ہی اسے لکھا کریں گے۔ چنانچہ وہی لکھتے رہے جب تک کہ لکھ سکے۔ آخر عمر میں ایک معمولی سی دوکان اپنے مکان ہی میں کر لی تھی۔ اور قطعات بھی لکھتے تھے۔ وہ فارغ اوقات میں خصوصاً صبح شام جان محمد چٹھی رساں کے ساتھ مل کر درثمین کے اشعار خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابتداء میں احمدیہ چوک کے ملحقہ کچے چبارہ میں رہتے تھے۔ اور کئی لوگ سننے کے لئے نیچے کھڑے ہو جاتے۔ منشی صاحب نے آخیر تک اپنی وضع قطع کو قائم رکھا پٹے رکھتے مایہ لگی ہوئی ہلکے رنگ کی پگڑی گلے میں دوپٹہ۔ کرتہ۔ تہمد۔ ان کے بڑے لڑکے کا نام رحمت اللہ ہے آجکل غالباً سندھ میں ماسٹر ہیں۔ بہت مخلص ہیں بچپن کی چھ سات سال کی عمر ہوگی۔ ظہر کے وقت (بیت) مبارک میں آئے۔ منشی صاحب نے حضور مسیح موعود سے عرض کیا یہ میرا لڑکا ہے۔ رحمت اللہ نے خوش الحانی سے یہ شعر پڑھا۔

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

اور آخری فقرہ میں آگے بڑھ کر حضرت اقدس کو ہاتھ لگایا۔ حضور مسکرائے۔ منشی صاحب کو اولاد کی وفات کے صدمات اٹھانے پڑے جو بڑے صبر سے برداشت کئے ایک لڑکا پہلے فوت ہوگیا۔ پھر دوسرا جسے خلافت ثانیہ میں اس تحریک پر کہ مدرسہ احمدیہ میں بچوں کو دینیات پڑھائی جاوے۔ اسے مدرسہ احمدیہ میں ہائی سکول سے داخل کرا دیا۔ یہ لڑکا بہت ذہین شکیل و جمیل تھا۔ اور اپنے ہم عصر طلباء میں مقبول ناگاہ فوت ہوگیا۔ چودہ سال کے قریب عمر ہوگی۔ دفن کے بعد منشی صاحب تو پھر نہ آئے۔ مگر اکثر طلباء وغیرہ قبر پر کئی دن دعا کے لئے جاتے رہے حافظ سلیم اٹاوی نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ پھر منشی صاحب نے اپنے پوتے کو اپنی تربیت میں لے لیا ایک تحریک حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے ہونے پر چھوٹی سی عمر میں تعلیم چھوڑ کر نیوی میں بھرتی ہوگیا اور تھوڑی مدت کے بعد وہ بھی فوت ہوگیا۔ یہ صدمہ بھی منشی صاحب نے صبر جمیل سے برداشت کیا یہ لڑکا بہت نیک خوش خصال تھا۔ ایک نوعمر مہاشہ غالباً یوگندر پال نام کو سعادت دارین قادیان لے آئی۔ محمد عمر نام پایا۔ ہندی سنسکرت میں کچھ شد بد تھی۔ اس میں امتحان پاس کئے۔ زباں سراسر ہندی تھی مگر توغل فی الدین اور صحبت علماء صالحین سے بہرہ اندوز ہو کر مولوی فاضل پاس کر لیا تو.......... کو جو بے در بے گھر بے زر ہوں رشتہ دینے میں اکثر کو تامل ہوتا ہے۔ احمدیت میں یہ بات بہت کم ہے۔ منشی صاحب مرحوم نے جرأت اخلاص سے اپنی لڑکی کو ان کے حبالہ نکاح میں دے دیا اور یہ شادی خانہ آبادی موجب برکات ہوئی.......... چونکہ پریس سے میرا چالیس سال سے زیادہ واسطہ رہا ہے۔ اس لئے میرا فرض تھا کہ چند کلمات تاسف ان کی وفات پر کہوں

(الفضل 11 جنوری 1953ء صفحہ 5)

حضرت منشی کرم علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی سخت زلزلہ سے متعلق پیشگوئی مورخہ 28 فروری 1907ء کو حضور انور کی زبان مبارک سے قبل از وقت سنی اس طرح آپ کو رب ذوالجلال کے ایک عظیم نشان کے گواہوں میں شامل ہونے کا قابل فخر اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے آپ کا اسم گرامی اپنے قلم اعجاز رقم سے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 57 (طبع اول) میں تحریر فرمایا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(بقیہ صفحہ 63)

وقت اموال خاص طور پر جمع ہونے شروع ہو جائیں گے اور قدرتی طور پر جائیدادوں کا ایک جتھا دوسری جائیدادوں کو کھینچنا شروع کر دے گا اور جوں جوں وصیت وسیع ہوگی نظام نو کا دن انشاء اللہ قریب سے قریب تر آجائے گا۔

غرض تحریک جدید گو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں ہے.......... بطور ارہاص کے ہے ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ (نظام نو)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نظام وصیت کی اہمیت کے پیش نظر فرماتے ہیں:۔

''پس تم جلد سے جلد وصیتیں کرو تا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آجائے جبکہ چاروں طرف (دین حق) اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی میں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے۔ توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی ودنیوی برکات سے مالا مال ہوسکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردہ کہا جاتا تھا۔ جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا۔ اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا۔ جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا۔ جس نے ساری دنیا کے دکھوں اور دردوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب کو، ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرما دی۔'' (نظام نو ص 134,133)

وصیت سے متعلق ضروری قواعد

جن کا جاننا سب کے لئے ضروری ہے

(بصورت سوال و جواب)

آمد

سوال: آمد اور جائیداد پر شرح وصیت کیا ہے؟

جواب:۔ ایک موصی کے لئے ضروری ہے کہ

1۔ بوقت وفات اپنی جائیداد پر 1/10 سے لے کر 1/3 حصہ کی ادائیگی کی وصیت کرے۔

2۔ دوران زندگی جائیداد سے حاصل ہونے والی آمد کے علاوہ تمام ذرائع سے حاصل ہونے والی آمد کا 1/10 سے لے کر 1/3 حصہ بطور چندہ حصہ آمد ادا کرے۔

3۔ آمد از جائیداد پر چندہ حصہ آمد بمطابق شرح چندہ عام (1/16) ادا کرے۔

سوال: اگر بوقت وصیت کسی شخص کی مستقل ایک بھی آمد نہ ہو تو وہ اپنی ماہانہ آمد کیا تحریر کرے؟

جواب:۔ اس صورت میں اسے اپنی اندازاً ماہانہ آمد تحریر کرنی چاہئے یا چھ ماہ یا سال کی آمد کی اوسط تحریر کر دینی چاہئے۔

سوال: ایسی خاتون خانہ جو موصیہ ہو اور خود کوئی کام نہ کرتی ہو، عام طور پر ان سے جیب خرچ پر چندہ لیا جاتا ہے کیا اس بارہ میں کوئی رہنما اصول ہیں؟

جواب:۔ عورتوں کو حسب توفیق رہن سہن کے معیار کے لحاظ سے قربانی کرنی چاہئے۔ عام طور پر بیوی کے لئے چندہ وصیت کی ادائیگی کا طریق یہی ہے کہ اگر اس کی آمدنی کوئی نہ ہو تو اس کا خاوند مناسب جیب خرچ مقرر کرے اور وہ اس کی بیوی کی آمد متصور ہو اور اس طرح مالی قربانی کے تسلسل کو قائم رکھنے کی خاطر اس جیب خرچ پر چندہ وصیت ادا کرے۔ جیب خرچ کا تعین ہر ایک کے رہن سہن کو مدنظر رکھ کر مقرر کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا موصی طالب علم پر اپنے جیب خرچ، وظیفہ پر چندہ وصیت کی ادائیگی لازم ہوگی؟

جواب:۔ طالب علمی وظیفوں پر شرح کا اطلاق نہیں ہوگا۔ طلباء سے توقع رکھی جائے گی کہ وہ حسب حیثیت خود کچھ رقم معین کر کے جماعت سے افہام و تفہیم کے ذریعہ اس کے مطابق باقاعدہ چندہ ادا کریں۔

سوال: ملازمین اپنی تنخواہ پر مکمل حصہ آمد ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پنشن کے لئے ماہانہ یا سہ ماہی بنیاد پر Contribution کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں انہیں ریٹائرمنٹ پر پنشن ملتی ہے۔ ایسی پنشن پر چندہ کے بارہ میں کیا طریق ہے؟

جواب:۔ پنشن پر حصہ آمد واجب الادا ہوگا۔ کیونکہ ماہانہ Contribution تو معمولی رقم سے ہوتی ہے جبکہ ریٹائرمنٹ پر ماہانہ پنشن تو اس سے کافی زائد ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اپنی پنشن سے اس رقم کو منہا کرنا چاہتا ہے تو وہ صرف اسی قدر ہوگی جس قدر وہ اپنی Contribution کرتا رہا ہے۔ باقی رقم پر حصہ آمد واجب الادا ہوگا۔

سوال: کسی شخص کی آمد میں سے چندہ کی غرض کے لئے کون کون سے واجبات منہا کرنے کی اجازت ہے؟

جواب:۔ آمد جس پر چندہ واجب الادا ہے اس سے مراد ہر قسم کی آمد ہے جو مختلف ذرائع سے حاصل ہو۔

صرف درج ذیل واجبات کو اصل آمد سے منہا کرنے کی اجازت ہے۔

(i) ملازمین کو ملنے والے ایسے الاؤنسز جن کے اخراجات ملازمین کے ذاتی اختیار اور صوابدید پر نہ ہوں۔

(ii) حکومت کی طرف سے عائد کردہ لازمی واجبات مثلاً ٹیکس، لازمی انشورنس، لوکل ریٹس۔

(iii) ملازمین کو ملنے والے ایسے الاؤنسز جو مخصوص اخراجات کے لئے ہوں۔ مثلاً یونیفارم الاؤنس، تعلیمی الاؤنس، چلڈرن الاؤنس وغیرہ۔

(iv) ایسے الاؤنسز جو دفتری امور کی سرانجام دہی کے عوض ادا ہوں مثلاً T.A.-D.A.

سوال: کیا مکانات پر ادا ہونے والی انشورنس کی رقم چندہ کی ادائیگی کے لئے اصل آمد سے منہا ہوگی؟

جواب:۔ (1) مکان پر ادا ہونے والی انشورنس (ہاؤس انشورنس) کی رقم خواہ لازمی ہو، ایسی رقم چندہ کی غرض سے کسی شخص کی آمد سے منہا نہیں ہوگی۔ اگر Mortgage Company سے قرض لینے کے لئے ایسے مکان پر انشورنس کرانا لازمی ہو تو اس انشورنس کا فائدہ خریدار کو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ معمول کے اخراجات شمار ہوں گے۔ اس لئے قرضہ کی کسی قسط کی ادائیگی یا Interest ، Mortgage یا انشورنس پریمیم وغیرہ کو چندہ کی غرض کے لئے اصل آمد سے منہا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(2) اسی طرح آٹو انشورنس کو بھی اصل آمد سے منہا کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کا فائدہ بھی مالک کو جاتا ہے۔

سوال: کیا ہیلتھ انشورنس کو چندہ کی غرض کے لئے آمد سے منہا کیا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ ہیلتھ انشورنس کے اخراجات بھی آمد سے منہا نہیں ہوں گے خواہ یہ لازمی ہی کیوں نہ ہوں۔ سوائے ایسی صورت کے کہ جس میں ہیلتھ انشورنس ایک حکومتی ٹیکس کی صورت اختیار کرلے یا اس کا فائدہ ایک کمیونٹی پر محیط ہو اور ذاتی طور پر کوئی سہولت اس سے حاصل نہ ہوتی ہو۔

سوال: اگر موصی کو کسی غیر منقولہ جائیداد پر بطور کرایہ کوئی آمد وصول ہو رہی ہو تو کیا اس آمد پر وہ چندہ حصہ آمد ادا کرے گا؟

جواب:۔ جی ہاں موصی ایسی جائیداد سے پیدا ہونے والی آمد پر حصہ بشرح چندہ عام (یعنی 1/16) ادا کرے گا۔

جائیداد

سوال: ایک شخص اپنی آمد میں سے (جائیداد) کے قرضہ کی قسط منہا کئے بغیر کل آمد پر حصہ آمد ادا کرتا ہے تو کیا ایسی صورت میں بھی اس جائیداد پر مکمل حصہ جائیداد ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب:۔ جائیداد پر حصہ جائیداد مکمل بمطابق وصیت ادا کرنا ضروری ہے۔

(1) اگر کوئی شخص اس قدر آمد کی سبیل نہیں رکھتا کہ اس سے یکمشت یا بالاقساط ایک جائیداد خرید سکے اور ایسی جائیداد کے حصول کے لئے وہ قرض حاصل کرتا ہے۔ اگر وہ زندگی میں ایسی جائیداد پر حصہ جائیداد ادا کرنا چاہتا ہے تو قرض کی ذمہ داری اپنے اوپر رکھے گا اور تشخیص کے وقت پر اس جائیداد کی جو قیمت ہوگی اس پر حصہ جائیداد ادا کرے گا۔ کیونکہ زندگی میں قرض کی کوئی حیثیت نہیں (کیونکہ ہر شخص دوران زندگی قرض لیتا اور واپس کرتا رہتا ہے)۔

(2) ایک شخص پہلے اپنی آمد پیدا کرتا ہے اور اس آمد پر وصیت حصہ آمد ادا کرتا ہے بعد ازاں بقیہ آمد سے یکمشت یا بالاقساط ایک جائیداد خریدتا ہے۔ جس پر بعد از وفات وصیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے یا اس کی اپنی آسانی کے لئے یہ اجازت دی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی زندگی میں اس کی ادائیگی کرسکتا ہے۔

سوال: منقولہ جائیداد از قسم شیئرز اور اسی طرح کی دوسری Investments پر وصیت کی ادائیگی کا کیا طریق ہوگا؟

جواب:۔ (1) ایسی جائیداد (Shares) اپنی موجودہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق جائیداد شمار ہوگی اور اس پر حصہ جائیداد واجب الادا ہوگا۔

(2) نیز ایسی جائیداد سے ملنے والے منافع پر حصہ آمد بمطابق شرح دینا ہوگا۔ (1/10 کے حساب سے یا جو موصی نے اپنی شرح مقرر کی ہو)۔

یہی ہدایت ہر قسم کی Investments پر بھی لاگو ہوگی۔

سوال: وصیت کرواتے وقت موصی اپنے ملکیتی مکان پر کس شرح سے وصیت ادا کرے گا؟

جواب:۔ چندہ وصیت کی کم سے کم شرح 1/10 اور زیادہ سے زیادہ 1/3 ہے۔ ہر شخص اس کے مابین اپنی حیثیت کے مطابق کسی بھی شرح پر حصہ آمد اور حصہ جائیداد مقرر کر کے اور دفتر کو اطلاع کر کے اس کی ادائیگی کرسکتا ہے۔

کیا کار موصی کی جائیداد کے طور پر شمار ہوسکتی ہے؟

جواب:۔ عام روزمرہ استعمال کی اشیاء کی طرح کار بھی موصی کی جائیداد شمار نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ موصی کی کوئی اور جائیداد نہ ہو اور وہ از خود اپنی رضامندی سے کار یا اس طرح کی دوسری اشیاء پر حصہ جائیداد ادا کرنے کی خواہش کرے یا کسی موصی کی جائیداد زیادہ تر اس طرح کی اشیاء پر مشتمل ہو یا کسی موصی کے پاس اس طرح کی بہت سی اشیاء کا قیمتی ذخیرہ ہو۔ جسے اس کی جائیداد متصور کیا جاسکے۔

سوال: کیا روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً ٹی وی، کمپیوٹر، گاڑی وغیرہ دوران وصیت بطور جائیداد لکھوائے جاسکتے ہیں؟

جواب:۔ مندرجہ بالا اشیاء گھریلو استعمال کے زمرے میں آتی ہیں۔ لہٰذا ان اشیاء پر وصیت لاگو نہیں۔ سلائی مشین پر بھی وصیت لاگو نہ ہے۔ اسی طرح کیمرہ، ٹیپ ریکارڈر، وی سی آر وغیرہ بھی گھریلو استعمال کی اشیاء ہیں۔

سوال: بیرون ممالک میں اکثر جائیداد میاں بیوی کے نام پر (نصف نصف) مشترکہ ہوتی ہے ایسی صورت میں اگر ان میں سے صرف ایک موصی ہو تو اس پر کتنے حصہ کی وصیت واجب الادا ہے؟

جواب:۔ (1) اگر جائیداد کے حصول میں ہر دو میاں بیوی کی رقم برابر لگی ہوئی ہے اور ان میں سے موصی صرف ایک ہے تو اس کو نصف جائیداد پر حصہ جائیداد واجب الادا ہوگا۔

(2) لیکن اگر صرف ملکی قانون کی وجہ سے حصہ دار ہیں اور ان دونوں میں سے صرف ایک کی رقم لگی ہوئی ہے تو جس کی رقم لگی ہے اور وہ موصی ہے تو پوری جائیداد پر حصہ جائیداد ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر دوسرا فریق موصی ہے جس کی رقم نہیں لگی ہوئی تو یہ جائیداد اس کی شمار نہ ہوگی اور نہ ہی اس پر اس کا حصہ جائیداد

واجب الادا ہوگا۔

(3) ملکی قانون شریعت پر لاگو نہیں ہوسکتا۔اس لئے اس (ملکیت) کی وضاحت کی جانی ضروری ہوگی۔ پہلے فریق کی وفات کے بعد ترکہ شمار ہوکر اگر دوسرا فریق موصی ہوتو اس کو شرعی حصہ کے مطابق وصیت ادا کرنا ہوگی۔

سوال: اگر کسی جائیداد کا حصہ جائیداد ادا ہو چکا ہو اور پھر اسے فروخت کر کے کوئی نئی جائیداد خرید لی جائے تو کیا اس پر بھی حصہ جائیداد ادا کرنا ہوگا؟

جواب:۔ زمین، مکان، پلاٹ جیسی ملکیت کو فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم کے متعلق درج ذیل صورت ہوگی۔

(1) اگر اسی قدر رقم سے یا اس سے کم رقم میں کوئی نئی جائیداد خریدی جائے تو ایسی نئی جائیداد پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہوگا۔ البتہ ایسی جائیداد سے حاصل ہونے والی آمد پر (اگر کوئی ہو) چندہ وصیت واجب ہوگا (بشرح 1/16)۔

(2) لیکن اگر فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں مزید کچھ رقم ڈال کر نئی جائیداد خریدی جائے تو اس جائیداد میں نئی ڈالی گئی رقم کے تناسب سے اس جائیداد کے اس حصہ پر حصہ وصیت واجب الادا ہوگا جس تناسب سے رقم ڈالی گئی۔لیکن ایسی جائیداد سے بھی حاصل ہونے والی آمد پر (اگر کوئی ہو) چندہ وصیت کل آمد پر واجب الادا ہوگا (بشرح 1/16)

(3) حصہ وصیت ادا کر چکنے کے بعد جمع شدہ نقدی اصل حالت میں رہے تو اس پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہوگا۔البتہ نقد رقم سے حاصل ہونے والی آمد یا منافع پر حصہ وصیت واجب الادا ہوگا۔

سوال: زیورات فروخت کر کے حاصل کرنے والی اشیاء کے متعلق کیا صورت ہوگی؟

جواب:۔ایسے زیورات جن پر حصہ وصیت ادا کیا جا چکا ہے، کو فروخت کر کے اگر کوئی نئے زیورات اسی قدر رقم سے خریدے جائیں جتنے میں پہلے فروخت کئے گئے تھے تو ایسی صورت میں نئے خرید کردہ زیورات پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہوگا۔البتہ دفتر وصیت کو یہ اطلاع واضح طور پر دینا ہوگی کہ مندرج نئے (نئے زیورات کی قسم اور وزن کی تفصیل ساتھ منسلک کریں) زیورات سابقہ زیورات کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے خریدے گئے ہیں۔

لیکن اگر فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں مزید کچھ رقم ڈال کر نئے زیورات خرید کئے جائیں تو ان نئے زیورات میں نئی ڈالی گئی رقم کے تناسب سے حصہ وصیت واجب الادا ہوگا جس تناسب سے رقم ڈالی گئی ہو۔

سوال: کیا ایسی جائیداد جو مارگیج یا قرض پر لی گئی ہو، نئی وصیت کرتے وقت ایسی جائیداد وصیت فارم میں درج کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ایسی کوئی بھی جائیداد جو مارگیج یا قرض پر لی گئی ہو، وہ وصیت کنندہ کی ہی جائیداد تصور ہوگی اور اس کا اندراج وصیت کرتے وقت فارم میں کیا جانا ضروری ہوگا۔ اس کے علاوہ ایسی جائیداد کی اندازاً مالیت اور ایڈریس بھی درج کرنا ہوگا۔اس کے علاوہ اگر بعد وصیت بھی ایسی کوئی جائیداد خریدی جائے تو اس کی اطلاع مرکز کو کرنا ضروری ہوگا۔

سوال: مارگیج یا قرض پر لی گئی جائیداد کے متعلق اصولی طرز عمل کیا ہے؟

جواب:۔ جو جائیداد قرض پر لی گئی ہو اس پر وصیت کی ادائیگی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ارشاد:۔

”اس ضمن میں اصولی طرز عمل یہ ہے کہ جو شخص زندگی میں اپنی جائیداد کا حصہ وصیت ادا کرنا چاہتا ہے تو اسے بعض شرائط کے ساتھ منظور کرلیا جاتا ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اپنی جائیداد پر اتنا قرض دینا ہے، یہ منہا کرلیا جائے اور بقیہ پر حصہ وصیت کی ادائیگی ہوجائے تو ایسے معاملے میں بعض پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ان پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے عام طور پر یہی بہتر ہے کہ جس نے قرض پر جائیداد بنائی ہو اس جائیداد کا حصہ وصیت اس کی زندگی میں اسی صورت میں قبول کیا جائے کہ وہ قرض کی ذمہ داری اپنی ذات پر رکھے اور پوری جائیداد کی قیمت پر حصہ وصیت ادا کرکے فارغ ہوجائے۔

اگر وہ قرض کو منہا کر کے حصہ وصیت ادا کرنا چاہے تو منظوری کی صورت میں اس کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ یہ حصہ وصیت صرف اس جائیداد کا ہوا ہے جس پر کسی قسم کا قرض نہیں تھا اور جس جائیداد پر قرض ہے اس کا معاملہ وفات کے دن تک ملتوی سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر اس وقت تک قرض ادا کر دیا گیا ہو تو جائیداد کے اس حصہ کی وصیت کا مطالبہ وفات کے بعد کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں قرض کے عذر پر اس حصہ کی وصیت ادا نہ کی تھی۔اگر کچھ قرض باقی ہو تو پھر اس جائیداد کا تخمینہ کر کے اس میں سے قرض منہا کرلیا جائے اور بقیہ قیمت جائیداد پر وصیت واجب الادا ہوگی۔ یہ اصولی طرز عمل ہے اس کا سب پر اطلاق ہوگا“۔ (خط محررہ 28-01-1990)

سوال: Mortgage پر لی گئی جائیداد کی تشخیص کا کیا طریق ہے؟

جواب:۔ ہر ایسی جائیداد جو Mortgage پر خریدی گئی ہو اس کے حصہ جائیداد کی ادائیگی کے دو ہی طریق ہیں:

(1) اگر موصی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا حصہ جائیداد ادا کرنا چاہے تو ایسی جائیداد کی باقاعدہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق تشخیص ہوتی ہے اور Mortgage کی رقم منہا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ قرضہ کی زندگی میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

(2) اگر کوئی موصی اپنی زندگی میں اپنی کسی جائیداد کا حصہ ادا نہیں کرتا تو وفات کی صورت میں پہلے قرضہ، پھر وصیت، پھر وراثت ہوتی ہے۔اس صورت میں اگر وفات کے وقت ایسی جائیداد جس پر حصہ جائیداد قابل ادا ہو اس پر اگر کوئی Mortgage کی اقساط رہتی ہیں تو وفات کے وقت اس جائیداد کی جو مالیت ہوگی اس میں سے Mortgage کی رقم منہا کر کے بقیہ رقم پر حصہ جائیداد ادا ہوگا۔

سوال: کیا کوئی موصی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کی تشخیص کروا کر اس پر واجب الادا رقم کی ادائیگی کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو کس شرح پر نیز کیا تشخیص کروانے کے بعد مکمل ادائیگی کرنے کی کوئی میعاد مقرر ہے؟

جواب:۔ (1) جی ہاں موصی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کی تشخیص کروا کر اس پر حصہ جائیداد ادا کرسکتا ہے۔

(2) ادائیگی کی شرح موصی از خود مقرر کرتا ہے (مقررہ شرح کے مابین) نیز مجلس کارپرداز سے اس کی منظوری بھی لازم ہے۔

(3) تشخیص مکمل ہوجانے کے بعد ہر قسم کی جائیداد کی ادائیگی دو سال میں کرنا ضروری ہے۔

(4) رہائشی مکان کی صورت میں یہ میعاد 5 سال تک کی ہوسکتی ہے۔اگر موصی خود اس میں رہائش پذیر ہے۔

سوال: جائیداد جو کسی موصی کے نام ہو مگر وہ مکمل طور پر اس کی ملکیت نہ ہو تو کیا موصی اس جائیداد پر چندہ حصہ جائیداد ادا کرے گا؟

جواب:۔اگر جائیداد مکمل طور پر موصی کی ملکیت نہ ہو تو اس جائیداد میں سے صرف اس کے ملکیتی حصہ پر حصہ جائیداد ادا کرنا لازمی ہوگا۔لیکن اگر اس جائیداد میں سے موصی کا کچھ بھی حصہ نہ ہے بلکہ موصی کا محض نام استعمال ہو رہا ہے تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دینا ہوگی۔

سوال: اگر موصی کسی قرض لی ہوئی رقم سے خریدے گئے مکان پر اقساط ادا کر رہا ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اس کی تشخیص کروا کر حصہ جائیداد ادا کردے تو کیا وہ خریدی گئی جائیداد کی کل مالیت پر حصہ جائیداد ادا کرے گا یا صرف اس حصہ پر جس کی اس نے ادائیگی کردی ہے؟

جواب:۔حصہ جائیداد درحقیقت موصی کی وفات پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ تاہم پیچیدہ اور غیر یقینی صورتحال سے بچنے کے لئے موصی کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی حصہ جائیداد ادا کرلے۔

سو اگر موصی اپنی زندگی میں ہی حصہ جائیداد ادا کرنا چاہتا ہے تو قرض پر لی گئی جائیداد بھی اس کی جائیداد متصور ہوگی اور اسے اس کی رائج الوقت قیمت پر حصہ جائیداد ادا کرنا لازم ہوگا۔لیکن اگر قرض کی مکمل ادائیگی سے قبل ہی اس کی وفات ہوجائے تو کل مارکیٹ ویلیو میں سے بقیہ واجب الادا قرض کی رقم منہا کر کے حصہ جائیداد ادا کیا جائے گا۔

ادائیگی حصہ جائیداد بعد از وفات

سوال:۔اگر کسی موصی نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر حصہ جائیداد ادا کر دیا ہو تو کیا اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء اس جائیداد پر دوبارہ اس کا حصہ جائیداد ادا کریں گے؟

جواب:۔ اگر موصی نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر حصہ جائیداد ادا کر دیا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء کو اس جائیداد پر دوبارہ حصہ جائیداد ادا نہیں کرنا ہوگا۔

سوال:۔موصی کی وفات کی صورت میں حصہ جائیداد کی ادائیگی کا کیا طریق ہوگا؟

جواب:۔ موصی کی وفات کے وقت پر حصہ جائیداد فوری ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔اگر اس کے ورثاء فوری ادائیگی نہیں کرسکتے تو ایسی صورت میں ان کی طرف سے کوئی قابل اعتماد ضمانت پیش ہونے پر مجلس کارپرداز ایسے موصی کو استثنائی طور پر تدفین کی اجازت دے سکتی ہے۔تاہم یہ ضمانت زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت کے لئے ہوگی۔اس عرصہ میں مکمل ادائیگی ہونا ضروری ہے۔

کاروبار سے متعلق سوالات

سوال:۔کیا کاروبار میں لگا ہوا سرمایہ (راس المال) وصیت کنندہ کی جائیداد شمار ہوگا؟ اور کیا اس کا اندراج وصیت فارم میں کیا جانا ضروری ہے؟

جواب:۔ کاروبار میں لگا ہوا سرمایہ (راس المال) وصیت کنندہ کی جائیداد شمار ہوگا اور اس کی مکمل تفصیل کا وصیت فارم میں درج کیا جانا ضروری ہوگا۔

سوال:۔کیا کاروبار سے حاصل ہونے والے کل منافع (Net Income) پر چندہ وصیت ادا کرنا ضروری ہوگا یا کہ ایک تاجر جو اپنے روزمرہ گزارے کے لئے اس منافع سے ایک مقرر کردہ رقم حاصل کرتا ہے اس پر چندہ کی ادائیگی کی جائے گی؟

جواب:۔تاجر حضرات کو اپنی کل آمد (Gross Income) میں سے ایسے اخراجات وضع کر کے جو آمد پیدا کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں باقی مجموعی اصل آمد (Net Total Income) پر چندہ ادا کرنا ہوگا۔محض اپنے ماہانہ اخراجات کے لئے تجارت (Business) سے وصول کردہ رقم (Drawings) پر چندہ ادا کرنا درست نہیں۔

سوال:۔کاروبار سے حاصل ہونے والی آمد پر چندہ وصیت کس شرح سے ادا کرنا ضروری

ہوگا؟

جواب:۔ کاروبار سے حاصل ہونے والی آمد پر موصی کا اپنی مقرر کردہ شرح کے مطابق ادائیگی کرنا ضروری ہوگا۔ (نہ کہ چندہ عام کی شرح سے)

زندگی میں وصیت کی ادائیگی کاروبار سے حاصل ہونے والی آمد سے ہوگی۔ راس المال یعنی کل اثاثے منفی کل Liability پر ادائیگی وفات کے وقت ہوگی یا اگر موصی خود زندگی میں اس پر چندہ کی ادائیگی کرنا چاہے۔ Working Capital پر چندہ نہیں ہوتا۔

سوال:۔ کیا بلڈنگ کنسٹرکشن میں استعمال ہونے والی مشینری، شٹرنگ میٹیریل بطور جائیداد وصیت میں درج ہوگا؟

جواب:۔ کسی بھی قسم کا کاروبار ہو چاہے وہ فیکٹری، ملز یا کنسٹرکشن کمپنی ہو وہ صرف اس حد تک موصی کی جائیداد شمار ہوگی جس حد تک موصی کا حصہ ہو گا۔ مثلاً اگر کسی فیکٹری، ملز یا کنسٹرکشن کمپنی کی کل مالیت اس کے اثاثے، بینک بیلنس وغیرہ کی مالیت ایک کروڑ ہو اور اس کاروبار کے ذمہ واجب الاداء بینک کا قرضہ اور دیگر واجبات کی مالیت 60 لاکھ ہو تو موصی کا حصہ 40 لاکھ روپے بنے گا اور وہ اس کی جائیداد شمار ہوگی۔ جس پر وہ حصہ جائیداد ادا کرے گا۔

یعنی کل اثاثے منفی کل قرضہ اور دیگر واجبات موصی کا حصہ جس پر چندہ حصہ جائیداد ادا ہوگا۔

کاروبار پر حصہ جائیداد عموماً موصی کی وفات پر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی زندگی میں ادا کرنا چاہے تو مندرجہ بالا طریق کے مطابق اس کے کاروبار کے تمام اثاثہ جات کی تشخیص کے بعد اس کمپنی یا کاروبار کے ذمہ قرض اور دیگر واجبات کو منہا کر کے بقایا اثاثہ جات پر حصہ جائیداد ادا ہوگا۔

وفات و کتبہ جات سے متعلق

سوال:۔ کیا مقامی مقبرہ موصیان کے انتظام و انصرام اور تدفین کے لئے وہی قوانین ہیں جو بہشتی مقبرہ ربوہ کے لئے ہیں یا ان سے کچھ مختلف ہیں؟

جواب:۔ (1) مقبرہ موصیان میں تدفین کے قواعد و شرائط مکمل طور پر وہی ہیں جو کسی موصی کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے لازمی قرار دیئے گئے ہیں۔

جیسا کہ قواعد میں درج ہے کہ کسی موصی کی تدفین سے قبل اس کے حصہ آمد کی ادائیگی مکمل طور پر لازمی ہوگی۔ البتہ جائیداد کے بارہ میں استثناء رکھا گیا ہے۔ اگر کسی موصی کا حصہ جائیداد مکمل ادا نہ ہوا تو اس کی ادائیگی کے بارہ میں قابل اعتماد ضمانت لے لینے پر تدفین ہوسکے گی۔ کسی بھی موصی کی وفات پر تدفین سے قبل ضروری ہے کہ موصی کے حساب حصہ آمد و جائیداد کے بارہ میں مرکز سے حساب منگوا کر اس کی روشنی میں سابقہ بقایا جات وصول کئے جائیں۔

(2) بیرون ممالک میں جو مقبرہ موصیان قائم ہیں ایسے مقبروں کو بہشتی مقبرہ کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ مقبرہ موصیان کہلاتے ہیں۔

(3) مقبرہ ہائے موصیان بیرون کے انتظام و انصرام کے لئے کمیٹی بنتی ہے۔ اس کا صدر نیشنل امیر جماعت اور سیکرٹری، نیشنل سیکرٹری وصایا ہوتا ہے۔ نیشنل سیکرٹری مال اور مربی انچارج بھی اس کے ممبر ہوتے ہیں۔ کل ممبران کی تعداد پانچ سے سات تک مناسب ہوتی ہے اور کورم تین ممبران کا ہوگا۔

اس کمیٹی کا یہ کام ہوگا کہ وہ اپنے ملک میں وصیت کی تحریک کرتی رہے اور موصیان کی تدفین اور مقبرہ موصیان سے متعلقہ امور سرانجام دے۔

سوال:۔ کیا کمیٹی برائے تدفین قبرستان کی نگہداشت کے لئے مقامی حالات کے پیش نظر کوئی رقم مقرر کرسکتی ہے؟ جو ہر موصی کی وفات پر اس کے ورثاء سے لی جائے۔ کیونکہ عام قبرستان میں بھی تدفین کے لئے کچھ نہ کچھ رقوم لی جاتی ہیں؟

جواب:۔ اگر کسی ملک میں ایسی کوئی ضرورت پیدا ہوتی ہے تو مناسب ہوگا کہ اس بارہ میں کمیٹی کی معین رائے مکمل وضاحت کے ساتھ امیر صاحب کی وساطت سے مرکز بھجوائی جائے تاکہ بعد غور و جائزہ فیصلہ ہوسکے۔

سوال:۔ کتبہ لگانے کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے؟

جواب:۔ بعد وفات موصی/موصیہ، ترکہ وغیرہ کی مکمل رپورٹس منگوانے کے بعد ادائیگی مکمل کروا کر دفتر اپنی طرف سے موصی کا کتبہ لگاتا ہے جو کہ عام سٹینڈرڈ سائز کا ہوتا ہے۔

لیکن اگر ورثاء خود کتبہ لگوانا چاہتے ہوں تو اس کے لئے تحریری طور پر سیکرٹری مجلس کارپرداز کو درخواست دینی ہوگی اور نمونہ عبارت دے کر اس کی منظوری لینی ہوگی۔ ورثاء اگر خود کتبہ لگوائیں تو اس کتبہ کا مقرر شدہ سائز ہے۔

سائز کتبہ:۔

لمبائی 24 انچ اور چوڑائی 15 انچ

کتبہ کی عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

مزار

نام............ ولدیت/زوجیت............

سکونت............ تاریخ پیدائش............

تاریخ بیعت...... تاریخ وفات...... وصیت نمبر

(1) دسویں حصہ سے زائد کی وصیت ہو تو اس کا ذکر۔

(2) امتیازی خصوصیات، خدمات اور واقعات کا مختصر ذکر۔ (3) حضرت مسیح موعود یا خلفائے کرام نے کوئی تعریفی کلمات فرمائے ہوں تو ان کا ذکر۔

عبارت کی منظوری سیکرٹری مجلس کارپرداز دیں گے۔ بیرونی ممالک میں مقبرہ موصیان میں لگائے جانے والے کتبہ جات کے متعلق بھی یہی طریق ہے۔

سوال:۔ ترکہ میں تجہیز اور تدفین کے اخراجات وضع کرنے کے بارہ میں شرعاً کس حد تک جواز ہے؟

جواب:۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے ہی وصیت فارم کے شروع میں شق اول کے تحت موصی درج ذیل اقرار کرتا ہے ''کہ میرے مرنے کے بعد نعش کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جائے۔ بشرطیکہ .... اور نعش کو قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع نہ کروا سکا تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جائیں لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس حصہ جائیداد پر نہ پڑے گا جو میں اس وصیت کی رو سے صدر انجمن احمدیہ کو دیتا ہوں''۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے اس بارہ میں سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا:۔

''سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے زمانہ میں تجہیز و تدفین وغیرہ امور کے بارہ میں موصی جو اقرار کرتے تھے وہی جاری رہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں''۔

متفرق سوالات

سوال:۔ اگر کسی شخص کی کوئی آمد نہ ہے تو کیا وہ وصیت کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو کس شرح سے اپنی وصیت ادا کرے گا؟

جواب:۔ ایسا شخص جس کی کسی قسم کی آمد یا جائیداد نہ ہے۔ اس کے لئے وصیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ تاہم اگر کسی شخص کے پاس مناسب جائیداد ہے لیکن آمد کا کوئی ذریعہ نہ ہے (مثلاً شادی شدہ گھریلو خاتون) تو وہ اپنے رہن سہن کے لحاظ سے کوئی ایسی مناسب رقم بطور جیب خرچ معین کرسکتی ہے جس پر وہ اپنا چندہ ادا کرسکے۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص جس نے کسی وجہ سے چندہ عام میں معافی حاصل کر رکھی ہو کیا وہ بعد میں وصیت کرسکتا ہے؟

جواب:۔ اگر کسی دوست نے قبل از وصیت چندہ عام میں اپنی کسی مجبوری کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح سے معافی حاصل کی ہو اور پھر وہ چندہ عام باقاعدہ ادا کر رہے ہوں تو وصیت کرنے میں کوئی قاعدہ مانع نہیں۔

سوال:۔ کیا مقروض ہونے کی حالت میں وصیت کرنا جائز ہے؟

جواب:۔ اگر وصیت کنندہ کی آمد اور جائیداد کے ساتھ دیگر شرائط مکمل ہیں تو وصیت کرنے میں کوئی قاعدہ روک نہ ہے اور قرض وصیت کی راہ میں روک نہ ہے۔ کیونکہ قرضہ کی زندگی میں تو کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ مقروض کی حالت کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اگر تو قرض لے کر کوئی جائیداد بنائی ہے جس سے آمد ہو رہی ہے یا قرضہ لے کر کوئی کاروبار شروع کیا ہے اور اس سے آمد ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں وصیت کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی فرد جماعت کی اپنی کوئی آمد اور جائیداد نہیں اور اپنے مستقل گزارہ کے لئے قرض پر انحصار کر رہا ہے تو ایسے شخص پر وصیت کرنا لازم نہیں اور اس کی وصیت منظور نہیں ہوسکتی۔

سوال:۔ فارم وصیت پر بطور گواہ کس کے دستخط ہونے ضروری ہیں؟

جواب:۔ روئداد اجلاس اول مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ منعقدہ 29 جنوری 1906ء کے تحت ہدایات نمبر 3 (ب) کے تحت درج ہے کہ:۔

''............ اور وصیت نامہ حتی الوسع بطور گواہ ورثا یا شرکائے وصیت کنندہ کے دستخط ہوں۔ اور ساتھ ہی شہر یا گاؤں کے دو معزز گواہ ہوں''۔

سوال:۔ اعلان وصیت کی کیا شرح ہے؟

جواب:۔ وصیت کی تشہیر کے اخراجات کے لئے کوئی رقم معین نہیں ہے۔ ملکی حالات کے مطابق اس میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ امیر/صدر جماعت مرکز کو اس بارہ میں سفارش پیش کر کے منظوری لیتے ہیں۔

سوال:۔ چندہ شرط اول کی کیا شرح ہے؟

جواب:۔ چندہ شرط اول کے بارہ میں راہنما اصول یہی ہے کہ خواہش مند موصی اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرے تاکہ قبرستان کی ترتیب و تزئین کے اخراجات کو پورا کیا جاسکے۔ نیز بوقت ادائیگی اپنی آمد، اثاثے اور مقبرہ موصیان کی ضروریات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوال:۔ ترکہ کی تعریف کیا ہے اور اس میں کون کون سی اشیاء شامل ہیں؟

جواب:۔ موصی کی وفات پر اس کی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ اس کا ترکہ شمار ہوگی۔ اس جائیداد میں موصی کا مکان، زمین، زیورات، نقد رقم، بانڈز، شیئرز وغیرہ سب شامل ہیں۔ غرضیکہ وہ سب اشیاء جو ورثاء میں قابل تقسیم شمار ہوتی ہیں وہ موصی کا ترکہ ہے۔ تاہم حصہ جائیداد کی ادائیگی کے لئے ان میں سے گھریلو استعمال کی ضروری اشیاء مستثنیٰ ہیں۔

سوال:۔ جماعتی نظام کے تحت کی گئی وصیت اور مقامی طور پر کی گئی کسی دوسری وصیت کی صورت میں کیا شکل بنے گی؟

جواب:۔ ہر ایک موصی جماعتی نظام کے تحت کی گئی وصیت کی تعمیل کا مکمل طور پر پابند ہوگا اور اس پر حسب تحریر عمل ہوگا۔ وصیت کنندہ سے اسی لئے جماعتی نظام کے تحت یہ تحریر لی جاتی ہے کہ یہ اس کی آخری وصیت ہوگی۔ یعنی وہ بعد میں کوئی ایسی وصیت نہیں کرسکتا جو کسی صورت میں اس وصیت پر اثر انداز ہو سکے۔ لہٰذا مقامی طور پر کی گئی کوئی وصیت جماعتی نظام کے تحت کی گئی وصیت سے متصادم نہ ہو سکے گی۔ بلکہ صدر انجمن احمدیہ کے حق میں کیا گیا حصہ مقامی وصیت میں ایک قرض کے طور پر ظاہر ہونا چاہئے۔

(ماخوذ از کتاب ''مالی قربانی ایک تعارف'' مرتبہ وکالت مال ثانی۔ ربوہ)

بہشتی مقبرہ قادیان کے ابتدائی مدفون

آغاز سے خلافت اولیٰ کے اختتام تک جن خوش قسمت بزرگوں کو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبرشمار	نام	عمر	تاریخ وفات
1	حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی	47	11/اکتوبر 1905ء
2	چودھری الہ داد صاحب ضلع شاہ پور	34	27 مئی 1906ء
3	الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلی	80	10/اپریل 1906ء
4	غوثاں بنت رلیا گوجر مالیر کوٹلہ	20	23 ستمبر 1906ء
5	صاحب نور صاحب کابلی	35	20/اکتوبر 1906ء
6	امۃ الحمید بیگم صاحبہ زوجہ نواب محمد علی خان صاحب	20	27/اکتوبر 1906ء
7	شیخ مسیح اللہ صاحب شاہجہانپوری	70	6 نومبر 1906ء
8	بصری اہلیہ محمد اسماعیل مالیر کوٹلی	27	یکم اپریل 1907ء
9	اللہ رکھا صاحب شاہدرہ	24	30 جون 1907ء
10	حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری	63	30 جون 1907ء
11	امیر حسن پسر سید مہدی حسین راجپورہ	13	یکم ستمبر 1907ء
12	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب		16 ستمبر 1907ء
13	حاجی شہاب الدین صاحب لودیانوی	75	6 نومبر 1907ء
14	امیر خاں صاحب بنوڑی	55	5 جنوری 1908ء
15	احمد جی صاحب ضلع ہزارہ	60	12 جنوری 1908ء
16	مولوی غلام حسین صاحب لاہوری	66	یکم فروری 1908ء
17	حاجی فضل حسین صاحب شاہجہانپوری	78	29 فروری 1908ء
18	بابو شاہ دین صاحب ضلع سیالکوٹ	38	25 مئی 1908ء
19	حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی	75	27 مئی 1908ء
20	محمدی بیگم زوجہ پیر منظور محمد لودیانوی	32	9/اکتوبر 1908ء
21	امتیاز النساء زوجہ علی حسین بریلوی	62	12/اکتوبر 1908ء
22	صلاح محمد صاحب ریاست جموں	20	16/اکتوبر 1908ء
23	امۃ الرحیم زوجہ مہدی حسین راجپورہ	42	12 نومبر 1908ء
24	فاطمہ بیگم زوجہ مولوی محمد علی صاحب ضلع گورداسپور	22	20 نومبر 1908ء
25	چودھری رستم علی صاحب ضلع جالندھر	52	11 جنوری 1909ء
26	حسین بی بی والدہ ڈاکٹر غلام غوث صاحب	75	3/اپریل 1909ء
27	قدرت اللہ خان صاحب شاہجہانپوری	67	19/اپریل 1909ء
28	الفت بیگم زوجہ شیخ رحیم بخش صاحب	18	7 مئی 1909ء
29	مائی تابی خادمہ حضرت صاحب	70	18 مئی 1909ء
30	ماموں خاں صاحب علاقہ پٹیالہ	45	22 جون 1909ء
31	شیر بی بی زوجہ اکبر خاں صاحب مہاجر	57	22 جولائی 1909ء
32	شیخ محمد ابراہیم صاحب لائل پوری	65	12 نومبر 1909ء
33	مہر ساون سیکھواں	70	2 دسمبر 1909ء
34	غلام حسین ولد چودھری حاکم علی ضلع شاہ پور	15	18 مارچ 1910ء
35	حکیم فضل الدین صاحب بھیرہ	75	7/اپریل 1910ء
36	حسن بی بی زوجہ محمد رمضان قادیان	60	15/اپریل 1910ء
37	مہراں خادمہ حضرت مسیح موعود	45	21 مئی 1910ء
38	صاحبزادہ حمید احمد پسر صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب	سوا دو سالہ	19/اگست 1910ء
39	احمد بی بی بنت علی محمد ڈنگوی	15	17 نومبر 1910ء
40	سعیدہ بنت پیر افتخار احمد صاحب	18	20 دسمبر 1910ء
41	مولوی عبداللہ صاحب ضلع ہزارہ	45	3 جنوری 1911ء
42	مرزا ایوب بیگ صاحب کلانوری	25	28/اپریل 1900ء
43	برکت بی بی زوجہ مولا بخش لاہوری	38	29 جنوری 1911ء
44	میاں کریم بخش باورچی قادیان	50	14 مارچ 1911ء
45	حیات النور زوجہ حافظ روشن علی صاحب	21	8 نومبر 1911ء
46	شرفو والدہ جمال الدین صاحب سیکھواں	80	4 جنوری 1912ء
47	حسین بنت پیر بخش صاحب قادیان	35	یکم فروری 1912ء
48	جھنڈا تتغلو الہ ضلع گورداسپور	60	12/اپریل 1910ء
49	عمر الدین حجام قادیان	28	13/اپریل 1910ء
50	برکت زوجہ خلیفہ نور الدین صاحب جموں	42	29/اپریل 1912ء
51	نثار احمد پسر پیر افتخار احمد صاحب	18	22/اپریل 1912ء
52	نور محمد صاحب کابلی	70	13 جون 1912ء
53	قاضی خواجہ علی صاحب لودیانوی	65	24/اگست 1912ء
54	غلام محی الدین صاحب پدر حافظ جمال احمد صاحب	80	یکم ستمبر 1912ء
55	محمد الدین صاحب سیالکوٹی	60	5 ستمبر 1912ء
56	عزیز النساء زوجہ حافظ اسحٰق صاحب	18	10 ستمبر 1912ء
57	کلثوم بیگم زوجہ مدد خان صاحب	18	19 ستمبر 1912ء
58	صاحب جان بنت محمد حسین خاں ضلع ہوشیار پور	28	13 دسمبر 1912ء
59	غلام احمد صاحب ضلع سیالکوٹ	36	16/اکتوبر 1912ء
60	کرامت بنت احمد علی امرتسری	28	3 جنوری 1912ء
61	محمد الدین صاحب ضلع گجرات	99	27 جنوری 1913ء
62	اللہ رکھی اہلیہ شیخ چراغ دین صاحب مبلغ	22	17 فروری 1913ء
63	عائشہ اہلیہ محمد ابراہیم ضلع لائل پور	60	24 نومبر 1912ء
64	محمد یٰسین صاحب برادر اکبر محمد یامین تاجر کتب قادیان سہارنپوری	27	27 فروری 1911ء
65	مہراں والدہ شیخ نور الدین صاحب	40	یکم اپریل 1911ء
66	ظہور النساء زوجہ وزیر خان صاحب	33	18 مئی 1913ء
67	سید گلزار حسین صاحب ضلع شاہ پور	30	2 جون 1913ء
68	سکینہ بی بی اہلیہ قاضی امیر حسین صاحب	25	10 جولائی 1913ء
69	نتھو صاحب ضلع گورداسپور	45	31/اگست 1913ء
70	شریف احمد صاحب پسر جمال الدین سیکھوانی	16	9 ستمبر 1913ء
71	صالحہ بی بی بنت خیر الدین سیکھواں	18	22 ستمبر 1913ء
72	امیر بی بی والدہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ قادیان	80	11 نومبر 1913ء
73	ہاجرہ زوجہ عبدالستار صاحب سوہل	45	14 نومبر 1913ء
74	محمد عبداللہ صاحب قادیان	100	29 جنوری 1914ء
75	گلاب بی بی زوجہ محمد بخش قادیان	65	یکم مارچ 1914ء
76	حضرت خلیفۃ المسیح الاول علامہ مولانا حکیم نور الدین	قریباً 80	13 مارچ 1914ء

فہرست مرحومین جن کی نعشیں نہ پہنچ سکیں اور ان کے نام کے کتبے نصب کیے گئے

نمبرشمار	نام	تاریخ
1	غلام احمد صاحب ضلع سیالکوٹ	15 مارچ 1902ء
2	راج بی بی اہلیہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پنڈال ضلع سیالکوٹ	8/اپریل 1906ء

3	فضل دین ضلع شاہ پور	5/اگست 1908ء
4	حکیم فضل الٰہی صاحب لاہور	30/اپریل 1907ء
5	نظام الدین ضلع گجرات	30/اپریل 1909ء
6	محمد قاری ضلع جہلم	10/اکتوبر 1909ء
7	غلام فاطمہ ہمشیرہ ڈاکٹر محمد حسین لاہور	13 مئی 1909ء
8	جنت زوجہ ماموں خاں ماسٹر قادیان	5 مارچ 1910ء
9	بخت روشن والدہ حافظ روشن علی صاحب ضلع گجرات	29/اپریل 1911ء
10	علی محمد شاہ ضلع جالندھر	19 جون 1912ء
11	جیواں بی بی اہلیہ مرزا خان ضلع سیالکوٹ	17 جون 1913ء
12	جانوں زوجہ مولا بخش ضلع جالندھر	10 فروری 1913ء
13	مولوی بدرالدین ضلع ہوشیار پور	15 ستمبر 1910ء
14	کریم بی بی بنت قادری ضلع گورداسپور	26/اپریل 1913ء

(بحوالہ قادیان گائیڈ از میاں محمد یامین صاحب۔ تاجر کتب آف قادیان)

رسالہ الوصیت کا منظوم پیغام اور بہشتی مقبرہ کا قیام

یہ ہے ذکر انیس سو پانچ[1905] کا
قریب آ گیا تیرا وقت وفات
قریب آ گیا حاصل سال و سن
رسالہ دسمبر میں ایک آپ نے
بیاں اس میں کیں بتمام و کمال
کہا دوستوں سے یہ دے کر خبر
ہوئے جب سے پیدا زمیں آسماں
ہے نبیوں کا جب سے چلا سلسلہ
ہے وہ لکھ چکا لوح تقدیر میں
سمجھ جاؤ گے تم ذرا غور سے
سو وہ اول اول نبوت کے ساتھ
مگر پھر ہے دیتا نبی کو وفات
سمجھتا ہے دشمن کہ اس شخص کی
جماعت میں کمزور لوگوں پہ بھی
مگر پھر خدا دوسری مرتبہ
مٹاتی ہے آ کر جو باطل خیال
یہ ممکن نہیں وہ عزیز و رحیم
سو جو بات میں نے کہی آپ سے
عزیزو ضروری ہے اب دیکھنا
ہے اس میں تمہارے لئے بہتری
قیامت تک اس کے افاضات کا
نہ آئے گی جب تک نہ میں جاؤں گا
فقط تخم ریزی مرا کام تھا
یہ تخم ایک دن پیڑ بن جائے گا
میں تھا مظہر شان رب ودود
سو اب مل کے سارے صغار وکبار
اسی ''الوصیت'' میں ایک اور تھی
خدا چاہتا ہے وہ روحیں تمام
جو آبادیوں میں یہ خلق خدا
ہوں یورپ میں یا ایشیا میں مقیم

کہ حضرت کو رویا میں ظاہر ہوا
ہے دو تین گھونٹ اور آب حیات
خدا کی طرف سے اداسی کا دن
لکھا ''الوصیت'' کے عنوان سے
یہ سب اطلاعات قرب وصال
عزیزو! نہ غمگین ہونا مگر
یہی سنت اللہ ہے جاری یہاں
وہ نبیوں کی تائید کرتا رہا
کہ وہ اور نبی اس کے غالب رہیں
وہ قدرت دکھاتا ہے دو طور سے
دکھاتا ہے خود اپنی قدرت کا ہاتھ
بظاہر نظر آئیں جب مشکلات
جماعت یہ نابود ہو جائے گی
یہ ہوتی ہے اک ابتلا کی گھڑی
دکھاتا ہے اک قدرت ثانیہ
ہے گرتی جماعت کو لیتی سنبھال
خدا، ترک کر دے یہ سنت قدیم
پریشاں نہ ہوں اس سے دل آپ کے
تمہارے لئے قدرت ثانیہ
یہ بہتر ہے یوں کہ وہ ہے دائمی
نہ ہو گا کبھی منقطع سلسلہ
میں جاؤں تو پھر بھیج دے گا خدا
سو وہ تخم ریزی تو میں کر چکا
وہ پیڑ ایک دن پھول پھل لائے گا
مرے بعد بعض اور ہوں گے وجود
دعاؤں سے اس کا کرو انتظار
وصیت جماعت کے نام آپ کی
کہ ہے دور دور آج جن کا قیام
زمیں پر ہے پھیلی ہوئی جا بجا
مگر وہ جو رکھتے ہیں فطرت سلیم

انہیں دین واحد اکٹھا کرے — کشش ان کو توحید کی کھینچ لے
خدا کا یہی ایک مقصود تھا — کہ جس کے لئے مجھ کو بھیجا گیا
رکھو سامنے تم بھی مقصد یہی — دعاؤں سے اس کی کرو پیروی
اسی راہ پہ چلنا بپائے ثبات
مگر حسن خلق اور نرمی کے ساتھ

رکھی آپ نے ''الوصیت'' سے ہی — نظام وصیت کی بنیاد بھی
کچھ اپنی زمیں آپ نے وقف کی — جو اک مقبرۂ بہشتی بنی
شرائط جو تھیں اس میں تدفین کی — انہیں میں سے اک شرط مالی بھی تھی
ہر اک احمدی جو یہ خواہش رکھے — یہ لازم ہے اس پر وصیت کرے
کہ بعد از وفات اس کے ترکہ میں سے — جماعت کو بھی ایک حصہ ملے
یہ ترکہ کے دسویں سے کم کا نہ ہو — ہو مرضی سے اس کی، زیادہ ہو جو
یہ مال انجمن اک اکٹھا کرے — وہی انجمن خرچ اس کو کرے
اشاعت توحید کے کام میں — اور اعلائے کلمہ ...... میں
ان اموال میں حق یتیموں کا ہو — ہو نو ...... کا، غریبوں کا ہو
جو رکھتے نہیں ہیں وجوہ معاش — ہے زیر جماعت مگر بود و باش
یہ جائز بھی ہو گا ان اموال میں — بطور تجارت ترقی بھی دیں
نہ سمجھو یہ باتیں ہیں دور از قیاس — خدا کا ارادہ ہے ان کی اساس
مجھے غم نہیں کیسے آئے گا مال — ہے یہ فکر کیا لوگ لیں گے سنبھال
جو لوگ اک زمانہ کے بعد آئیں گے — نہ گھبرا اٹھیں کثرت مال سے
یہ میری دعا ہے کہ آئیں بکار — ہمیشہ جوانمرد ایمان دار
تھی اک شرط یہ بھی کہ موصی تمام — نہ کرتے ہوں شرک اور بدعت کا کام
ہر اک صاف سچا ...... ہو — وہ نیک اور متقی انسان ہو
خدا کا ارادہ ہے یہ مقبرہ — ہو ایمان والوں کی آرام گاہ
جو کامل الایمان ہوں وہ تمام — کریں بعد مرنے کے اس میں قیام
انہیں آنے والے یہاں دیکھ لیں — یہاں اپنا ایمان تازہ کریں
وصیت پہ ڈالیں جو غائر نظر — بڑا دور رس ہو گا اس کا اثر
ہوا جب بھی اس کا مکمل قیام
یہ ہو گا نیا اقتصادی نظام

عبدالمنان ناہید

بہشتی مقبرہ قادیان قطعہ خاص کی تفصیل

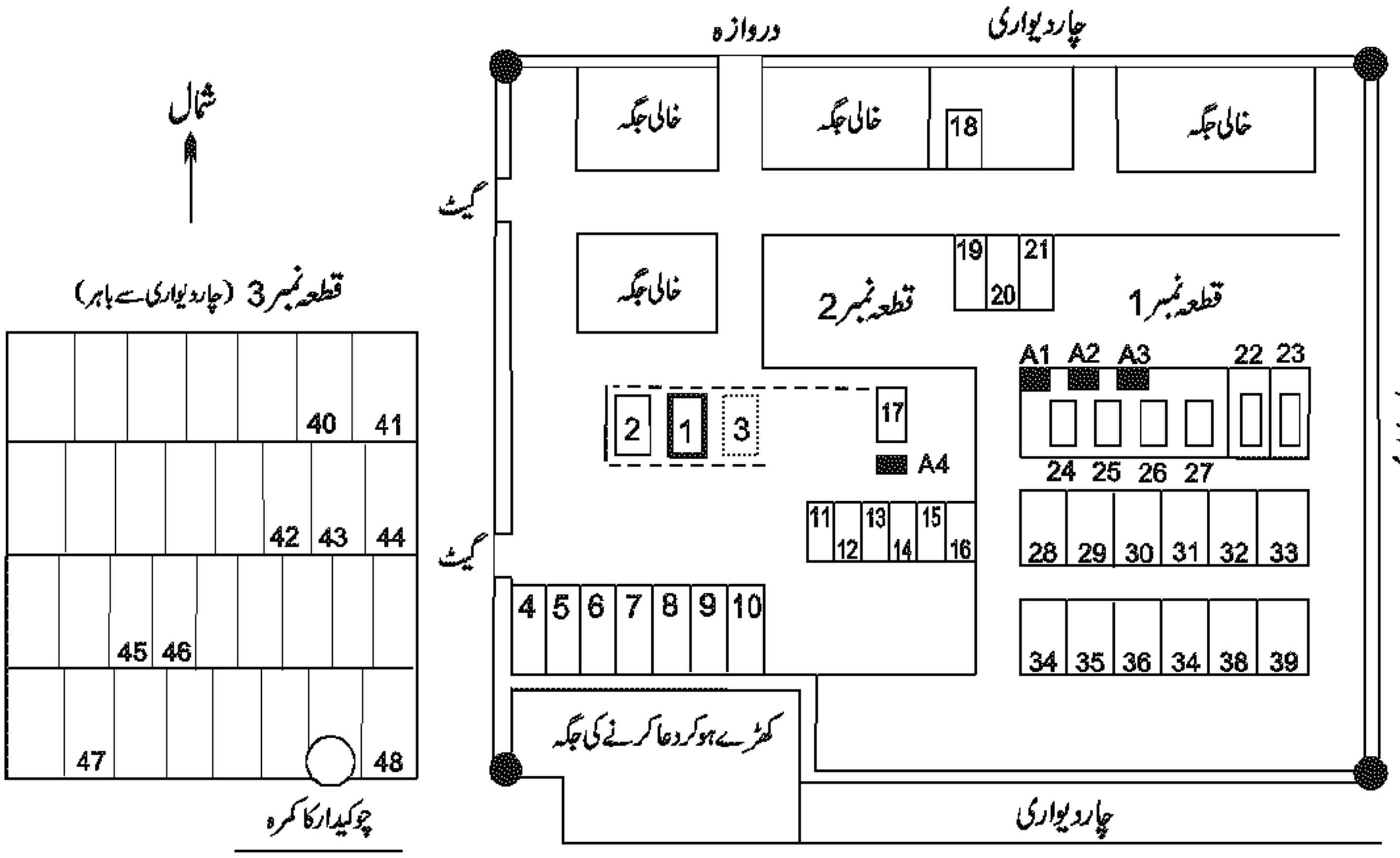

1 مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود
2 مزار مبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول
3 خالی جگہ جہاں حضرت اماں جان کا یادگاری کتبہ لگا ہوا ہے
4 مزار حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب
5 مزار سیدہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نانی جان
6 مزار حضرت میر ناصر نواب صاحب نانا جان
7 مزار حضرت میر محمد اسحاق صاحب
8 مزار حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
9 مزار حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
10 مزار حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
11 مزار محمد عبداللہ صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاول
12 مزار مرزا حمید احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
13 مزار حضرت بابو شاہ دین صاحب
14 مزار حضرت حاجی فضل حسین شاہجہانپوری
15 مزار حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب
16 مزار حضرت نواب محمد علی خان صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
17 مزار حضرت مرزا مبارک احمد صاحب
18 مزار مرزا مبارک احمد صاحب ابن مرزا عزیز احمد صاحب
19 مزار صاحبزادی امۃ الودود بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا شریف احمد صاحب
20 مزار خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب
21 مزار قدسیہ بیگم صاحبہ بنت مرزا رشید احمد صاحب
22 مزار حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی (سب سے پہلی قبر)
23 مزار حضرت زینب صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
24 مزار صاحب نور صاحب خوست کابل
25 مزار غوشان صاحبہ زوجہ مدد خان صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
26 مزار چوہدری اللہ داد خان صاحب ۔ کلیان مہران
27 مزار میاں الٰہی بخش صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
28 مزار بصری صاحبہ زوجہ اسماعیل ناز صاحب ۔ مالیر کوٹلہ
29 مزار فاطمہ بیگم صاحبہ زوجہ مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے
30 مزار امۃ الرحیم صاحبہ زوجہ مہدی حسن صاحب
31 مزار اقتیاز النساء صاحبہ والدہ حافظ تصور حسین صاحب ۔ بریلی
32 مزار محمدی بیگم صاحبہ زوجہ پیر منظور محمد صاحب ۔ بنوڑ پٹیالہ
33 مزار امۃ الحمید بیگم صاحبہ زوجہ نواب محمد علی خان صاحب
34 مزار مولوی غلام حسین صاحب ۔ لاہور
35 مزار میاں احمد جی صاحب ۔ دانگراں
36 مزار میاں امیر خان صاحب ۔ ہنوڑ مکن
37 مزار حاجی شہاب الدین صاحب ۔ لدھیانہ
38 مزار میاں امیر حسن صاحب ۔ سید گھڑی
39 مزار شیخ مسیح اللہ صاحب ۔ شاہجہانپور
40 مزار صاحبزادہ عبدالحی صاحب
41 مزار حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب
42 مزار حضرت منشی اروڑے خان صاحب
43 مزار حفصہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح اول
44 مزار حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
45 مزار حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب ۔ سیالکوٹ
46 مزار حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب
47 مزار حسین بی بی صاحبہ اہلیہ نصر اللہ خان صاحب ۔ سیالکوٹ
48 مزار حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری
A1 یادگاری کتبہ صاحبزادہ حضرت عبداللطیف صاحب شہید ۔ کابل
A2 یادگاری کتبہ حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب شہید ۔ کابل
A3 یادگاری کتبہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید ۔ کابل
A4 یادگاری کتبہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب

(از: میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان
مرتبہ: عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ لندن
مارچ 2003ء)

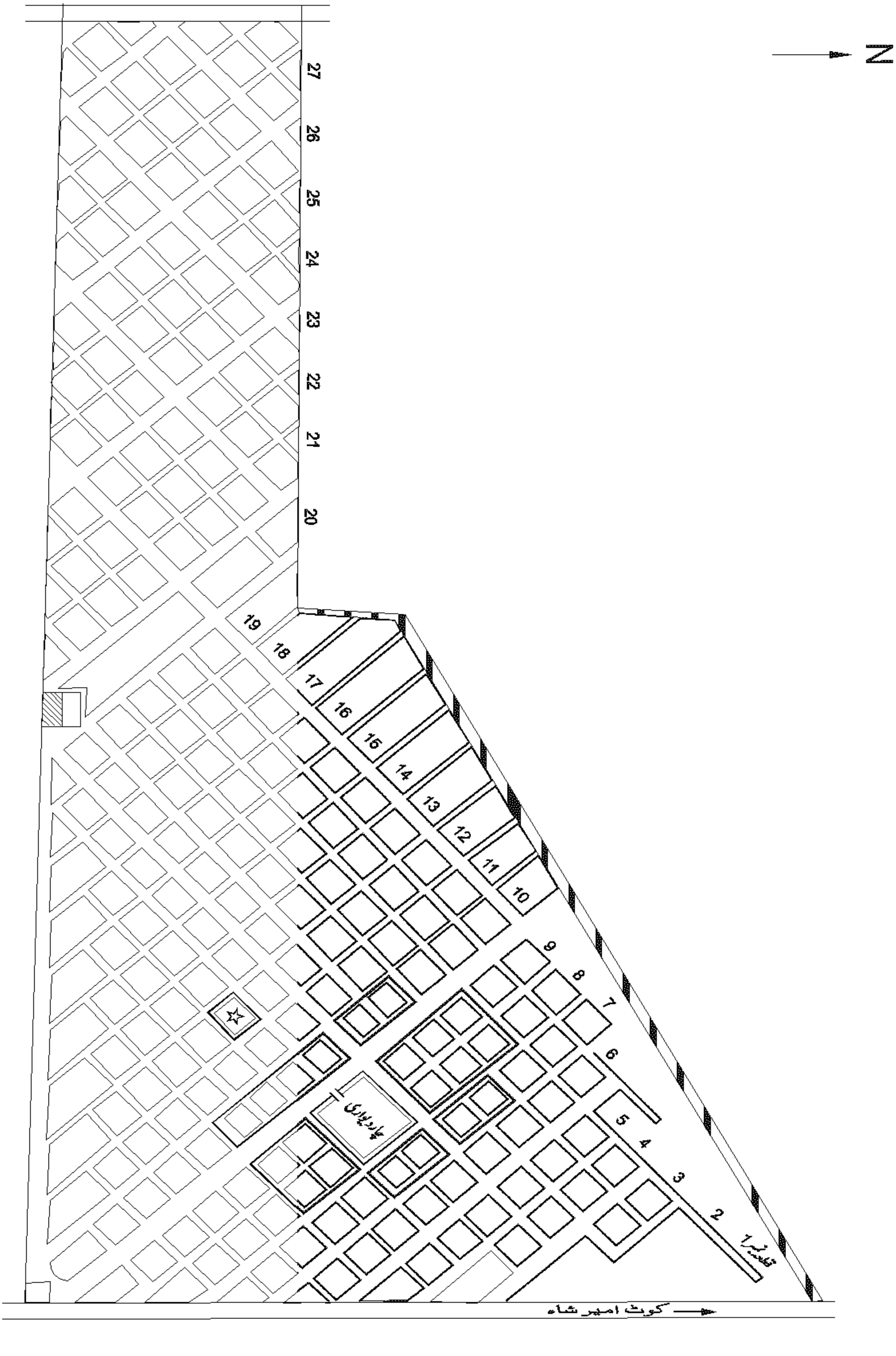
N
27
26
25
24
23
22
21
20
19
18
17
16
15
14
13
12
11
10
9
8
7
6
5
4
3
2
گلی نمبر 1
چاردیواری
کوٹ امیر شاہ